صراطُ الصّالحین

جلد اوّل

بحکم و اجازت

بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

سلطان الفقر ششم

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی

قدس سرہ العزیز

ترتیب و تالیف

سید امیر خان نیازی سروری قادری

WWW.ALFAQR.NET

صراط الصالحین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ترجمہ:-"اَللّٰہُ" عین ذاتِ حق تعالٰی ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ ہے اور اوروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ الٰہی! تُو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔" ہر دم و ہر لحظہ، بے حد و بے شمار لا محدود درود و ہوں حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جن کی شان میں احادیثِ قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے:-(۱) لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ترجمہ:-"اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔" (۲) لَوْلَاکَ لَمَا اَظْھَرْتُ الرُّبُوْبِیَّۃَ ترجمہ:-" آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار بھی نہ کرتا۔"

WWW.ALFAQR.NET

دعوتِ فکر

معزز قارئین! اسلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہٗ! آپ کا تعلق مسلمانوں کے خواہ کسی بھی فرقہ سے ہے، آپ حنبلی ہیں یا مالکی، حنفی ہیں یا شافعی، جعفری ہیں یا غیر مقلد، اہل حدیث ہیں یا شیعہ، دیو بندی ہیں یا بریلوی، نجدی ہیں یا وہابی، آپ جو کچھ بھی ہیں اور آپ کے عقائد ونظریات جیسے بھی ہیں، آپ کہلواتے تو مسلمان ہیں اور اس حیثیت سے قرآن مجید کو بلا شک وشبہ کلامِ الٰہی مانتے ہیں، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرآن واسلام کی شرح وتفسیر مانتے ہیں، اسوہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہترین طرزِ حیات قرار دیتے ہیں اور اپنی اپنی معلومات کے مطابق اُسے اپنانے کی کوشش بھی کرتے ہیں، اسلام کے بنیادی ارکان نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ اُن کے فرض ہونے میں آپ کو کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور حتی الوسع اُن کی ادائیگی کر کے فخر وانبساط محسوس کرتے ہیں کہ آپ اُنہیں باعثِ نجات سمجھتے ہیں - آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ نماز کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ" (پارہ ۲۱، العنکبوت ۴۵) ترجمہ:- "بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے-" روزہ کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ" یعنی روزہ تمام گناہوں کی ڈھال ہے- حُبِّ دنیا کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ" یعنی حُبِّ دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے- برائیوں کی اس جڑ کو اُکھیڑنے کے لئے ہی تو زکوٰۃ کو فرض کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ دل سے بخل کی نجاست دور کر کے سخاوت کی طرف راغب کرتی ہے جس سے حُبِّ دنیا ختم ہو جاتی ہے- آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ حج کائنات کی ہر چیز

سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہے اور مرنے سے پہلے مر کر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کا عملی نمونہ ہے کیونکہ بندہ جب احرام باندھتا ہے تو گویا وہ مر گیا ہے اور اُس نے کفن پہن لیا ہے، اب دنیا سے اُس کا تعلق ختم ہو چکا ہے اور وہ بارگاہِ رب العالمین میں یہ اعلان کرتا ہوا جا رہا ہے:- " لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ط لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ " یعنی میں حاضر ہوں، الٰہی! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں اور تمام نعمتیں تیرے لیے ہیں اور بادشاہی تیری ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔'' اور پھر جب وہ قربانی کرتا ہے اور جانور کے گلے پر چھری چلاتا ہے تو گویا اپنے نفس کو ذبح کرتا ہے اور نفس سے چھٹکارا حاصل کر کے پوری یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ بارگاہِ حق میں حاضر ہوتا ہے۔

آیئے تھوڑی دیر کے لیے غور کریں کہ ان تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد آپ جھوٹ بولنے سے باز آ گئے ہیں؟ یا حرام کھانے، رشوت لینے، سود کھانے، چغلی کھانے، غیبت و گلہ گوئی کرنے، نظر بازی، زنا اور بدگوئی سے رک گئے ہیں؟ آپ جو نمازی بھی ہیں، روزہ دار بھی ہیں، اہلِ زکوٰۃ بھی ہیں اور حاجی بھی ہیں تو کیا آپ لالچ، طمع، ہوا، ہوس، حسد، بغض، کینہ، غرور، تکبر، غصہ، شہوت اور حبِ دنیا جیسے خصائل رذیلہ سے پاک ہو چکے ہیں؟ اگر نہیں تو آپ سوچیں کہ جو اعمالِ صالحہ آپ کو یہاں فائدہ نہیں دے رہے وہ قیامت کے دن آپ کو کیا فائدہ پہنچائیں گے؟ اور آپ نے ان بے ثمر اعمال پر بھروسہ کیوں کر رکھا ہے؟ آپ کو اپنے اعمال کی بے ثمری پر غور کرنا چاہیے اور اُس بنیادی خامی کو تلاش کرنا چاہیے کہ جس نے آپ کے اعمال کو باطل کر رکھا ہے اور جب وہ خامی تلاش کر لیں تو اُسے دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ کے اعمال بار آور ہو سکیں۔

اندھی تقلید کو چھوڑیں اور اہل بصیرت گروہ میں شامل ہو کر بصیرت حاصل کریں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُو الرَّسُوْلَ ط وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ " (پارہ ۵، النسآ ۵۹) ترجمہ:۔ " طاعت کرو اللہ کی، طاعت کرو اللہ کے رسول کی اور طاعت کرو اُس کی جو تم میں صاحبِ امر ہو۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " فَسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ " (پارہ ۱۷، الانبیآ ۷) ترجمہ:۔ " اگر تمہیں کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اہل ذکر (اولیاء اللہ) سے پوچھ لیا کرو۔ " کہ یہ وہ باخبر لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے خوف و غم سے آزاد کر رکھا ہے۔ چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ " (پارہ ۱۱، یونس ۶۲) ترجمہ:۔ " خبردار! بے شک اولیائے " اَللّٰہُ " ہر قسم کے خوف و غم سے آزاد ہیں۔ " چنانچہ اولیائے " اَللّٰہُ " کے سردار سیدنا غوثِ صمدانی، غوث محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارے اعمال کی بے ثمری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ " مَنْ لَّمْ یَعْرِفْہُ کَیْفَ یَعْبُدُہٗ " یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہیں وہ اُس کی عبادت کیونکر کر سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ہماری عبادات کی بے ثمری کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل نہیں اِس لئے نہ تو ہم اُس سے ڈرتے ہیں، نہ اُس پر بھروسہ کرتے ہیں اور نہ ہی اُس سے محبت کرتے ہیں اور جس عمل میں تقویٰ، توکل، اور حبِ الٰہی شامل نہ ہو وہ عبادت کیونکر کہلا سکتا ہے؟ گویا ہماری عبادات کی خامی صرف اور صرف معرفتِ الٰہی اور معرفتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فقدان ہے لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اولیائے " اَللّٰہُ " سے رجوع کریں اور اُن سے معرفتِ الٰہیہ کے رموز سیکھیں تاکہ ہم عبادات کے مغز اور روح تک رسائی حاصل کر کے ظاہر و باطن کی کامیابی حاصل کر سکیں۔

اصلاحی جماعت اولیائے " اَللّٰہُ " کی تعلیمات کے ذریعہ نفس، اعمال، کردار اور

عبادات کی اصلاح کے لیے کوشاں ہے۔ آیئے اِس جماعت میں شامل ہو کر معراجِ انسانیت تک پہنچیں۔

اب ہم اولیائے اَللّٰہُ کے سلطان یعنی سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کا ایک نہایت ہی مختصر سا تعارف پیش کرتے ہیں کہ اِصلاحی جماعت کا تربیتی نصاب زیادہ تر اُنہی کی تصانیف سے تیار کیا گیا ہے۔

WWW.ALFAQR.NET

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تعارفِ حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۳۹ھ میں شورکوٹ میں پیدا ہوئے۔ شورکوٹ پنجاب کے ضلع جھنگ کا تحصیل ہیڈ کوارٹر ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت محمد بازید رحمۃ اللہ علیہ ایک صالح، حافظِ قرآن اور فقیہہ شخص تھے اور مغلیہ خاندان کے فرمانروا شاہ جہان کے دور میں قلعۂ شور کے قلعہ دار تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی رحمۃ اللہ علیہا اولیائے کاملین میں سے تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسب کے لحاظ سے اعوان ہیں اور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو الہامی طور پر بتا دیا گیا تھا کہ عنقریب آپ کے بطن سے ایک ولی کامل پیدا ہوگا جو تمام روئے زمین کو اپنے انوارِ فیضان اور اسرار و عرفان سے بھر دے گا، اُن کا نام ''باھُو'' رکھنا۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے آپ کا نام ''باھُو'' ہی رکھا۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے اور آپ کے ابتدائی بچپن ہی سے آپ کا فیض جاری ہوگیا تھا۔ جو غیر مسلم آپ کے چہرۂ پُرانوار پر نظر ڈالتا وہ فوراً کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ آپ کی اِس کرامت سے غیر مسلم اتنے پریشان ہوئے کہ اُن کے سرکردہ آدمی وفد کی شکل میں آپ کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتمس ہوئے کہ جب بھی اِس بچے کو گھر سے باہر نکلنا ہو تو پہلے اعلان کر دیا جائے تاکہ ہم لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ رہا کریں اور اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔

آپ کو باطن میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دست بیعت فرمایا۔ اپنی کتاب ''امیر الکونین'' میں آپ فرماتے ہیں کہ عرصہ ۳۰ سال تک مَیں مرشد کامل کی تلاش میں

پھرتا رہا لیکن مجھے اپنے مطلب کا مرشد نہ مل سکا، آخر ایک مرتبہ اِس فقیر کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ باطن میں ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں لے گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا:- ''میرا ہاتھ پکڑلو۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے دست بیعت فرما کر تعلیم و تلقین فرمائی اور حکم فرمایا کہ اے باھُو! خلقِ خدا کی باطن میں امداد کیا کرو۔ بعد ازاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حضرت پیر دستگیر محبوبِ سبحانی شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ فقیر باھُو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے، اِس کو آپ بھی باطنی تلقین و ارشاد سے نوازیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے باطنی فیض سے آپ کو مالا مال فرمایا، اِس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

شہسوار ے کرد چوں برمن نگاہ ازازل تا ابد می پوئم براہ

ترجمہ:- ''جب شہسوارِ فقر نے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی تو ازل سے ابد تک کا تمام راستہ مَیں نے طے کرلیا۔'' بعدہٗ حضرت غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے ظاہری بیعت دہلی کے شیخ پیر عبدالرحمٰن قادری (حضور غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں) کے دست مبارک پر کی۔ حضور پیر عبدالرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک دہلی میں ہے۔

سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ و شان وہم و گمان سے باہر ہے۔ رسالہ ''روحی شریف'' میں آپ فرماتے ہیں:-

دست بیعت کرد مارا مصطفیٰؐ خواندہ است فرزند مارا مجتبیٰؐ
شد اجازت باھُو را از مصطفیٰؐ خلق را تلقین بکن بہراز خدا

ترجمہ:- ''مجھے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دست بیعت فرمایا اور اُنہوں

نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا۔ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی کہ مَیں خلق خدا کو تلقین کروں۔'' آپ فرماتے ہیں:۔

فرزندِ خود خوانداست مارا فاطمہؓ معرفتِ فقر است بر من خاتمہ

ترجمہ:۔ ''حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بنایا ہے اِس لئے فقر کی مجھ پر انتہا ہوگئی۔''

آپ نے مروجہ ظاہری علم حاصل نہیں کیا کیونکہ اوائل عمری ہی میں آپ وارداتِ غیبی اور فتوحاتِ لاریبی میں مستغرق رہے جس کی وجہ سے آپ کو ظاہری علوم کی تحصیل کی فرصت نہ ملی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

گرچہ نیست مارا علمِ ظاہر زعلمِ باطنی جاں گشتہ طاہر

ترجمہ:۔ ''اگرچہ ظاہری علم مَیں نے حاصل نہیں کیا، تاہم علمِ باطن حاصل کر کے مَیں پاک وطاہر ہوگیا ہوں اِس لئے جملہ علوم بذریعہ انعکاس میرے دل میں سماگئے ہیں۔''

ہمیں مکاشفات اور تجلیاتِ انوارِ ذاتی کے سبب علمِ ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہ ہمیں ظاہری ورد وظائف کی فرصت ملی ہے کیونکہ ازل سے ابد تک ہر وقت اور ہر لحہ توحید کے دریائے ژرف میں مستغرق رہے ہیں۔ اِس قدر استغراق کے باوجود سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر آپ اِس طرح ثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں:۔

ہر مراتب از شریعت یافتم پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:۔ ''مَیں نے شریعت پر عمل پیرا ہو کر ہر مرتبہ حاصل کیا ہے اور اپنا پیشوا و راہبر

شریعت کو بنایا ہے۔''

آپ نے ایک سو چالیس کے قریب کتب تصنیف فرمائی ہیں اور اُن سب کتب میں طالبانِ حق کے لئے تین باتوں کی کثرت سے تاکید فرمائی ہے۔ (۱) گمنامی وخمول (۲) ترکِ دنیا (۳) شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قیام واستقامت۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام باطنی درجات حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اشغال پر زور دیا ہے۔

(۱) تصورِ اسم اللہ ذات، (۲) تصورِ اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم،
(۳) کلمہ طیب کا ذکر، (۴) دعوتِ قبور بذریعہ آیاتِ قرآنی

آپ فرماتے ہیں کہ ان اشغال سے طالب پر دو ایسے انتہائی مقام کھل جاتے ہیں کہ اُن سے بلند تر مقام باطن میں اور کوئی نہیں ہے یعنی (۱) مشاہدۂ ذاتِ حق (۲) دائمی حضوری مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اپنی مشہور کتاب ''نور الہدیٰ'' میں آپ فرماتے ہیں:۔ ''مجھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل وکرم سے مرشدی کے کامل ومکمل واکمل وجامع نور الہدیٰ مراتب سے خلق کی راہبری کے لئے تیار فرمایا ہے، اگر طالبِ مولیٰ صادق ہے اور مشتاقِ دیدارِ حق تعالیٰ ہے تو فقیر باھُو کو ایک ہی توجہ سے اُسے واصل باللہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟ رسالہ روحی شریف میں آپ فرماتے ہیں:۔

ہر کہ طالبِ حق بود من حاضرم　　از ابتدا تا انتہا یکدم برم
طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا　　تا رسانم روزِ اوّل با خدا

ترجمہ:۔ ''جو شخص طالبِ حق تعالیٰ ہے وہ میرے پاس آجائے میں اُسے ایک ہی دم

میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دوں گا۔اے طالب حق آجا، اے طالبِ حق آجا تا کہ پہلے ہی روز میں تجھے واصل باللہ کر دوں۔'' امیر الکونین نامی اپنی ایک کتاب میں آپ فرماتے ہیں:۔''اے عزیز! واضح ہو کہ سچائی سے نجات اور جھوٹ سے ہلاکت حاصل ہوتی ہے اس لئے فقیر باھُو جو کچھ کہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا ہے، اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، جس روز اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا فرمایا اور مجھے ازلی قوت سے تخلیق کیا، اُسی روز ہی سے اپنے کرم اور فیض سے مجھے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا، اُس دن سے لے کر آج تک ہر دم، ہر ساعت، ہر لحظہ اور ہر لمحہ میں دیدارِ الٰہی میں مستغرق ہوں، اگرچہ دنیا میں عوام کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہوں لیکن باطن میں مشرف بدیدار رہتا ہوں، قبر میں بھی محوِ دیدار رہوں گا، قیامت اور بہشت میں بھی مشرف بدیدار رہوں گا۔'' جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:۔''خُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِیْ وَخُلِقَتِ الْعُلَمَآءُ مِنْ صَدْرِیْ وَخُلِقَتِ الْفُقَرَآءُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی'' ترجمہ:۔ ''سادات میری صلب سے پیدا کیے گئے ہیں، علما میرے سینے سے پیدا کیے گئے ہیں اور فقرا اللہ کے نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔'' مَیں علمِ دیدارِ الٰہی کا عالم ہوں، مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا ہے۔ مجھے علمِ دیدار کے سوا اور کوئی علم، ذکر، فکر اور مراقبہ معلوم نہیں اور نہ مَیں پڑھتا ہوں اور نہ ہی کرتا ہوں کیونکہ تمام علوم علمِ دیدار کی خاطر ہیں جو مجھے حاصل ہے۔ جہاں دیدارِ الٰہی ہے وہاں نہ صبح ہے نہ شام ہے، نہ منزل ہے نہ مقام ہے، بے مثل و بے مثال ذات لاھوت لامکان کے اندر اسم اللہ ذات سے انوارِ تجلیات کی صورت میں نمودار ہوتی ہے، اُس نور میں دیدار و لقاءُ نظر آتا ہے۔ یہ مراتب اُس فقیر کے ہیں جو '' مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کا مصداق ہے۔ مَیں دیدار کا علم جانتا ہوں اور پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ مراتب جنابِ سرورِ کائنات حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کرام اور پنجتن پاک رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی رفاقت سے نصیب ہوئے ہیں۔‘‘

آپ کا طریقہ سروری قادری ہے۔ اس طریقہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مرشدِ کامل طالبِ صادق کو ایک ہی نگاہ میں اور ایک ہی توجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر کر دیتا ہے اور ذاتِ حق کے مشاہدے میں ایک ہی توجہ سے ناظر کر دیتا ہے۔ اِس پاک وطیب طریقے میں رنج ریاضت، چلہ کشی، حبسِ دم، ابتدائی سلوک اور ذکر وفکر کی اُلجھنیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ طریقہ ظاہری درویشانہ لباس اور رنگ ڈھنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشائخانہ طور طریقوں مثلاً عصا و تسبیح وجبہ ودستار وغیرہ سے بے زار ہے۔

آپ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک تحصیل شورکوٹ کے قصبہ گڑھ مہاراجہ کے نزدیک دریائے چناب کے غربی کنارے پر ایک گاؤں میں واقع ہے، یہ گاؤں آپ ہی کے اسمِ مبارک پر موضع سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو ہوتا ہے۔

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے چار شادیاں کیں اور آپ کے آٹھ صاحبزادے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:- (۱) حضرت سُلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۲) حضرت سُلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۳) حضرت سُلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۴) حضرت سُلطان صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۵) حضرت سُلطان اسحاق محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۶) حضرت سُلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۷) حضرت سُلطان شریف محمد رحمۃ اللہ علیہ، (۸) حضرت سُلطان حیات محمد رحمۃ اللہ علیہ (اِن کا انتقال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔)

اِصلاحی جماعت کا تعارف

ولایتِ فقر کے شہنشاہ، سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کے جگر گوشہ، رہبر شریعت وطریقت، شناسائے حقیقت ومعرفت صاحبزادہ حضرت سُلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ نے یکم جنوری ۱۹۸۶ کو ایک انجمن قائم کی جس کا نام ''انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھُو سُلطان پاکستان وعالمِ اسلام'' رکھا اور اُس کا مرکزی دفتر دربارِ عالیہ سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ میں شہبازِ عارفاں سُلطان الاولیا حضرت سخی سُلطان محمد عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے آستانۂ عالیہ پر قائم کیا۔ اِس انجمن کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ دین اسلام کی ترویج و اشاعت اولیائے کرام کی طرز پر کی جائے۔ اِس مقصد کے حصول کی خاطر انجمن ہذا کو کئی شعبوں میں تقسیم کیا گیا اور اس کے لیے ابتدائی رکن سازی کی گئی۔ ابھی انجمن کی رجسٹریشن کرانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ 13 نومبر 1986 کو بقضائے الٰہی حضرت سُلطان محمد صفدر علی رحمتہ اللہ علیہ اِس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِس کے بعد اِس کارِ خیر کا سلسلہ آگے بڑھانے کی ذمہ داری سُلطان الفقر حضرت صاحبزادہ سُلطان محمد اصغر علی صاحب مدظلہ العالی نے سنبھال لی۔ اُنہوں نے اِس انجمن کی رجسٹریشن کروائی اور اس کے اہم ترین شعبہ یعنی تبلیغی شعبہ پر خصوصی توجہ فرما کر ایک تبلیغی جماعت تشکیل دی جس کا نام اصلاحی جماعت رکھا۔ اِس جماعت کو اولیائے کرام کی تعلیمات سے آراستہ کر کے میدانِ عمل میں اتارا گیا۔ ''اصلاحی جماعت'' کو اللہ تعالیٰ کے اس آفاقی حکم کے تحت وجود میں لایا گیا:۔ ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ'' (پارہ۴، آل عمران ۱۰۴) ترجمہ:۔ ''اور تم میں

ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف متوجہ کرے، اُنہیں معرفت حق تعالیٰ کی تلقین کرے اور اُنہیں برائی سے پاک کرے، ایسے ہی لوگ فلاح پائیں گے۔'' اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب کی راہنمائی کے اِس عمل کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو بہترین اُمت ہونے کی سند عطا فرمائی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔'' كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ '' (پارہ۴،آل عمران ۱۱۰) ترجمہ:۔''تم بہترین اُمت ہو اُن تمام اُمتوں میں سے جو لوگوں میں ظاہر کی گئیں، اِس لیے کہ تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت سکھاتے ہو، اُنہیں برائی سے پاک کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہو۔'' برائی سے پاک کر کے لوگوں کو معرفتِ حق تعالیٰ سکھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ''صالحین'' کا لقب عطا فرمایا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔ '' يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ '' (پارہ۴،آل عمران ۱۱۴) ترجمہ:۔''اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور معرفتِ حق تعالیٰ کی تلقین کرتے ہیں اور برائی سے پاک کرتے ہیں اور نیکی کے کاموں کے لئے دوڑ پڑتے ہیں، یہی لوگ صالحین ہیں۔'' دعوتِ الی اللہ خالصتاً انبیائے کرام علیہم السلام کا فریضہ تھا اِس لئے انبیائے کرام علیہم السلام فطرتاً معرفتِ حق تعالیٰ میں حق الیقین کے مرتبہ پر فائز تھے اور وہ طمع، لالچ، حسد، بغض، کینہ، تکبر، غرور، غصہ، شہوت، ہوا و ہوس، حُبِ دنیا اور خیانت جیسے خصائلِ رذیلہ سے پاک و منزہ تھے، وہ ہر دو علومِ ظاہری و باطنی کے حامل تھے اِس لیے منجانب اللہ تعلیم و تلقین کے ذریعے لوگوں کی اصلاح و تربیت کرتے تھے۔ یاد رہے کہ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے اور تلقین سے ہر دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام حقیقت میں خلیفۃ اللہ تھے اور دونوں جہان

بعنائتِ حق تعالیٰ اُن کے تصرف میں تھے - اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری نبی ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آئے- اُن کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا گیا اور انبیائے کرام علیہم السلام والا معرفتِ الٰہیہ کی دعوت کا فریضہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسے پاکیزہ اور طیب لوگوں کے سپرد کیا گیا جو اپنی فطرت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے سے اوصاف رکھتے ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام والے ظاہری و باطنی علوم کے حامل و وارث ہیں اور معرفتِ الٰہیہ میں درجۂ کمال پر فائز ہیں اور جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں اعلان فرمایا ہے:- ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ'' (پارہ ۱۱، یونس ۶۲) ترجمہ:- ''خبردار! بے شک اولیائے اَللّٰہُ پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔'' حدیثِ قدسی میں اُن کے مقام کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:- ''اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ'' ترجمہ:- ''بے شک میرے ولی میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں جنہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' جن کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

(1) اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ ترجمہ:- ''شیخ (مرشدِ کامل) اپنی قوم (مریدوں) میں ایسے ہوتا ہے جیسے کہ ایک نبی اپنی امت میں۔'' (2) خُلِقَتِ السَّادَاتُ مِنْ صُلْبِیْ وَ خُلِقَتِ الْعُلَمَآءُ مِنْ صَدْرِیْ وَخُلِقَتِ الْفُقَرَآءُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی ترجمہ:- ''سادات کو میری صلب سے پیدا کیا گیا ہے، علماء کو میرے سینے سے پیدا کیا گیا ہے اور فقراء کو اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے۔'' (3) اَلْعُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ ترجمہ:- ''میری اُمت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل جیسے ہیں۔'' جن کے دل تصورِ اسم اللہ ذات سے زندہ ہو کر ہر وقت ذکر اللہ میں غرق رہتے ہیں، وہ ''یُحْیِ الْقَلْبِ وَ یُمِیْتُ النَّفْسِ'' یعنی مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور

زندہ نفس کو مارنے والے ہیں۔ خود زندہ دل ہیں اور دوسروں کے دلوں کو زندہ کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ واضح ہو کہ جب تک دل زندہ نہ ہو جائے اِنسان نفس امارہ کی قید میں رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کے باوجود اِنسان اللہ تعالیٰ کی معرفت سے محروم رہتا ہے اور دل کی زندگی کا دارومدار دائمی ذکر اللہ پر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ وَّ کُلُّ نَفْسٍ یُخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِاللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ'' ترجمہ:۔ ''زندگی کے سانس گنے ہوئے ہیں جو سانس ذکر اللہ کے بغیر گزرتا ہے وہ مردہ ہے۔'' یعنی زندگی بھر کوئی بھی سانس ذکر اللہ کے بغیر نہ نکلنے پائے۔ ایسا ذکر صرف قلبی ذکر ہی ہوتا ہے۔ زبانی ذکر دائمی ذکر نہیں ہو سکتا کیونکہ جس وقت اِنسان سو جاتا ہے تو اُس کی زبان ذکر اللہ کرنے سے رک جاتی ہے لیکن اگر دل بیدار ہو تو اِنسان کا دل نیند کی حالت میں بھی ذکر اللہ جاری رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ'' ترجمہ:۔ ''میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔'' قلبی ذکر اللہ سے جب دل زندگی پا جاتا ہے تو اُسے اپنے رب کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور اِنسان باطن میں مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کی تربیت فرماتے ہیں اور باطن میں اُسے معرفتِ الٰہیہ کے مراتب طے کراتے ہیں۔

صحابہٴ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بعد اولیائے کرام کی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے انبیائے کرام علیہم السلام کے تبلیغی مشن کو بطریق احسن جاری رکھا ہوا ہے۔ اگر عمیق نظر سے اسلام کی اشاعت کے عوامل پر نظر ڈالی جائے تو اُس میں مرکزی کردار اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کا نظر آتا ہے۔ اِس جماعت کے افراد جہاں بھی رہے اور جس زمانے میں

بھی رہے وہ ہدایتِ الٰہیہ کے روشن مینار بن کر رہے اور اپنے پیچھے اپنی تصانیف اور اپنے خلفاؑ کی شکل میں ایسے آثار اور تعلیمات چھوڑ گئے کہ جن سے انسانیت قیامت تک فیض یاب ہوتی رہے گی۔ مثال کے طور پر حضرت حسن بصریؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ، سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُوؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت شاہ شمس تبریزیؒ، حضرت علی ہجویریؒ عرف حضرت داتا گنج بخش، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین جیسی بے شمار برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کے عمل و کردار اور طرزِ تبلیغ دین نے کروڑوں غیر مسلموں کو اسلام قبول کرلینے کی سعادت سے بہرہ ور کیا۔ ایسے ہی قلبی ذاکروں کی تبلیغ فیض رساں اور ہدایت بخش ہے۔ لہٰذا اصلاحی جماعت اُنہی اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کی تعلیمات کو لے کر میدان عمل میں آئی ہے۔ اِس جماعت کے افراد قلبی ذکر اللہ خود بھی کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی اِس طرف راغب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کے طریق پر شریعتِ مطہرہ کی مکمل پیروی اور دائمی قلبی ذکر اللہ کے ذریعے ظاہر و باطن کی تکمیل کا انتظام کرنا ''اصلاحی جماعت'' کا مشن ہے۔ ایسی جماعت سے تعاون کرنا اور اُس میں شامل ہونا گویا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔''وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْهُمْ '' (پارہ ۱۵ الکہف ۲۸) ترجمہ:۔ ''آپ اُن لوگوں کی مجلس میں رہا کریں جو صبح و شام اپنے رب کے ذکر میں محو رہتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بہرہ ور ہوسکیں۔ آپ کی آنکھیں اُن لوگوں کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ پھرا کریں۔''

عاشق روئے خدا ہوں غیر سے مطلب نہیں

طالب راہِ ہدیٰ ہوں غیر سے مطلب نہیں

یعنی اللہ تعالیٰ حکم فرمارہا ہے کہ قلبی ذاکروں میں شامل ہو جاؤ، اُن کو دیکھ کر منہ نہ پھیرلیا کرو کیونکہ یہ لوگ دیدارِ الٰہی کے لیے دائمی قلبی ذکر اللہ کرنے والے لوگ ہیں۔ اِس کے بعد مزید فرمایا:۔"وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا" (پارہ ۱۵، الکہف ۲۸) ترجمہ:۔"اور اُن لوگوں کی بات نہ مانا کرو جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔" یعنی ایسے مبلغین کی پیروی مت کرنا جنہیں قلبی ذکر کی خبر ہی نہ ہو۔ قولہٗ تعالیٰ:۔"فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۵ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ط ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۵ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى" (پارہ ۲۷، النجم ۲۹-۳۰) ترجمہ:۔"پس آپ اُس شخص سے قطع تعلق کرلیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور اُس نے محض دنیا کی زندگی کو ہی اپنا مطلوب و مقصود بنالیا، یہی اُس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن راستہ بھٹکنے والوں اور سیدھا راستہ چلنے والوں کو تیرا رب خوب جانتا ہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔

اِتَّقُوْا عَالِمَ الْجَاهِلَ قِيْلَ مَنِ الْعَالِمَ الْجَاهِلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَالِمَ اللِّسَانِ وَ جَاهِلَ الْقَلْبِ ترجمہ:۔"جاہل عالم سے ڈرو، عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول جاہل عالم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا! جو زبان کا تو عالم ہو مگر دل کا جاہل ہو۔" یوں قلبی ذکر اللہ سے غافل مردہ دل لوگوں کی پیروی سے منع فرما دیا گیا ہے۔ اِس کے برعکس زندہ دل اہلِ ذکر سے راہنمائی حاصل کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔"فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" (پارہ ۱۷، الانبیاء ۷) ترجمہ:۔"اگر کسی معاملہ میں تم انجان ہو تو راہنمائی حاصل کرنے کے لیے اہلِ ذکر سے

سوال کرو ۔'' کیونکہ زندہ دل ذاکرین کو حیاتِ ابدی حاصل ہوتی ہے اور وہ صاحبِ مشاہدہ ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ:-''اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ '' ترجمہ:- ''بے شک اولیائے اللّٰہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں نقل مکانی کر جاتے ہیں۔'' اِسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

'' اِذَا تَحَیَّرْ تُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَا سْتَعِیْنُوْا مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ '' (نورالہدیٰ) ترجمہ:- ''اگر تم اپنے معاملات میں حیران ہوکر کوئی راہ نہ پاؤ تو اہلِ قبور سے راہنمائی حاصل کرو۔'' یعنی اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب کی راہ میں کسی رکاوٹ اور دشواری کا سامنا ہو جائے اور تم پریشان ہو جاؤ اور تمہیں کوئی زندہ دل صاحبِ ذکر نہ مل رہا ہو تو کسی زندہ دل عارف باللہ ذاکر کے مزار پر جا کر اُس سے راہنمائی حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ کے طالبانِ صادق کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اولیائے کاملین کے مزارات سے راہنمائی حاصل کرتے رہتے ہیں۔ نقل ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب ہند میں تشریف لائے تو اُنہیں کسی باطنی اُلجھن کا سامنا ہوا جسے سلجھانے کے لیے آپ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور چالیس دن کے چلہ کے دوران جب اپنا مسئلہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا تو اُنہوں نے کمال مہربانی سے اُن کا عقدہ حل فرما دیا جس پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا یہ شعر بے حد مقبول و مشہور ہوا:-

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را راہنما

ترجمہ:- آپ نورِ خدا کے مظہر ہیں اِس لیے آپ اللہ تعالیٰ کے فیض و فضل کے خزانے

بانٹنے والے اور خلق خدا کو فیض یاب کرنے والے ہیں۔ آپ ناقصوں کے پیر کامل ہیں اور کاملوں کے راہنما ہیں۔'' اِسی طرح نقل ہے کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ (بانیٔ سلسلہ نقشبندیہ) سولہ سال تک لگاتار اسم اللہ ذات دل پر نقش کرنے کی مشق کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ ایک روز اِس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے، وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔ ''بہاؤالدین کیا کر رہے ہو؟'' جواب دیا:۔ ''دل روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں۔'' اُنہوں نے فرمایا:۔ ''تصورِ اسم اللہ ذات کیا کرو۔'' عرض کی:۔ ''سولہ سال سے اِسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔'' حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:۔ '' جاؤ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر التجا کرو، کام بن جائے گا۔'' چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ خواجہ بہاؤالدین ذکریا نقشبند رحمتہ اللہ علیہ جونہی حضور غوث پاک کے مزار پر حاضر ہوئے تو بے ساختہ پکار اُٹھے:۔

یا دستگیر عالم دستم مرا بگیر　　دستم چناں بگیر کہ گویندت دستگیر

ترجمہ:۔ ''اے دستگیر عالم میری دستگیری فرمایئے کہ آپ کو دستگیر کہا جاتا ہے اور اِس شان سے دستگیری فرمائیں کہ جس شان کے آپ دستگیر ہیں۔''

اس پر حضور غوث پاک شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا دایاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسم اللہ ذات کی شکل میں اُن کے سامنے کر کے فرمایا:۔

اے نقشبند عالم نقشم مرا بہ بند　　نقشم چناں بہ بند کہ گویندت نقشبند

ترجمہ:۔ ''اے نقشبندِ عالم میرے اِس نقش کو اپنے دل پر اِس طرح جما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھے نقشبند ہی کہتے رہیں۔''

WWW.ALFAQR.NET

اور اسی کے ساتھ ہی حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے دل پر اسم اللہ ذات نقش ہو گیا۔ اہلِ مزار ولی اللہ تو ہمہ وقت اپنے اپنے مزارات سے فیضِ الٰہی بانٹ رہے ہیں مگر افسوس کہ ہم طالبِ مولیٰ نہیں رہے۔ اُن سے راہنمائی چاہنے والا ہی کوئی نہیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ راہرو منزل ہی نہیں

انسان اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل کرنے کے لیے اِمتحان کے طور پر آیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت اِنسان اپنی باطنی صفائی کی بنا پر کرتا ہے جس کا دارومدار صرف دو عوامل پر ہے۔ اوّل متابعتِ شریعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مرشدِ کامل کی رفاقت اور دوم دائمی قلبی ذکر اللہ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (1) ''لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ'' ترجمہ:۔''اُس شخص کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہیں۔'' (2) ''مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ یَتخِذُہُ الشَّیْطٰنُ'' ترجمہ:۔''جس کا مرشد نہ ہو اُسے شیطان پکڑ لیتا ہے۔'' (3) ''مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَّاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً'' ترجمہ:۔''جو شخص اِس حالت میں مرا کہ اُس کی گردن میں کسی مرشدِ کامل کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔'' لہٰذا اصلاحی جماعت صرف زندہ دل عارف باللہ ذاکرین کی تعلیمات کے ذریعہ اشاعتِ دین کے لیے اُٹھی ہے تاکہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی تصانیف کے واسطہ سے قرآن وحدیث کی تعلیم کو جاری کیا جائے۔ اِس کام کا آغاز سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ کی تصانیف کے مطالعہ سے کیا گیا ہے کیونکہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تقریباً ایک سو چالیس تصانیف جملہ اولیائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کی تصانیف میں مینارہ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اِس جماعت کو اپنی

رحمتِ کاملہ سے نوازے اور عوام الناس میں اِسے مقبول بنائے ۔ آمین ثم آمین۔

نشانِ راہ

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ" (پارہ۳،آل عمران ۱۹) ترجمہ:- "بے شک اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہے۔" دین اُس ضابطۂ حیات کو کہتے ہیں جس کو اپنا کر انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت و وصال حاصل کرتا ہے اور غرقِ وحدت ہو کر تقدیرِ الٰہی سے موافقت اختیار کرتا ہے۔ دینِ اسلام سے مراد وہ ضابطۂ حیات ہے جس کا مرکز و محور تسلیم و رضائے الٰہی ہے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- (1) "وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ" (پارہ۵،النسآء ۱۲۵) ترجمہ:-"اور اُس شخص سے کس کا دین اچھا ہے جس نے رضائے الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔" (2) "بَلٰی ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" (پارہ۱،البقرہ ۱۱۲) ترجمہ:-"ہاں! جس نے اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا وہ محسن (صاحبِ دیدارِ حق تعالیٰ) ہے اور اُس کے لئے اپنے رب کی طرف سے اجر ہے اور اُس کے لیے نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم۔" گویا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں پسندیدہ طرزِ عمل یہ ہے کہ ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھا جائے اور اِسی طرزِ عمل کو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی اُمت کے لیے پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی کئے جانے والے آخری کلام میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا:- "اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (پارہ۶،المائدہ۳) ترجمہ:-"آج کے دن مَیں نے آپ کے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے اور آپ پر اپنی نعمت کامل کر دی ہے اور آپ کے لیے مَیں نے دینِ اسلام

کو پسند کیا ہے۔ ''اسلام کے ضابطہ حیات کو دینِ اسلام اِس لیے بھی کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی اُمت کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب و وصال کے جتنے بھی ذرائع اور اعمال مقرر فرمائے گئے ہیں وہ سب کے سب اعتدال اور سلامتی پر مبنی ہیں اور زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہیں اور اِنسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کی حد بندی دینِ اسلام میں نہ فرمائی گئی ہو۔ جو شخص بھی دینِ اسلام کے حصار میں آجاتا ہے اُسے ہر دو جہان کی سلامتی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اطمینانِ قلب حاصل کر کے اِنسانیت کی معراج کو پالیتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔ '' اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ '' (پارہ ۲۴، حم السجدہ ۳۰) ترجمہ:۔ ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اِس اقرار پر قائم ہو گئے، اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو اُنہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ تم آخرت کا خوف اور غم مت کرو بلکہ اُس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' دینِ اسلام میں داخلہ کے وقت اِنسان کو دل و جان سے اپنے مالکِ حقیقی حق سبحانہٗ وتعالیٰ حی وقیوم سے ایک عہد و اقرار کرنا پڑتا ہے۔ جو شخص وہ عہد و اقرار کر لیتا ہے اُس پر لازم آجاتا ہے کہ وہ :۔ (۱) اللہ تعالیٰ کو اپنا اور کائنات کی ہر چیز کا بلاشرکت غیرے خالق و مالک اور مختارِ کل مانے اور خود کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی میں اس طرح دے کہ اُس کے ہر حکم اور ہر فعل پر چوں وچرا کئے بغیر سرِ تسلیم خم کر دے اور نزولِ تقدیر کے وقت اُس سے موافقت کرے، اِسے اقرارِ توحید باری تعالیٰ کہا جاتا ہے۔ (۲) حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری رسول مانے اور یہ یقین رکھے کہ اُن کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا، نبوت و رسالت کا باب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بند کر دیا گیا ہے اِس لئے دینِ اسلام کے نفاذ اور تشریح

کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے رجوع کرے۔ جس کام اور فعل سے اُنہوں نے منع فرمایا یا اُسے ناپسند فرمایا اُسے کسی صورت میں بھی نہ کرے یعنی زندگی کے ہر معاملہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرے۔ اِسے اقرارِ رسالت کہتے ہیں۔ (۳) قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی بنی نوعِ انسان کی رہنمائی کے لیے آخری وفیصل کتاب مانے اور اُس میں جو فرمان جاری کئے گئے ہیں اُن سے کسی بھی قسم کا گریز وانحراف نہ کرے ورنہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ - اقرارِ توحید باری تعالیٰ اور اقرارِ رسالت کو دین اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا گیا ہے۔ عرفِ عام میں اِس اقرار نامہ کو کلمہ طیب کہا جاتا ہے اور اِسے اِن الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:- "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ترجمہ:- "نہیں ہے کوئی اِلٰہ (معبود) سوائے اللہ تعالیٰ کے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔"

اِلٰہ کے معنی ہیں "معبود" یعنی ایسی ہستی جس کی عبادت کی جائے اور عبادت کے معنی ہیں "بندگی، غلامی، فرمانبرداری اور تابعداری" اِس لیے "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہستی ایسی نہیں ہے جس کی بندگی کی جائے۔ جس کی غلامی اختیار کی جائے، جس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے، جس کو اپنا آقا و مولیٰ تسلیم کیا جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہماری جان و مال، عزت و آبرو اور روزی کا مالک ہے اور ہماری ہر قسم کی حاجت روائی وہی کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی غلامی وفرمانبرداری کے انداز و آداب سکھانے کے لئے ہمارے پاس اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسالت و نبوت کا تاج عزت پہنا کر بھیجا اور اُن کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری قرار دیا اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی وفرمانبرداری عین اللہ تعالیٰ کی غلامی وفرمانبرداری ہے۔ قرآن مجید میں اللہ

تعالیٰ نے بارہا اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم فرما کر اُن کی طاعت کو اپنی طاعت قرار دیا ہے۔ اِس کی تفصیل اِسی کتاب کے باب ''اتباعِ رسول'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

کلمہ طیب کے زبانی اقرار کو اسلام میں داخل ہونے کی سند قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جو شخص اس پاک وطیب کلمہ کے زبانی اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے اس کی تصدیق بھی کرتا ہے یعنی خلوصِ نیت سے اللہ اور اُس کے رسول کی غلامی وطاعت اختیار کرتا ہے اور غلامی وطاعت کی اِس راہ میں جان ومال بھی قربان کرتا ہے اُسے مومن کہا گیا ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔'' اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ '' (پارہ ۲۶، الحجرات ۱۵) ترجمہ:۔ ''بے شک ایمان والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو مانا، اُس کے رسول کو مانا اور پھر اُس میں شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، وہی لوگ (کلمہ طیب کے اقرار میں) سچے ہیں۔'' اِس آیت مبارکہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صرف زبانی طور پر اپنا آقا ومولیٰ مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اِس ''ماننے'' کا عملی ثبوت بھی درکار ہے جو جان ومال کی قربانی کی صورت میں دیا جاتا ہے اور جو شخص جان ومال کی قربانی سے دریغ وانحراف کرتا ہے وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی توحید کے اقرار میں سچا ہے اور نہ ہی رسالت کے اقرار میں صادق ہے۔ گویا اسلام میں اقرارِ توحید و رسالت کے بعد سب سے اہم ستونِ دین ''جذبۂ جہاد'' ہے جو زندگی کے ہر شعبہ اور ہر لمحہ پر سایہ فگن ہے۔ عبادت کا کوئی بھی رکن ''جذبۂ جہاد'' کے بغیر مکمل نہیں ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ وخیرات اور قتال فی سبیل اللہ جیسے سب ارکانِ دین کا متحرک اور تکمیل کنندہ ''جذبۂ جہاد''

ہے۔اگر جذبۂ جہاد کو عبادات اور اعمالِ صالحہ سے خارج کر دیا جائے تو دین اسلام میں باقی کچھ نہیں بچتا۔ تمام اعمالِ صالحہ جذبۂ جہاد کے بغیر بے ثمر ہو کر رہ جاتے ہیں۔ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مالِ غنیمت تقسیم فرمار ہے تھے کہ کچھ دیہاتی لوگ (جو ابھی مسلمان ہوئے تھے) آگئے ، اُنہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی:۔ ”آقا ہم بھی مومن ہیں اس لئے ہم پر بھی وہی عنایت فرمائیں جو آپ دوسرے مومنین پر فرمارہے ہیں۔“ ابھی آپ جواب نہ دینے پائے تھے کہ وحی کا نزول ہوگیا۔ قولہ تعالیٰ:۔” قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ -------- --- اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ ------------ - قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ “ (پارہ ۲۶ الحجرات ۱۴-۱۵)

ترجمہ:۔ ”یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں (اے نبی!) آپ فرمادیں کہ تم ایمان والے نہیں ہو (تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان والے ہیں) بلکہ یہ کہو کہ ہم ابھی مسلمان ہوئے ہیں (یعنی صرف زبانی کلمہ طیب پڑھا ہے) ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ------

--- بے شک ایمان والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو مانا، اُس کے رسول کو مانا اور پھر کسی شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں -------

------- (اے نبی!) آپ فرمادیں کہ کیا تم لوگ اپنے دین کی خبر اللہ کو دینے آئے ہو؟

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ (اے نبی!) یہ لوگ (زبانی کلمہ طیب پڑھ کر) اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان جتلا رہے ہیں، آپ ان سے فرما دیں کہ تمہارے مسلمان ہونے کا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اُس نے تمہاری راہنمائی ایمان کی طرف فرمادی ہے (اِس احسان کو مانو) اگر تم لوگ سچے ہو۔''

اِس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان صرف اُس شخص کا منظور و مقبول ہے جو خلوصِ نیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن جھکاتا ہے اور اُس کی خوشنودی و رضا کی خاطر اپنی مرضی و اختیار سے دست بردار ہو جاتا ہے، اِس ضمن میں جو مصائب اور تکالیف اُس پر وارد ہوتی ہیں اُنہیں خوشدلی سے قبول کرتا ہے، اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر کے تسلیم و رضا کی راہ اختیار کرتا ہے اور دین اسلام کی اشاعت و ترویج و نفاذ کی خاطر ہر قسم کی جانی و مالی قربانی دیتا ہے۔ اِنسان کے اِس طرزِ عمل کو جہاد کہا گیا ہے۔ جہاد کی دو اقسام ہیں، ایک وہ کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں یعنی کفار و منافقین سے سامانِ حرب کے ذریعے جنگ کی جاتی ہے اور بسا اوقات اُس میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اُسے جہادِ اصغر یعنی چھوٹا جہاد کہا گیا ہے۔ جہاد کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں نفس، شیطان اور دنیائے دون سے عبادت و ریاضت کے ذریعے جنگ کی جاتی ہے اور نفس کو مغلوب کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کیا جاتا ہے۔ اُسے جہادِ اکبر یعنی بڑا جہاد کہا گیا ہے جیسا کہ ایک غزوہ سے واپس لوٹتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا:- '' رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ '' ترجمہ:- ''ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہو کر) بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ اپنے ماننے

والوں سے دونوں قسم کے جہاد کا طالب ہے۔ جو شخص جہاد سے گریز یا انکار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے زبانی دعویٰ غلامی کو رد کر دیتا ہے۔ آج کل ہم نے محض زبان سے کلمہ طیب کا اقرار کر کے ارکانِ اسلام کی صرف تقلیدی ادائیگی کو ہی اسلام وایمان کا نام دے رکھا ہے، نماز کی صورت میں معمولی سی ورزش، زکوٰۃ کی صورت میں معمولی سی مالی قربانی، روزے کی صورت میں محض دن بھر بھوکا پیاسا رہنے، حج کی صورت میں صرف تقلیدی رسم ورسوم کی ادائیگی اور مسائل فقہ حفظ کر لینے ہی کو جنت الفردوس کی قیمت سمجھ رکھا ہے۔ کاش کہ ہم جہاد کے نقطۂ نظر سے نماز ادا کرتے تو یقیناً ہر قسم کی برائی اور بے حیائی سے رک جاتے اور پاکیزگی حاصل کر کے دیدارِ الٰہی حاصل کر لیتے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ’’اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ‘‘ ترجمہ:۔ ’’نماز مومنوں کے لئے معراج (دیدارِ الٰہی) ہے۔‘‘ کاش کہ ہم زکوٰۃ کو جذبۂ جہاد کے تحت ادا کرتے تو ضرورت سے زائد مال و دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہمیں عزیز ہو جاتا اور ہم ’’حُبِّ دنیا‘‘ کی لعنت سے خلاصی وچھٹکارا پا لیتے اور ہر قسم کی برائیوں سے نجات پا جاتے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ’’دنیا کی محبت تمام برائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔‘‘ کاش کہ ہم روزہ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر رکھتے تو انسانیت کی معراج کو پا لیتے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ’’مِعْرَاجُ الْفُقَرَآءِ لَیْلَۃُ الْفَاقَۃِ ‘‘ ترجمہ:۔ ’’فاقہ کی رات فقرا کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔‘‘ فاقہ سے وجود کے اندر نور پیدا ہوتا ہے جس سے دل کی آنکھ کھلتی ہے اور اِنسان باطنی سیر طیر کے قابل ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح اگر ہم حج کا فریضہ جذبۂ جہاد کے تحت ادا کرتے تو نفس امارہ کو قتل کر کے نفس مطمئنہ حاصل کر لیتے اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شامل ہو جاتے اور اگر مسائل فقہ محض فقیہہ کہلانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اور جذبۂ جہاد کے تحت سیکھتے تو اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ میں صالحین اور صدیقین کا لقب پاتے کیونکہ فرمایا گیا ہے کہ ’’فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے۔‘‘

اِنسان جب تصدیقِ دل کے ساتھ کلمہ طیب پڑھتا ہے تو مومن بن جاتا ہے اور اب اُس کے لیے خلافتِ الٰہیہ کا بار اُٹھانے کی تربیت کا مرحلہ آتا ہے۔ جس کے لیے ہادی اور ہدایت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہدایت قرآن کی شکل میں اور ہادی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں بھیجے گئے۔ ہدایت وتربیت کے لیے جب بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم جاری فرمایا اُس کا آغاز ’’یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا‘‘ (اے ایمان والو!) کے خطاب سے فرمایا، مثلاً اے ایمان والو! نماز قائم کرو، اے ایمان والو! زکوٰۃ دو، اے ایمان والو! روزے رکھو، اے ایمان والو! حج کرو‘‘ وغیرہ۔ معلوم ہوا کہ ایمان بھی ابتدائی درجہ ہے کہ ایمان کے بعد ترتیب کا مرحلہ آتا ہے جو مومن کو معراجِ اِنسانیت پر پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ تربیتِ مومنین کے لئے احکامِ الٰہی کو ہادی (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے واسطہ اور ذریعہ سے جاری و نافذ کیا گیا ہے، اِس لیے کہ ہادی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان ممکن ہی نہیں اور جب تک اِنسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان حاصل نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی مکمل طور پر نہیں کرسکتا۔ ہم نفسانی لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کو صرف نظریاتی طور پر مانتے اور قبول کرتے ہیں۔ اُس اَن دیکھے خدا کو جانتے اور مانتے ہیں جس کے ہم نہ تو لطف و کرم سے واقف ہیں اور نہ ہی قہر و غضب کے شناسا ہیں اس لئے نہ تو ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اور نہ ہی اُس سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے سامنے اگر کوئی سانپ آجائے تو جب تک وہ ہماری نظروں کے سامنے رہے گا ہماری پوری توجہ اُسی کی جانب لگی رہے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہماری یہ حالت ہے کہ حالتِ نماز میں بھی ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف قطعاً نہیں ہوتی، اِس لئے

کہ ہمیں سانپ کی معرفت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہے۔ معرفتِ الٰہیہ کے اِسی فقدان نے ہمیں گمراہی کی راہ پر ڈال رکھا ہے۔ ہم لوگ ''محسوسِ نظر پیکر'' کے عادی وخوگر ہیں۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے اور ہماری اِس کمزوری سے اچھی طرح باخبر ہے اس لئے اُس نے اپنا ''پیکرِ محسوس'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں مہیا فرما کر ہدایت وراہنمائی کی حجت تمام فرمادی ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔ '' قَدْ جَآءَ کُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ '' (پارہ ۶، النسأ ۱۷۴) ترجمہ:۔ ''تحقیق تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت میں) واضح نشانی آگئی۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس معاملہ کو یوں بیان فرمایا ہے:۔ '' مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ '' ترجمہ:۔ ''جس نے مجھے دیکھا بے شک اُس نے حق سبحانہٗ کو دیکھا۔'' قولہ تعالیٰ:۔ '' اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ط یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ '' (پارہ ۲۶، الفتح ۱۰) ترجمہ:۔ ''(اے نبی!) بے شک جن لوگوں نے آپ سے دستِ بیعت کی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دستِ بیعت کی، اُن کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس شان کی خوب سمجھا اور پوری دل جمعی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاعت کو حرزِ جان بنالیا، اُن پر جان نثاری کی ایسی ایسی مثالیں قائم کیں کہ عقل وخرد حیران و پریشان ہوکر دیکھتی رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوکر '' رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ '' کا مرتبہ پاگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طبعی طور پر جب اپنی اُمت سے پردہ فرماگئے تو اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو اُن کے قائم مقام اور نائبین کے طور پر ہمارے درمیان اپنا ''پیکرِ محسوس'' بنا کر بھیجا جو طالبانِ حق تعالیٰ کی تربیت وراہنمائی بالکل اُسی طرح فرمارہے ہیں جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام کی تربیت وراہنمائی فرمائی۔ ہر

طالبِ مولیٰ کو صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چلا کر جان و مال کی قربانیوں کے ذریعہ ترک وتوکل کے اُسی معیار پر پہنچا رہے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت کے وقت قائم کیا تھا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَنَبِیٍّ فِیْ اُمَّتِہٖ" (عین الفقر) ترجمہ:- ''مرشدِ کامل اپنی قوم میں ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کہ ایک نبی اپنی اُمت میں۔'' چنانچہ ہر مرشدِ کامل اپنے اپنے مریدوں میں سے طالبانِ صادق کو فقر کے اُس مقام پر پہنچا رہے ہیں جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:- "اَلْفَقْرُ لَا یَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ" (رسالہ روحی) ترجمہ:- ''فقیر نہ تو اپنے رب سے (طلبِ مولیٰ کے علاوہ) کچھ مانگتا ہے اور نہ ہی کسی اور سے کچھ حاجت رکھتا ہے۔'' سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- ''فقیر کے گھر میں فاقے پہ فاقہ پڑ رہا ہے مگر وہ کسی سے مانگتا کچھ نہیں کہ '' فقر لا یحتاج'' ہے۔'' فقیر کی نظر کیمیا صفت ہے (کہ مٹی پر بھی نظر کرے تو اُسے سونا بنادے مگر وہ ایسا کرتا نہیں کہ '' فقر لا یحتاج'' ہے۔ فقیر کے پاس سونا چاندی اور مال و دولت آتی ہے اور وہ اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے اور اپنے لیے کچھ بھی نہیں رکھتا کہ '' فقر لا یحتاج'' ہے۔ فقیر کی زبان اللہ کی تلوار ہے اور وہ صاحبِ لفظ ہے یعنی وہ جو چاہتا ہے ''کُنْ'' کہہ کر پیدا کر لیتا ہے مگر وہ ایسا کرتا نہیں کہ '' فقر لا یحتاج'' ہے۔''

مرشدِ کامل کی تربیت طالبِ مولیٰ میں تسلیم و رضا کی عادت اتنی پختہ کرتی ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور ہر فعل پر پیار آتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ''عین الفقر'' کے باب دہم میں نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت حسن بصریؒ، مالک بن دینار، شفیق بلخی اور رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اکٹھے ہوئے اور بات صدق کے متعلق چل نکلی۔ حضرت حسن

بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:- ''طلبِ مولیٰ کے دعویٰ میں وہ شخص صادق نہیں جو اپنے مولیٰ کی طرف سے دی ہوئی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔'' اِس پر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا بولیں:- ''اِس بات سے ''مَیں'' کی بو آتی ہے۔'' حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:- ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اپنے رب کی طرف سے دی گئی تکلیف میں لذت نہیں پاتا۔'' حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا:- ''اِس بات سے بھی ''خودی'' کی بو آتی ہے۔'' اِس کے بعد مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بولے:- '' وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اپنے رب کی طرف سے دی گئی تکلیف پر شکر ادا نہیں کرتا۔'' اِس کے بعد رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نے فرمایا:- ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اپنے مطلوب کے مشاہدہ میں غرق ہو کر اپنے مولیٰ کی طرف سے دی گئی تکلیف سے بے خبر نہیں ہو جاتا۔'' یہ فقیر باھُو اِن جملہ اولیا' کو جواب دیتا ہے کہ وہ شخص اپنے دعویٰ میں ہرگز صادق نہیں جو خود کو فراموش کر کے توحیدِ حق تعالیٰ کے مشاہدہ میں غرق نہیں ہو جاتا۔'' یہ ہے تسلیم رضا کا وہ معیار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کردار میں قائم کیا اور جسے بعد میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اب تک قائم کئے چلے آ رہے ہیں اور یہی اِنسانیت کی معراج ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلانِ نبوت اور دعوتِ الی اللہ کے جواب میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لبیک کہا اور دل کی تصدیق کے ساتھ کلمہ طیب پڑھ کر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائے۔ اُن پر مصائب و تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، جو مومن غریب و نادار و غلام طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اُن پر پہلے ہی روز سے تشدد کی چکی چلا دی گئی۔ اُنہیں اتنی شدت سے جسمانی، روحانی اور مالی اذیتیں دی گئیں کہ اِنسان اُن کے تصور ہی سے کانپ اُٹھتا ہے، مگر آفرین ہے اُن کی ہمت اور استقلال پر کہ وہ ہر قسم کے ظلم و تشدد کے سامنے

ثابت قدمی سے ڈٹ گئے اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے چلے گئے۔ جو مومن معاشرہ میں صاحبِ حیثیت اور ذی عزت لوگ تھے اُن کو تحریص و ترغیب کے ذریعے دین حق سے برگشتہ کرنے پر اُکسایا گیا۔ اُنہیں طرح طرح کے دنیوی جاہ و مال کے لالچ دیئے گئے مگر جب اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی تو اُنہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا۔ اُن سے معاشرتی اور کاروباری میل جول بند کیا گیا حتیٰ کہ ایک دور ایسا آیا کہ سارے اہل مکہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سوشل بائیکاٹ کردیا۔ متواتر تین سال تک مومنین کی یہ جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں شعبِ ابی طالب میں اپنی ساری برادری کے سوشل بائیکاٹ کا شکار رہی لیکن قربان جائیے اُن کے جذبۂ ایمانی پر کہ ہر قسم کی سختیاں اُن کے ایمان کو متزلزل نہ کرسکیں۔ مومنین کے لیے یہ ایک ایسا امتحان تھا جو اُنہیں صبر و شکر اور تقویٰ کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر لے گیا اور دنیوی معاملات سے اُن کا دل سرد کر گیا۔ اُن سے معاش کے ذرائع چھوٹ گئے، غربت و مفلسی اور فاقہ کشی نے اُن کے گھروں میں ڈیرے ڈال دیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت و حوصلہ افزائی نے اُن کو عشق الٰہی اور عشق رسول کے ایسے ایسے رموز سے آشنا کرایا کہ یہ مصائب اور تکالیف اُن کی نظروں میں حقیر ہو کر رہ گئیں۔ رضائے الٰہی کا مفہوم اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آ گیا۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے دل سے اپنے گھربار اور علاقہ کی محبت ختم کرنے کے لئے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حبشہ کی طرف ہجرت کر گئی۔ کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد اُنہیں خبر ملی کہ مکہ میں اب مومنین کو امن نصیب ہو گیا ہے۔ (حالانکہ یہ خبر سچی نہیں تھی) تو وہ واپس لوٹ آئے اور جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ بعض صحابۂ کرام رضی

اللہ عنہم کے دل میں اب بھی کچھ نہ کچھ محبت اپنے آبائی گھروں کے لئے موجود ہے اس لیے آپ نے اُن کی اپنے گھر بار سے اُس جذباتی وابستگی کو ختم کرنے کا فیصلہ فرمایا اور مکہ کو چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرما دیا۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی اور تقریباً تمام مومنین آپ کی اتباع میں اپنے گھر بار، مال و اسباب، عزیز و اقارب اور کاروبارِ معاش کو عشق الٰہی پروار کے صرف اپنی جان کی پونجی لے کر مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے اور یوں ترک و توکل کا یہ انتہائی اعلیٰ سبق بھی اُنہوں نے ازبر کر لیا۔ آیئے ذرہ غور فرمائیں اور اپنے اپنے ایمان کا موازنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان سے کر کے دیکھیں۔ ہمیں اگر ایسے عملی ترک و توکل کے امتحان سے واسطہ پڑ جائے تو حقوق العباد کی آڑ میں ہمیں اپنے بیوی بچوں کی تنگدستی اور فاقہ کشی کا غم لاحق ہو جاتا ہے اور ہم فوراً حقوق العباد کے ''ثواب'' کے حصول میں لگ جاتے ہیں اور اُسی کو جنت الفردوس میں داخلہ کی سند سمجھ بیٹھتے ہیں، چند روز کے لئے دین حق کی تبلیغ کی خاطر اگر ہمیں گھر سے نکلنے کو کہا جائے تو ہم اُس سے بچنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراش لیتے ہیں اور اپنے گھر میں بیٹھ کر اُس جیسے کئی ''اعمالِ صالحہ'' گھڑ لیتے ہیں۔ طوعاً و کرہاً اگر ہم چند روز کے لئے گھر سے نکلنے کی قربانی دے بھی ڈالیں تو لوگ ہمیں ''بے وقوف، احمق، نادان'' اور ان جیسے کئی اور نادر ''القاب'' دے ڈالتے ہیں اور ہماری شان میں اس قسم کے تبصرے نشر کرتے ہیں:- ''لو جی ! چنگا بھلا آدمی تھا، معلوم نہیں اُسے کیا ہو گیا ہے کہ یکدم اپنا کاروبار چھوڑ کر گھر سے نکل گیا ہے، اُسے گھر میں بیوی بچے بھی نظر نہ آئے، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہیں فرمایا کہ ''پہلے اپنے بیوی بچوں کے حقوق پورے کرو۔'' اِس کے برعکس اگر کوئی شخص دولت کمانے کے لئے اپنا ملک بھی چھوڑ دے اور تین تین چار چار سال تک متواتر بیوی بچوں سے دور رہے تو کوئی مضائقہ نہیں، کوئی

اعتراض نہیں کرتا، نہ تو کسی کو بیوی کے ازدواجی حقوق کا خیال آتا ہے اور نہ ہی بچوں کے پیار کے حقوق کا خیال آتا ہے کیونکہ اُن کی نظر صرف اُس دولت پر لگی رہتی ہے جو وہ باہر سے کما کر لاتا ہے۔ گویا اس دور میں ہمارا مذہب اور ایمان صرف دولت کمانے تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر اِس ذہنیت کے لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ہوتے تو اُن کے اِس رویہ کی بنا پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُنہیں یقیناً ''منافق'' کہہ کر پکارتے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب ترک وتوکل کی اِس بھٹی سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُنہیں جانیں قربان کرنے کا حکم ملا اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ قربانی اُنہوں نے اِس شان سے دی کہ دنیا آج تک حیران چلی آتی ہے۔ جنگِ بدر کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مجاہدین کا انتخاب شروع فرمایا تو نوخیز لڑکے بھی انتخاب میں حصہ لینے آ گئے۔ ایک لڑکے نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کا انتخاب نہیں فرما رہے تو وہ صف میں پنجوں کے بل اکڑ کر کھڑا ہو گیا تاکہ دور سے مجاہدین سے قد میں برابر نظر آئے اور وہ منتخب کر لیا گیا۔ اُسے منتخب ہوتا دیکھ کر ایک اور لڑکا بھاگ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے تو جنگ میں حصہ لینے سے روک دیا ہے لیکن اِس لڑکے کو آپ نے اجازت عطا فرما دی ہے حالانکہ یہ طاقت میں مجھ سے کمتر ہے، آپ اِس سے میری کشتی کروا دیں اگر مَیں اِس سے ہار جاؤں تو بے شک مجھے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت نہ دی جائے لیکن اگر یہ مجھ سے ہار جائے تو پھر مجھے بھی اجازت عطا ہو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کی درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ دونوں لڑکے جب کشتی کے لئے میدان میں اُترے تو دوسرے لڑکے نے پہلے لڑکے سے آہستہ سے کہا:۔ ''بھائی یہ تو مَیں مانتا ہوں کہ تُو مجھ سے زیادہ زور آور ہے اور مَیں تجھے

نہیں گرا سکتا لیکن مَیں تجھ سے اُمید رکھتا ہوں کہ تُو مجھ سے جان بوجھ کر کسی بہانے ہار جاتا کہ مَیں بھی جہاد میں حصہ لے سکوں۔'' چنانچہ اُس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے پہلے لڑکے نے کسی نہ کسی بہانے سے یہ کشتی ہار دی۔ اِس طرح وہ دوسرا لڑکا بھی جنگ بدر کا مجاہد بن گیا۔ جنگ بدر ہوئی اور دنیا کی آنکھ نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ اُس جنگ میں مومنین اپنے قریب ترین عزیز و اقارب سے جنگ لڑ رہے ہیں اِس لئے کہ اُن کے عزیز و اقارب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن ہیں۔ کہیں بھائی بھائی سے لڑ رہا ہے اور کہیں باپ اور بیٹا مدِ مقابل ہیں اور کسی قسم کی رُو و رعایت کے بغیر محض اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لئے اُن پر تلوار چلا رہے ہیں۔ اِس جنگ کے کافی عرصہ بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایمان لے آئے تو ایک روز اُنہوں نے کہا:۔ '' ابا جان! جنگ بدر میں دو مرتبہ آپ میری تلوار کی زد میں آئے لیکن مَیں آپ سے درگزر کر گیا۔'' اِس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا:۔ '' مجھے اپنے رب کی قسم! اُس وقت اگر تم میری تلوار کی زد پر آجاتے تو مَیں تجھ سے ہرگز رعایت نہ کرتا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت اِس انداز سے فرمائی کہ اُن کے دل میں بجز محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کوئی جذبہ رہا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں جو چیز بھی حائل ہوئی کمالِ بے نیازی سے اُنہوں نے بغیر کسی تردد کے اُسے تباہ کر ڈالا۔ اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اِس قدر راسخ ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے کافی عرصہ بعد دو صحابی کہیں جا رہے تھے کہ ایک مقام پر راستہ دو طرف بٹ گیا، ایک طرف کا راستہ لمبا تھا اور دوسری طرف کا راستہ مختصر تھا۔ ایک صحابی مختصر راستے کی طرف بڑھے تو

دوسرے نے اُسے روک کر کہا:- ''اُدھر سے نہیں جانا بلکہ اُس لمبے راستے کی طرف سے جانا ہے کیونکہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسی مقام پر تشریف لے گئے تھے جہاں اب ہم جا رہے ہیں اور وہ اُس لمبے راستہ کی طرف لے گئے تھے۔'' پہلے صحابی نے کہا:- ''بھائی وہ تو لمبا راستہ ہے، جب کہ یہ مختصر راستہ ہے اور ہم جلدی پہنچ جائیں گے۔'' اِس پر دوسرے صحابی نے کہا:- ''تم کیسے مومن ہو کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مختصر راستہ سے نہیں گئے تھے، تم اُس پر جانے کے لئے بضد ہو۔'' یہ سن کر پہلا صحابی فوراً تائب ہوا اور لمبے راستہ کی طرف بڑھ گیا۔ یہ ہے ایمان والوں کا فلسفہ کہ وہ کیوں اور کیسے کے چکر میں نہیں پڑتے کیونکہ ایمان والے دل میں کیوں، کیسے، اگر، مگر اور لیکن جیسے سوال نہیں اُٹھا کرتے وہاں تو صرف ''ہاں'' ہوتی ہے کہ تسلیم رضا ہے ہی صرف ہاں۔

یہ ہے ہماری منزل کے لئے نشانِ راہ۔ آئیں اِصلاحی جماعت میں شامل ہو کر اِس نشانِ راہ کو روشن کریں، خود کو دنیا کی غلاظتوں سے محفوظ رکھ کر اپنے مقصدِ حیات کی طرف بڑھیں کہ دنیا ہماری راہزن ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:- (1) ''اَلدُّنیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْھَا صَوْمٌ'' ترجمہ:- ''دنیا کا ایک دن ہے جس میں ہم کو روزہ سے رہنا ہے۔'' (2) ''اَلدُّنیَا جَنَّۃُ الْحِمَارِ'' ترجمہ:- ''دنیا گدھوں کی جنت ہے۔'' (3) ''اَلدُّنیَا بَیْتُ الْکَلْبِ'' ترجمہ:- ''دنیا کتے کا گھر ہے۔'' (4) ''اَلدُّنیَا سَوَادُ الْقَلْبِ'' ترجمہ:- ''دنیا دل کی سیاہی ہے۔'' (5) ''لَذَّۃُ الدُّنیَا لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ'' ترجمہ:- ''دنیا کی لذت خنزیر کا گوشت ہے۔'' (6) ''عَیْشُ الدُّنیَا فَخْرُ الْکُفَّارِ'' ترجمہ:- ''عیش دنیا کفار کا فخر ہے۔'' (7) ''اَلدُّنیَا جِیْفَۃٌ

وَّ طَالِبُهَا كِلَابٌ" ترجمہ:- ''دنیا مردار ہے اور اُس کے طالب کتے ہیں۔'' (8) "كُلُّ دُنْيَا فِتْنَةٌ وَّحِجَابٌ بَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ الْعَبْدِ" ترجمہ:- ''ساری دنیا ایک فتنہ ہے اور دنیا ہی بندے اور اللہ کے درمیان حجاب ہے۔'' (9) "اَلدُّنْيَا مَنَامٌ وَّالْعَيْشُ فِيْهَا اِحْتِلَامٌ" ترجمہ:- ''دنیا ایک خواب ہے اور اُس میں عیش و عشرت احتلام ہے۔'' (10) "مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلدُّنْيَا فَهُوَ كَافِرٌ" ترجمہ:- '' جس نے دنیا کمانے کے لئے علم حاصل کیا وہ کافر ہے۔'' واضح ہو کہ عام طور پر مال و دولت کی فراوانی کو دنیا سمجھا جاتا ہے مگر دنیا کی تعریف یوں کی گئی ہے:- ''ہر وہ چیز دنیا ہے جو اللہ کی یاد سے ہٹا کر اپنی طرف مشغول کر لے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے:- "مَا شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ" ترجمہ :- ''جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنے ساتھ مشغول کر لے وہ تیرا بت ہے۔'' اگر تیرے پاس مال و دولت ہے لیکن تیرے دل میں اُس کی محبت نہیں ہے اور تُو بے دھڑک اُسے راہِ خدا میں صرف کرتا ہے تو یہ دنیا نہیں ہے البتہ اسبابِ زیست کو جب تُو اپنی مجبوری بنا لے گا تو تیرے لئے سب اسبابِ زیست دنیا بن جائیں گے۔ پس تُو دنیا میں رہتے ہوئے اُس سے دامن بچا کے نکل جا جیسے کہ مرغابی پانی میں رہتے ہوئے بھی اپنے پَر خشک رکھتی ہے اور دنیا سے اپنا نصیب اس طرح حاصل کر کہ جیسے بگلا پانی کے کنارے پر رہ کر اُس کے اندر سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے لیکن خود کو پانی میں غرق نہیں کرتا۔ تُو کاروبارِ دنیا کر مگر اللہ کے لئے، دنیا کا رزق کھا مگر اللہ کے لئے، دنیا میں چل پھر مگر اللہ کے لئے۔

ہر آں جائے کہ باشی با خدا باش ز علتہائے دنیاوی جدا باش
نمی گویم کہ از عالم جدا باش بہر کارے کہ باشی با خدا باش

ترجمہ:- ''جہاں بھی رہو دنیوی بکھیڑوں سے الگ ہو کر با خدا رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جہان بھر

سے علیحدگی اختیار کرلو بلکہ جو کام بھی کرو اُس میں یادِ خدا سے رہو۔''

جس حال میں رہو اپنی نظر توحیدِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے استغراق پر رکھو کہ :-

یقیں دانم دریں عالم کہ لا معبود اِلا ھُو و لاموجود فی الکونین لا مقصود اِلا ھُو

(سلطان باھوؒ)

ترجمہ :- ''مجھے پختہ یقین ہے کہ اِس جہان میں اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، نہ تو دونوں جہاں میں اللہ کے بغیر کسی کا وجود ہے اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کوئی مقصود ہے۔''

اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

WWW.ALFAQR.NET

حقیقتِ اِنسان اور اُس کا مقصدِ حیات

روئے زمین پر جب سے اِنسانی آبادی قائم ہوئی ہے اِنسان کے ذہن میں ہمیشہ ایسے سوالات جنم لیتے رہے ہیں کہ:- (1) مَیں کون ہوں؟ (2) میری ابتدا کیا ہے؟ (3) میری انتہا کیا ہے؟ (4) اِس دنیا میں آنے کا میرا مقصد کیا ہے؟ اِن سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لئے اِنسان نے جب بھی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اُس کی رہنمائی فرمائی اور ہر دور میں ہر خطے کے لوگوں کے درمیان اپنے نبی اور رسول بھیجے حتیٰ کہ وہ زمانہ آپہنچا جب روئے زمین کے تمام اِنسان ایک دوسرے کے اِتنے قریب آگئے کہ دنیا کے ایک سرے پر بیٹھا ہوا اِنسان دنیا کے دوسرے سرے پر بیٹھے ہوئے اِنسان سے باخبر رہنے لگا۔ ایسے وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری نبی آقائے نامدار حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیج کر بنی نوعِ اِنسان پر راہنمائی کی حجت تمام کردی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رہتی دنیا تک پوری نسلِ اِنسانی کے ہادی و راہنما ہیں اور ہدایت و راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے قرآن مجید کی صورت میں ایک مکمل ضابطۂ حیات ہمارے پاس لائے ہیں۔ جس خوش نصیب نے اپنی پہچان کی لئے اُن سے رجوع کیا اُسے اُن کی طرف سے کامل راہنمائی ملی اور وہ یقیناً اپنا مقصدِ حیات پورا کرگیا۔ اُسی نورِ ہدایت کی روشنی میں ہم اِنسان کی ابتدا و انتہا پر نظر ڈالتے ہیں۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:- ”کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ“ ترجمہ:- ”مَیں ایک پوشیدہ ومخفی خزانہ تھا، مَیں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، سومَیں نے مخلوق کو پیدا کیا۔“ اِس فرمانِ الٰہی سے واضح ہے کہ:- (1) ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کچھ نہ تھا۔ (2) اللہ

تعالیٰ نے اپنی پہچان کرانے کے لئے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا۔

اُس کے بعد کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنا ظہور کس طرح فرمایا؟ مخلوق کو کیسے پیدا فرمایا؟ اللہ تعالیٰ کی پہچان کس طرح ہوتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل کر لینا اِنسان کی انتہائی منزل ہے؟ یا معرفت و پہچان کے بعد اور کوئی مرحلہ ہے؟ اگر ہے تو وہ کونسا مرحلہ ہے؟ کیا وہ مرحلہ ہماری منزل مقصود ہے؟ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :-"مَنْ طَلَبَنِیْ فَقَدْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ وَجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ عَرَفَنِیْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَحَبَّنِیْ عَشَقَنِیْ وَمَنْ عَشَقَنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَعَلَیَّ دِیَتُہٗ وَاَنَا دِیَتُہٗ" ترجمہ:-"جو مجھے تلاش کرتا ہے وہ مجھے پالیتا ہے اور جو مجھے پالیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے اور جو مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے عشق میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جو میرا عاشق بنتا ہے میں اُسے قتل کر دیتا ہوں، جسے میں قتل کرتا ہوں اُس کی دیت میرے ذمہ ہو جاتی ہے اور میں ہی اُس کی دیت ہوں۔"

اِس حدیثِ قدسی میں اہم نکتہ یہ ہے کہ تخلیقِ اِنسان کا اصل مقصد تو اللہ کی معرفت و پہچان کے بعد ہی شروع ہوتا ہے اور وہ مقصد ہے "عشقِ اِلٰہی" سے بہرہ ور ہونا جس میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں یعنی "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا مصداق بننا پڑتا ہے۔ عشقِ اِلٰہی سے کیا کچھ حاصل ہوتا ہے؟ اِس کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے یہ فرما کر کر دی ہے کہ" میں اپنے عاشق کو قتل کر دیتا ہوں" یعنی اُس کے نفسِ امارہ کو قتل کر دیتا ہوں اور قتل کی دیت ہوتی ہے اور دیت کے طور پر میں خود کو طالب کے حوالے کر دیتا ہوں۔ گویا عشقِ اِلٰہی کا صلہ اللہ تعالیٰ یوں دیتا ہے کہ طالب اللہ کو پاک وطیب فرما کر اپنی ذات میں گم کر دیتا ہے جس سے طالب اللہ "فنا فی اللہ بقاباللہ" کا مرتبہ پالیتا ہے۔ "صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ "

اللہ تعالیٰ اپنے عاشق کو اپنی محبت میں اِس طرح گم کرتا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ یاد نہیں رہتا، نہ وہ اللہ کے سوا کسی کو جانتا ہے اور نہ اللہ کے سوا اُسے کوئی جانتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ ''اِنَّ اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ''

ترجمہ:۔ ''بے شک میرے خاص اولیا میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں جنہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔'' سو معلوم ہوا کہ تخلیق اِنسان کا مقصد یہ ہے کہ اِنسان اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان حاصل کرکے اُس کا عاشق بنے اور عشق کے میدان میں جان کی بازی ہار کے اپنے پیا کو جیت لے۔

اِس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی مَیں بازی جیتوں تو تجھے پا لوں ، ہاروں تو پیا تیری

اب ہم اِنسان کی تخلیق کے مرحلہ کی طرف آتے ہیں۔

حدیثِ قدسی ''کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا ---- الخ'' کی شرح میں سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''بداں کہ چوں نورِ احدی از حجلہ تنہائی وحدت بر مظاہر کثرت ارادہ فرمود، حسن خود را جلوہ بہ صفائی گرم بازاری نمود، بر شمع جمالش پروانہ کونین بسوزید و نقابِ میمِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پوشیدہ و صورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) گرفت۔'' (رسالہ روحی شریف) ترجمہ:۔ ''جان لے کہ جب اللہ واحد نے حجلہ تنہائی وحدت سے نکل کر کثرت میں ظہور فرمانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن و جمال کے جلوؤں کو صفائی دے کر عشق کا بازار گرم کیا جس سے ہر دو جہان اُس کے حسن و جمال کی شمع پر پروانہ وار جلنے لگے، اِس پر اللہ تعالیٰ نے میمِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نقاب پہنا اور صورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اختیار کر لی۔'' اور جب اپنے ہی آئینہ قدرت میں خود کو صورتِ احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دیکھا تو اپنے اُس روپ پر خود ہی عاشق و فریفتہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نورِ احمدی

(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا جوہر خاص بنا۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے " اَمــرِ کُــنْ "فرما کر نورِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوق کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَ کُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُوْرِیْ" ترجمہ:۔ ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ مبارک سے جب ارواح کو پیدا کیا گیا تو عشقِ الٰہی کا خاص جوہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصے میں آیا اور جب اپنے حسن وجمال کی نمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم کی مخلوق کی جملہ ارواح کو اپنے روبروصف آرا فرمایا تو خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں جلوہ گر فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ وَحْـدَہٗ لَا شَـرِیْـکَ ہے اس لئے وہ اسم وذات میں بھی ایک ہے۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسن بے مثال ولامحدود کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور حسنِ مطلق کی تعریف وذکر میں محو ہو گئیں، یہی تعریف، ذکر اللہ اور دیدارِ الٰہی کی نعمت جملہ ارواح کا رزق بنی اور وہ اسی رزق پر پلنے لگیں۔ حسن و دیدار کی نمائش کے بعد مزید شفقت ومہربانی فرمائی اور اپنا حسن بیان بھی ظاہر فرما دیا تاکہ مخلوق اپنے خالق کی مکمل پہچان اور معرفت حاصل کرلے۔ قولہ تعالیٰ:۔ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ " (پارہ۹، الاعراف ۱۷۲) ترجمہ:۔ ''کیا تم میرے حسن وجمال کے جلووں اور، میرے ذکر پر پل نہیں رہے ہو؟ سُبْحَـانَ اللّٰہِ ! کیا حسن بیان ہے؟'' فرمایا گیا ہے کہ اگر تمہارا مطلب صرف پلنے تک ہے تو کیا تم پلنے میں کوئی کمی محسوس کر رہے ہو؟ تمام ارواح اِس حسن بیان کو دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھیں، قولہ تعالیٰ:۔ ''قَـالُوْا بَلٰی'' ترجمہ:۔ ''کہا! ہاں کیوں نہیں؟'' یعنی ہاں! اے ہمارے رب! ہم تیرے حسن و جمال کے جلووں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کہاں سے پل رہے ہیں؟ اِس پر اللہ

تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت ہی بھاری امانت کی مشقت اُن پر ڈالنی چاہی اور فرمایا:- ''کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا بار اُٹھاتا ہے؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟'' لیکن ارواحِ انسانی کے سوا سب ارواح نے اُس بارِ امانت کے اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشقِ الٰہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے، اِس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے:- ''اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَی الْمَحْبُوْبِ'' ترجمہ:- ''عشق ایک آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔'' صرف اِنسان ہی تھا جو اِس جان لیوا آگ میں کود گیا اور خود کو ہر دم کی خلش میں مبتلا کر گیا۔

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن عاشق بہہ سکیندے ھُو

گھت کے جان جگر وچ آرہ ویکھ کباب تلیندے ھُو

سرگردان پھرن ہر ویلے خون جگر دا پیندے ھُو

ہوئے ہزاراں عاشق باھُو پر عشق نصیب کہیندے ھُو

ترجمہ:- ''عاشق لوگ عشق کی آگ میں اپنی ہڈیوں کا ایندھن جلاتے ہیں، عشق کے آرے سے اپنی جان و جگر کو چیر کر اُس کے کباب بناتے ہیں اور اپنے محبوب کی طلب میں سرگردان ہو کر خونِ جگر پیتے ہیں، اے باھُو! عشق کا دعویٰ تو ہزاروں لوگوں نے کیا لیکن عشق نصیب کسی کسی کو ہوا۔''

اِس واقعہ کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے، قولہٗ تعالیٰ:- '' اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا '' (پارہ ۲۲، الاحزاب ۷۲) ترجمہ:- ''ہم نے بارِ امانت کو

آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا، سب نے اُس کے اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن (عاشق) اِنسان نے اُسے اٹھالیا، بے شک وہ اپنے نفس کے لئے) ظالم اور نادان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کو حضرتِ انسان کی اِس ہمت و جرأت پر بڑا پیار آیا اور اِن الفاظ میں اُس کی قدر افزائی فرمائی:۔'' اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا '' یعنی ارے او نادان! ارے او ظالم! تُو نے یہ کیا کر دیا؟ تمام مخلوق تو اِس بارِ امانت کے اُٹھانے سے گریزاں ہے اور تُو ہے کہ اپنی جان پر اِتنا بوجھ ڈالنے کے لئے تیار ہو گیا ہے، تُو کیوں اپنی جان پر اتنا ظلم کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طنز یا تنقید نہیں بلکہ اِنسان پر اللہ تعالیٰ کا ناز ہے جس کا اندازِ بیان دلربا ہے۔ اِنسان کی اِس ہمت و جرأت کا صلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اُس نے اِنسان کو اپنی خلافت و نیابت کا حق دار قرار دے دیا اور باقی تمام مخلوق کا سردار بنا دیا۔

ہر کہ عاشق شد مطلق ذات را اوست سید جملہ موجودات را

ترجمہ:۔''جو شخص اُس ذاتِ مطلق کا عاشق ہوا وہ جملہ موجودات کا سردار ٹھہرا۔''

اور اُسے ایسی عزت اور ایسا شرف عطا فرمایا کہ اِنسان کے دل کو اپنا گھر بنایا، اُس میں ''اسم اللہ ذات'' کی صورت میں اپنا جلوہ فرما کر اُسے اپنا مظہر بنایا اور اُسے اپنا بھید قرار دیا۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ '' اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّهٗ '' ترجمہ:۔''اِنسان میرا بھید ہے اور مَیں اِنسان کا بھید ہوں۔'' فرشتوں تک کو اُس کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا۔ قولہ تعالیٰ:۔ '' اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً '' (پارہ ۱، البقرہ ۳۰) ترجمہ:۔'' مَیں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' خلافت سے کماحقہٗ عہدہ برا ہونے کا اہل بنانے کے لئے اِنسان میں اپنا جوہرِ خاص یعنی اپنی روح پھونکی۔ یہ شرف اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) اور اُن کی ساری اولاد کو بخشا۔ قولہٗ

تعالیٰ:- ''وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ'' (پارہ ۱۵، بنی اسرائیل ۷۰) ترجمہ:- ''اور ہم نے اولادِ آدم کو مکرم کیا ہے'' یعنی عزت والا بنایا ہے۔

''یومِ الست'' اِنسان نے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو ہو کر سرِ محفل اُس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہجر و فراق کی بھٹی میں ڈال کر اُس کے جذبۂ عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور ہزاروں قسم کے پردے حائل کر کے اُسے دنیا کے کمرۂ امتحان میں لا کھڑا کیا۔ اِنسان جب دنیا کے دارالامتحان میں اُترا تو اُسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اصل پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو اُسے محفوظ بھی رکھتا ہے اور اُس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اُس پردے کو اُس چیز کا ظاہر اور اُس کی اصل کو اُس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادام کو لے لیجیے کہ اُس کی اصل (یعنی مغز) پر لکڑی کا ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا ہے جو اُس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اُس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اُس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اِسی طرح مالٹے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کی ساخت کا مادہ (مٹیریل) اُس کی ''اصل'' کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف اُن کی ''اصل'' کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیوی زندگی میں چیزوں کی ''اصل'' پر یہ حفاظتی پردے نہ ہوں تو چیزیں ضائع و برباد ہو جاتی ہیں۔ یہی حال نماز کا ہے کہ نماز کا ''ظاہر'' الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ زبان سے پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دیدارِ الٰہی اور قربِ الٰہی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' ترجمہ:- ''نماز مومنوں کی معراج ہے'' اور معراج اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کا نام ہے۔

''ملتا ہے کیا نماز میں سجدہ میں جا کے دیکھ''

قرآن مجید کی کیفیت بھی اِسی طرح ہے یعنی قرآن کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے آج کل

کاغذ پر سیاہی سے لکھا جاتا ہے لیکن قرآن کریم کا باطن سراسر نورِ الٰہی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:- " اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ " (پارہ ۲۷، الواقعہ ۷۷تا۷۹) ترجمہ:- "بے شک قرآن کریم (کا نوری وجود بھی) ہے جو ایک پوشیدہ کتاب کے اندر محفوظ ہے جسے نہیں چھو سکتے مگر پاک و طاہر لوگ۔" یعنی ناپاک نفسانی لوگ قرآن کریم کے نوری وجود تک رسائی نہیں پا سکتے۔ قولہٗ تعالیٰ:- " كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ " (پارہ ۳۰ عبس) ترجمہ:- "خبردار! تحقیق یہ قرآن ذکر کی دعوت عام ہے جس کا جی چاہے اِس دعوتِ ذکر میں شامل ہو جائے، اِس کی نوری تحریر عزت والے بلند و پاک صحیفوں کے اندر محفوظ ہے جسے عزت والے پاک فرشتوں نے لکھا ہے۔" گویا قرآن مجید کا باطن سراسر نورِ الٰہی ہے اور اُس کی شان یہ ہے کہ:- قولہٗ تعالیٰ:- " لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ " (پارہ ۲۸، الحشر ۲۱) ترجمہ:- "اگر ہم اِس قرآن کو پہاڑ پر نازل فرماتے تو تُو دیکھتا کہ پہاڑ قرآن مجید میں پوشیدہ اللہ کے نوری جلال سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔" اِنسانی روح سے بھی یہی سلوک کیا گیا کہ اُسے دنیا کے مادی سفلی جہان کا مادی عنصری سفلی جسم دے دیا گیا جو اُس کے لطیف روحانی جسم کے لئے بمنزلہ پوست، چھلکے یا لباس کے ہے اور اِس مادی دنیا میں اُس کے رہنے سہنے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لئے سواری کا کام دیتا ہے اور اِس سواری کی باگ ڈور اِنسان کے لطیف روحانی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اُس پر تین شکاری (نفس امارہ، شیطان اور دنیا) چھوڑ دیئے گئے جو اُس کو گھیر کر اُس سے اللہ تعالیٰ کی امانت ضائع کرانے کے درپے رہتے ہیں۔ اگر اِنسان اپنی سواری (ظاہری عنصری حیوانی جسم) کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراط

مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصدِ حیات کو پا لے گا- اِس کے برعکس اگر شیطان، نفس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اُس پر غلبہ پا کر سواری کی باگ ڈور اُس سے چھین لی تو وہ اِس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذلت سے دوچار ہو جائے گا- گویا اِس دنیا میں اِنسان دو جسموں کا مجموعہ ہے، ایک مادی عنصری جسم ہے جس کی پیدائش نطفے یعنی مردار منی کے قطرے سے ہے اور یہ عالمِ خلق کی چیز ہے- دوسرا علوی لطیف روحانی جسم ہے جسے روح کہا گیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ امر کی چیز ہے- ہر دو جسموں کا میلان اور رجحان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے جیسے کہ فرمایا گیا ہے:-"کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ" ترجمہ:-"ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے-" مادی حیوانی جسم کی بناوٹ و ترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیا اور مادی عناصر (ٹھوس، مائع، گیس) سے ہے اِس لئے اُس کا میلان و رجحان دنیا اور مادی غذاؤں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے- اِن سب مادی سفلی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں " دَآبَّۃ " کہہ کر پکارا ہے اور اُن کے حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے:-"وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا" (پارہ ۱۲، ھود ۶) ترجمہ:-" نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے-" حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرما دیا ہے اور عام حالات میں اُس میں کمی یا بیشی نہیں ہوتی چاہے اُس کے لئے جتنی بھی کوشش اور جتن کر لئے جائیں، جتنے بھی مکر و فریب اور حیلے کر لئے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا- البتہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گنا سے ستر گنا بڑھا دی جاتی ہے- اُس روزی کی سپلائی کا انتظام بھی مکمل ہے، فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اِس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت اور جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اِس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اُسے موت نہیں آتی- اُس روزی کی ترسیل

کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو راستے رکھے ہیں۔ ایک راستہ توکل کا ہے اور دوسرا راستہ مشقت کا ہے۔ جو شخص روزی کے بکھیڑوں اور تفکرات سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جستجو میں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی کا ذمہ تو اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے وہ جیسے اور جس طرح چاہے گا پہنچاتا رہے گا، مجھے اس کے لئے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو وہ متوکل ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے :۔ (1) ''وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ'' (پارہ ۲۸، طلاق ۳) ترجمہ:۔ ''جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اس کے لئے اللہ کافی ہے۔'' (2) ''وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ'' (پارہ ۲، البقرہ ۲۱۲) ترجمہ:۔ ''اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ اس کی مکمل کفالت فرماتا ہے لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے اور وہ اللہ پر بھروسہ نہیں کر سکتا اور اس کی نظر اسباب پر لگی رہتی ہے تو وہ مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے۔ مشقت کی کروڑوں قسمیں پیدا کر دی گئی ہیں، جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔ کھیتی باڑی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے یا دستی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتخاب کی آزادی ہے۔ مشقت کے بھی دو راستے ہیں، ایک حرام کا راستہ اور دوسرا حلال کا۔ اگر حلال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع واسباب اسے مہیا کر دیے جائیں گے اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع واسباب اسے مہیا کر دیے جائیں گے۔ اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے روزی پہنچائی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہرحال اچھی نہیں کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''مالِ دنیا دو طرح کا ہے ایک حرام کے ذرائع سے کمایا ہوا اور دوسرا حلال کے ذرائع سے کمایا ہوا اور یہ دونوں برے ہیں۔ حرام کا کمایا ہوا مال اس لئے برا ہے کہ اس پر سزا ہے اور حلال

کا کمایا ہوا اس لئے برا ہے کہ اُس کا حساب ہے۔ پل صراط پر روک کر پوچھا جائے گا کہ کمائی تو تیری حلال کی تھی لیکن اُس کے خرچ کا حساب دے کر جاؤ۔ اِس طرح اُسے حساب تک روک کر رکھا جائے گا اور جو چیز اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں رکاوٹ بن جائے وہ ہر حال میں بری ہے۔'' گویا انسان کو اُس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بد عقیدہ ہو گیا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر اعتماد نہیں ہے اور رات دن اپنے زورِ بازو کے سہارے اپنے مقدر کیے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تلا رہتا ہے۔ دوسری طرف اِنسان کا لطیف روحانی جسم چوں کہ اللہ تعالیٰ کے عالمِ امر کی چیز ہے اِس لئے اُس کا طبعی میلان اور رجحان اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب و وصال اور محبتِ الٰہی کی طرف رہتا ہے۔ اُس کی روزی اس مادی جہان میں نہیں رکھی گئی بلکہ آسمانوں میں رکھی گئی ہے۔ قولہ تعالیٰ:- '' وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ'' (پارہ ۲۶، الذاریات ۲۲) ترجمہ:- ''اور تمہارا رزق آسمانوں میں ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' یہ آسمانی نورانی رزق وہ غذا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر فکر، عبادت و طاعت، خیرات و صدقات اور نیک اعمال کے انوار پر مشتمل ہے اور جملہ عالمِ غیب ملائکہ اور ارواح اِسی پر پلتی ہیں۔ مادی دنیا میں اِنسان کا حیوانی جسم جب کام کاج کرنے اور روزی کمانے سے عاجز رہ جاتا ہے تو اُس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے اور مناسب غذا کے نہ ملنے سے کمزور ہو کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے۔ اِسی طرح روحانی دنیا میں اِنسان کا روحانی جسم جب اپنی باطنی نورانی غذا کے کسب و کمائی سے روک دیا جاتا ہے تو اُس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے اور یہ ضعیف و ناتواں ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے محروم ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ:- ''وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی'' (پارہ ۱۶، طٰہٰ ۱۲۴) ترجمہ:- ''اور جو شخص میرے ذکر سے روگردانی

کرتا ہے اُس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے اور قیامت کے روز اُسے اندھا اُٹھایا جائے گا۔'' اِس آیت مبارکہ میں ظاہری جسم کی روزی کی بجائے روحانی روزی کی تنگی کا ذکر ہے۔ جس طرح اِنسان کے ظاہری اور باطنی جسموں کی ساخت اور روزی جدا جدا ہے اُسی طرح دونوں جسموں کے حواس کی صلاحیت اور استعداد بھی جدا جدا ہے۔ اِنسان کے باطنی حواس اُس کے ظاہری حواس کی نسبت کہیں زیادہ وسعت و صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثلاً دل ہی کو لے لیجیے کہ حیوانی جسم کا دل گوشت کا چھوٹا سا عضو ہے جو ظاہری جسم میں دورانِ خون کو سنبھالتا ہے لیکن باطنی روحانی جسم کے دل کی وسعت لا محدود ہے۔ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ '' لَا یَسَعُنِیۡ اَرۡضِیۡ وَلَا سَمَائِیۡ وَلٰکِنۡ یَسَعُنِیۡ قَلۡبُ عَبۡدِی الۡمُؤۡمِنِ'' ترجمہ:۔ '' مَیں زمین میں نہیں سماتا اور مَیں آسمانوں میں نہیں سماتا لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سماتا ہوں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کے متعلق فرمایا ہے:۔ '' قَلۡبُ الۡمُؤۡمِنِ عَرۡشُ اللّٰہِ تَعَالٰی '' ترجمہ:۔ ''مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔'' یعنی باطنی روحانی جسم کے دل کی وسعت لامحدود ہے، نہ اُس کی کوئی حد ہے اور نہ حساب۔ اِسی طرح ظاہری حیوانی جسم کے ہاتھ پاؤں صرف چند فٹ کے فاصلے تک تصرف کر سکتے ہیں اور اُس کی آنکھیں، کان، اور زبان چند سو گز کے فاصلے تک تصرف کر سکتے ہیں لیکن روحانی جسم کے اِن اعضا کی صلاحیت و کارکردگی کا اندازہ اُس حدیثِ پاک سے کیجیے جسے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔ حارث بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مَیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا:۔ ''اے حارث! آج کا دن تم نے کس حال میں پایا؟'' مَیں نے عرض کی:۔ ''سچا مومن ہو کر۔'' آپ نے پوچھا:۔

''تمہارے ایمان کی کیفیت کیا ہے؟'' میں نے عرض کی:- '' وَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَّ کَاَنِّیْ اَنْظُرُاِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَاوَکَاَنِّیْ اَنْظُرُاِلٰی اَھْلِ النَّارِ یَتَضَاغَوْنَ فِیْھَا '' ترجمہ:- '' میرے ایمان کی حالت یہ ہے کہ میں اپنے رب کے عرش کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے دیکھ رہا ہوں۔'' سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حکم پر ملکہ بلقیس کا چار سو من وزنی تخت چھ سو میل کے فاصلے سے آنکھ جھپکنے کی دیر سے بھی کم وقت میں آپ کی خدمت میں حاضر کر دیتے ہیں حالانکہ اُن کا گوشت پوست کا ظاہری جسم تو اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں، اُن کے روحانی جسم کے ہاتھ پیر اور آنکھوں کا تصرف اتنا ہے کہ طرفۃ العین میں ایک بظاہر ناممکن کام کو کر دکھایا۔ اِنسان کو اشرف المخلوقات کا مرتبہ اُسی روحانی جسم کی استعداد کی بنا پر عطا کیا گیا ہے ورنہ ظاہری حیوانی جسم میں ایسا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس ظاہری جسم کی تخلیق کے وقت تو اسے دیکھ کر ملائکہ بھی تعجب کا شکار ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے تعجب کا اظہار بھی کر بیٹھے تھے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اِنسان کے ظاہر میں اُلجھ کر مت رہ جاؤ بلکہ:- قولہ تعالیٰ:- '' فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْلَہٗ سٰجِدِیْنَ '' (پارہ ۱۴، الحجر ۲۹) ترجمہ:- ''جب میں اِسے تیار کر لوں اور اِس میں اپنی روح پھونک لوں تو تم اِس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ۔'' معلوم ہوا کہ ملائکہ پر برتری کا سبب اِنسان کا روحانی جسم ہی بنا ہے۔ روحانی جسم کی فطرت اسلام پر واقع ہوئی ہے اور اُس کے اندر دینی و اسلامی استعداد ازل سے موجود ہے۔ اُسی استعداد اور فطرت کو سلامت رکھنے، تربیت دینے، پروان چڑھانے اور مکمل کرنے کا نام اسلام، ایمان اور عرفان ہے اور اُسی کو عشق،

وصال، مشاہدہ، فنا اور بقا کہا جاتا ہے اور اُسی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں یہ دعا سکھائی ہے۔ ''رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' (پارہ ۲۸، التحریم ۸) ترجمہ:۔ ''اے ہمارے رب ہمارے نور کو مکمل کر دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک تُو ہر شے پر قادر ہے۔'' اِس دعا میں اُسی نورانی روحانی جسم کی تکمیل کی التجا تعلیم فرمائی گئی ہے۔ ان دو ظاہری اور روحانی جسموں کے درمیان انسانی وجود ہیں آزمائش کے طور پر لڑائی اور جھگڑا واقع ہوا ہے اور جو جسم غالب آجاتا ہے اُس کی حکومت انسانی وجود میں قائم ہو جاتی ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔ ''اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ق نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا'' (پارہ ۲۹، الدھر ۲) ترجمہ:۔ ''ہم نے اِنسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اُس کی آزمائش کریں اور اُسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔'' یہاں ملے جلے نطفے سے مراد انسان کے یہ دونوں جسم ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے روحانی باطنی جسم کی تکمیل کریں جو صرف قلبی ذکر اللہ ہی سے ممکن ہے کیونکہ روحانی جسم کی غذا و خوراک ذکر اللہ ہے جسے دائمی طور پر جاری کر کے ہی ہم اپنے روحانی باطنی جسم کو توانا و تندرست و مکمل کر سکتے ہیں۔ ذکر اللہ کی سب سے آسان اور زود اثر صورت تصور اسم اللہ ذات ہے۔ اِنسان جب تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے ذکر اللہ کرتا ہے تو ذکر اللہ کی نوری غذا سے اِنسان کا قلب زندہ و بیدار ہو کر ذکر اللہ میں لگ جاتا ہے جس سے روحانی جسم کو اتنی قوت و توانائی حاصل ہوتی ہے کہ اُس کے سارے باطنی حواس مکمل ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال میں دیدار و مشاہدہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور انسان کائنات کی ہر شے کے مشاہدہ اور اُس کے تصرف پر قادر ہو جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔ '' اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ

تُوْعَدُوْنَ " (پارہ ۲۴، حم السجدہ ۳۰) ترجمہ :- "تحقیق وہ لوگ جنہوں نے عہد کرلیا کہ ہمارا معبود و مقصود اللہ تعالیٰ ہے اور اِس بات پر ثابت قدم رہے، اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو اُنہیں خوشخبری اور بشارت دیتے ہیں کہ تمہیں آخرت کا مطلق خوف و غم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اُس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔" معلوم ہوا کہ اِنسانوں کی طرف اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے جو اُنہیں خوشخبریاں دیتے ہیں لیکن اُن فرشتوں کو دیکھتا اور اُن کا کلام سنتا وہی شخص ہے جس کی روح بیدار ہو، جس کا دل زندہ ہو اور جس کے روحانی جسم کے کان اور آنکھیں بحال ہوں۔ مردہ دل نفسانی لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے کہ وہ عالمِ غیب کی مخلوق کو دیکھ سکیں یا اُن کا کلام سن سکیں۔ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ شبِ برأت میں اللہ تعالیٰ پہلے آسمان سے اعلان فرماتا ہے:- "ہے کوئی میرا بندہ جو مجھ سے مانگے؟ تا کہ میں اُسے عطا کردوں۔" جن لوگوں کی ارواح و دل زندہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے اِس اعلان کو سنتے بھی ہیں اور اِس سے فائدہ بھی اُٹھاتے ہیں۔ اِس کے برعکس مردہ دل لوگ اللہ تعالیٰ کے اِس اعلان کو نہ تو سن سکتے ہیں اور نہ ہی اِس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو محض حیوان ہیں بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ:- " وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۡ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ " (پارہ ۹، الاعراف ۱۷۹) ترجمہ:- "اور بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے، یہ اِس لئے کہ اُن کے پاس دل ہیں لیکن یہ لوگ دل کی تحقیق نہیں کرتے، اُن کے پاس (دل کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ اُن سے دیکھتے نہیں، اُن کے پاس (دل کے) کان تو ہیں لیکن یہ اُن کانوں سے سنتے نہیں۔ یہ چوپائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ اُن

سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں کہ یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق محض اس غرض سے کی کہ اُس کی پہچان ہو، اُس کے جمال و جلال کے جلوے آشکارہ ہوں اور اُس کے حسن و جمال پر مر مٹنے والا کوئی عاشق ہو۔ اِس لئے تخلیق کے عمل سے گزر کر جب تمام ارواح اُس کی بارگاہِ حسن میں صف آرا ہوئیں تو ارواحِ اِنسانی اُس کے عشق میں مبتلا ہو گئیں اور اپنے عشق کا برملا اظہار بھی کر بیٹھیں۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت اِنسان کو آزمائش کی غرض سے دنیا کے کمرۂ امتحان میں بھیج دیا اور انتہائی شفقت و مہربانی سے یہ رعایت بھی عنایت فرما دی کہ اُسے اپنی طرف بار بار متوجہ کرنے کے سامان مہیا فرما دیئے۔ انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی صورت میں اُسے ہادی اور راہنما بھی عطا فرما دیئے تاکہ وہ اُسے اِمتحان میں کامیابی کے گُر سکھاتے رہیں۔ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو اپنی طرف توجہ دلائی ہے، مثال کے طور پر قولہٗ تعالیٰ:۔'' یٰٓاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ '' (پارہ ۳۰، الانشقاق ۶) ترجمہ:۔'' اے اِنسان! بے شک تو اللہ کی طرف کوشش کرنے والا اور اُس سے ملاقات کرنے والا ہے۔'' قولہٗ تعالیٰ:۔'' فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ '' (پارہ ۲۷، الذاریات ۵۰) ترجمہ:۔ ''پس دوڑ اللہ کی طرف'' قولہٗ تعالیٰ:۔ '' اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا '' (پارہ ۱۸، الفرقان ۲۰) ترجمہ:۔'' آیا تم صبر کیے بیٹھے ہو؟ اور تمہارا رب تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔'' قولہٗ تعالیٰ:۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (پارہ ۲۱، العنکبوت ۶۹) ترجمہ:۔''جو لوگ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں ہم اُنہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھا دیتے ہیں۔'' قولہٗ تعالیٰ:۔ '' فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا '' (پارہ ۱۶، الکہف ۱۱۰) ترجمہ:۔''جو شخص اپنے رب کا دیدار کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ اعمالِ صالحہ اختیار کرے۔''

قولہ تعالیٰ:- "اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا" (پارہ۱۶، الکہف ۱۰۵) ترجمہ:- "جن لوگوں نے اپنے رب کی نشانیوں اور اُس کے دیدار کا انکار کیا اُن کے اعمال ضائع ہوگئے۔ ہم اُن کے لئے قیامت کے دن کوئی تول قائم نہ کریں گے۔" (یعنی بغیر حساب کے اُنہیں جہنم رسید کیا جائے گا)۔ قولہ تعالیٰ:- "قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ" (پارہ۷، الانعام ۳۱) ترجمہ:- "بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کو جھٹلایا" قولہ تعالیٰ:- "وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی" (پارہ۱۵، بنی اسرائیل ۷۲) ترجمہ:- "جو شخص اِس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (دیدارِ الٰہی سے) اندھا رہے گا۔" قولہ تعالیٰ:- "وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" (پارہ۲۷، الذاریات ۲۱) ترجمہ:- "اور میں تمہاری جان کے اندر ہوں کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟" قولہ تعالیٰ:- "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ق فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" (پارہ۱، البقرہ ۱۱۵) ترجمہ:- "اور مشرق و مغرب اللہ کے لئے ہیں (مشرق و مغرب میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مظاہر ہیں) لہٰذا تم جدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ (اُس کی شان کے مطابق) نظر آئے گا۔" اِس طرح کی دعوت و ترغیبات کے ذریعے اللہ تعالیٰ بنی نوعِ اِنسان کو بار بار اپنی طرف متوجہ کرتا رہا ہے۔ اِنسان چاہے تو اُسے ازلی نورِ بصیرت میسر آسکتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے خالق و مالک کا قرب و وصال، مشاہدہ و دیدار حاصل کر کے اپنا مقصدِ حیات پا سکتا ہے، صرف وہ نگاہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو انوارِ الٰہی کو جذب کر سکے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

نگاہ پیدا کر اے غافل تجلی عینِ فطرت ہے ۔۔۔ کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

ترجمہ:- ''اے غافل اِنسان کیا تُو سمجھتا ہے کہ دیدارِ الٰہی ناممکن ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو مخلوق کو پیدا ہی اس لئے فرمایا ہے کہ اپنے حسن و جمال کی نمائش کرے، اِس لئے تجلّی فرمانا تو اُس کی چاہت ہے، کمی ہے تو تیری بصارت میں ہے، اے اِنسان! تُو تو اس کے دریائے توحید کی ایک موج ہے پھر وہ تجھ سے بیگانہ کب رہ سکتا ہے؟ تجھے چاہیے کہ اُس کے جلووں کی تاب لانے والی نگاہ پیدا کر۔''

کھلے جاتے ہیں اسرارِ نہانی گیا دورِ حدیثِ لَنْ تَرَانِیْ

(علامہ محمد اقبالؒ)

ترجمہ:- ''وہ دور گزر چکا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کو طلبِ دیدار کے جواب میں '' لَنْ تَرَانِیْ '' (تم میرا دیدار نہیں کرسکتے) فرمادیا کرتا تھا۔ آج کل تو اُس کا دیدار عام ہے اور وہ روز بروز اپنے بھید کھولتا جارہا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایسی پاکیزہ ہستیوں کو مامور کیا ہے جو اُس کے قرب کی ہر منزل و ہر مقام سے واقف ہیں اور عوام الناس کی راہبری کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہیں۔ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق اپنی کتاب ''نورالہدیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:- ''مجھے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص فضل و کرم سے مرشدی کے کامل، مکمل، اکمل اور نورالہدیٰ مراتب سے خلق کی راہبری کے لئے تیار فرمایا ہے، اگر طالب اللہ صادق ہے اور مشتاقِ دیدارِ حق تعالیٰ ہے تو فقیر باھُو کو اُسے ایک ہی توجہ سے واصل باللہ کرنا کون سا مشکل کام ہے؟''

''رسالہ روحی شریف'' میں آپ تحریر فرماتے ہیں:- ''تا آنکہ از لطفِ ازلی، سرفرازی عین عنایت

حق الحق حاصل شدہ واز حضور فائض النور اکرم نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حکم ارشاد خلق شدہ، چہ مسلم وچہ کافر، چہ بانصیب وچہ بے نصیب، چہ زندہ وچہ مردہ۔ ''ترجمہ:۔ ''جب سے لطفِ ازلی کی بدولت عین عنایت حق تعالیٰ کی سرفرازی حاصل ہوئی ہے اور حضور فائض النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے تمام خلقت کو، کیا مسلم اور کیا کافر، کیا بانصیب اور کیا بے نصیب، کیا زندہ اور کیا مردہ، سب کو ہدایت وتلقین کرنے کا حکم ملا ہے۔'' رسالہ روحی شریف میں آپ مزید فرماتے ہیں:۔

ہر کہ طالب حق بود، من حاضرم ز ابتدا تا انتہا یک دم برم

طالب بیا! طالب بیا! طالب بیا! تا رسانم روز اول با خدا

ترجمہ:۔ ''جو شخص حق کا طالب ہے میں اُس کی مطلب براری کے لئے حاضر ہوں اور یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اُسے پل بھر میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دوں گا۔ اے طالب آ! اے طالب آ! اے طالب آ تا کہ میں تجھے پہلے ہی روز خدا سے ملا دوں۔''

اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

دین اسلام کی اصل مراد، قرآن مجید کے نزول کی حقیقی غرض اور مذہب کی اصل منشا اللہ تعالیٰ کی معرفت، قرب و وصال اور مشاہدہ و دیدارِ ذات ہے اور کسی بھی چیز کی پہچان دیکھے بغیر ممکن نہیں۔ دیکھنے اور پہچاننے کے لئے دو طرح کے نور کی ضرورت ہوتی ہے، ایک آنکھوں کی بینائی کا نور اور دوسرا روشنی کا نور۔ اللہ تعالیٰ کی پہچان چونکہ اِنسان باطنی طور پر کرتا ہے اِس لئے باطن میں بھی اِنسان دو قسم کے نور کا محتاج ہوتا ہے، ایک چشمِ باطن کا نور جسے نورِ یقین یا نورِ ایمان کہتے ہیں اور دوسرا دعوت و ہدایتِ انبیاؑ و اولیا کا نور ہے۔ ظاہری دنیا میں نور کا سب سے بڑا ذریعہ ومخزن سورج ہے جس سے ہماری مادی دنیا روشن ہے لیکن باطنی دنیا میں نور کا سب سے بڑا ذریعہ ومعدن ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ''سِرَاجًا مُّنِيْرًا'' کہہ کر پکارا ہے۔ قولہ تعالیٰ:۔ ''يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا'' (پارہ۲۲، الاحزاب ۴۵-۴۶) ترجمہ:۔ ''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد (شہادت دینے والا، حاضر و ناظر)، مبشر (بشارت وخوشخبری دینے والا)، نذیر (غضبِ الٰہی سے ڈرانے والا)، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔'' دنیا میں اشیا کو دیکھنے کے لئے دونوں نور یعنی آنکھیں اور روشنی لازم وملزوم ہیں اِن میں سے اگر ایک نہ ہو تو دوسری بے کار ہے۔ آنکھیں ہوں اور روشنی نہ ہو تو آنکھیں بے کار ثابت ہوتی ہیں اور اگر روشنی ہو مگر آنکھیں نہ ہوں تو روشنی بے سود ہو جاتی ہے اور تمام روشن دنیا تاریک نظر آتی ہے۔ اِسی طرح باطن میں اگر نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی راہنمائی حاصل نہ ہو تو باطنی

آنکھ اللہ تعالیٰ کی شناخت و پہچان سے معذور رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسانِ عظیم فرمایا کہ ہمیں نورِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے فیض یاب ہونے کا موقع فراہم فرمایا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔" لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ " (پارہ ۴، آل عمران ۱۶۴) ترجمہ:۔ "اللہ نے اہل ایمان پر بہت احسان فرمایا کہ اُس نے اُن کی طرف اُنہی میں سے رسول بھیجا جو اُن پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور اُنہیں اُس کی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے حالانکہ اِس سے پہلے وہ صریح گمراہی اور تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔" اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی قدرتوں کا مظہر بنا کر اپنی مخلوق کا راہبر و پیشوا بنایا اور اُن کے ذریعے ہمیں اپنی ذات و صفات و اسماء سے روشناس کرایا۔ اُن کی عزت و تکریم اور اُن کی مجلس کے آداب کا معیار انتہائی اعلیٰ مقرر فرمایا، اُن کی طاعت و فرمانبرداری کو اپنی طاعت و فرمانبرداری قرار دے کر مخلوق کو اُن کا مطیع و فرمانبردار بنایا۔ قولہٗ تعالیٰ:۔(1) " يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ " (پارہ ۲۶، الحجرات ۲) ترجمہ:۔ " اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے اونچی نہ کرو اور اُن کے سامنے چلا کر بات مت کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں اُس کی خبر تک نہ ہو۔" (2) " لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا " (پارہ ۱۸، النور ۶۳) ترجمہ:۔ "رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لے اُن کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک

دوسرے کو ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو۔" (3) " وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ " (پارہ۴، آل عمران ۱۳۲) ترجمہ:۔ "طاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (4) " وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ " (پارہ۹، الانفال ۱) ترجمہ:۔ "طاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی، اگر تم ایمان والے ہو۔" (5) " مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ " (پارہ۵، النساء ۸۰) ترجمہ:۔ "جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طاعت کی، بے شک اُس نے اللہ کی طاعت کی۔" (6) " قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ " (پارہ۳، آل عمران ۳۱) ترجمہ:۔ "اے نبی! آپ فرمادیں کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ کی محبت حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (7) " وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ " (پارہ۱۰، التوبہ ۶۲) ترجمہ:۔ "اللہ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اِس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اُنہیں راضی کیا جائے۔" (8) " فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ " (پارہ۵، النساء ۵۹) ترجمہ:۔ "اگر کسی معاملہ میں تمہارا جھگڑا ہو جائے تو اُسے اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی بارگاہ میں لے جاؤ۔" (9) " فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا " (پارہ۵، النساء ۶۵) ترجمہ:۔ "تو اے نبی! مجھے آپ کے رب کی قسم، وہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمادیں وہ اپنے دلوں میں اُس سے رکاوٹ نہ پائیں اور آپ کے فیصلہ کو دل سے مان

لیں۔'' (10) '' وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ '' (پارہ ۲۲، الاحزاب ۳۶) ترجمہ:۔''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ اختیار نہیں کہ اللہ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب فیصلہ فرما دیں تو اُس کے بعد وہ اپنی طرف سے کوئی رائے قائم کریں۔'' (11) '' اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ '' (پارہ ۲۱، الاحزاب ۶) ترجمہ:۔'' یہ نبی مومنوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے۔'' یا ''یہ نبی مومنوں کی جان سے زیادہ اُن کے قریب ہے۔'' (12) '' اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ '' (پارہ ۲۶، الفتح ۱۰) ترجمہ:۔'' بے شک اے نبی! جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔''

اِن جملہ آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے چاہنے والوں پر واضح کیا ہے کہ اُس کی معرفت، اُس کا قرب اور اُس کی رضا طاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مشروط ہے جس میں کسی قسم کی کمزوری و گریز کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔ طاعت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مکمل طور پر اپنانے اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی اختیار کرنے میں ہے۔ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے معمولی سا گریز وانحراف اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے دور کر کے اُس کے قہر وغضب کا موجب بن جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' كُلُّ طَرِيْقَةٍ رَدَّتْهَا الشَّرِيْعَةُ فَهِيَ زَنْدِيْقَةٌ '' ترجمہ:۔''جس راہ کو شریعت رد کردے وہ زندقہ (کفر و شیطان کی راہ) ہے۔'' جو شخص شریعت کی پابندیوں سے آزاد رہ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت و قرب کا دعویٰ کرے اور بظاہر اُس سے کرامات کا ظہور بھی ہو رہا ہو وہ جھوٹا، دغا باز، فریبی اور شیطان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' اِذَا رَاَيْتَ رَجُلًا يَّطِيْرُ فِي

اَلْھَوَآءِ وَیَاْکُلُ النَّارَ وَیَمْشِیْ عَلَی الْمَآءِ وَتَرَکَ سُنَّۃً مِّنْ سُنَّتِیْ فَاضْرِبُہٗ بِالنَّعْلَیْنِ فَاِنَّہٗ شَیْطٰنٌ وَّمَا صَدَرَ مِنْہُ فَھُوَ مَکْرٌ وَّاسْتِدْرَاجٌ " ترجمہ:- " اگر تمہیں کوئی شخص ہوا میں اُڑتا ہوا یا آگ کھاتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا نظر آئے اور میری سنتوں کا تارک ہو تو اُسے جوتے مارو کہ وہ شیطان ہے اور جو کچھ اُس سے صادر ہو رہا ہے وہ مکر و استدراج ہے۔" معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور اُس کی بارگاہ کی حضوری کی پہلی شرط شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پیروی ہے۔ سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

" معرفتِ الٰہیہ کے جتنے بھی مراتب ہیں اُن کا حصول شریعتِ مطہرہ کی پابندی کے بغیر ممکن نہیں کہ علمِ شریعت دودھ ہے اور علمِ باطن مکھن ہے، جب دودھ ہی نہ ہو تو مکھن کہاں سے آئے گا۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ہر مراتب از شریعت یافتم ‌ ‌ ‌ پیشوائے خود شریعت ساختم

ترجمہ:- " اللہ تعالیٰ کی معرفت کے تمام مراتب مَیں نے شریعت کی پیروی سے حاصل کئے ہیں اور مَیں نے شریعت کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنائے رکھا ہے۔" اپنی نہایت ہی مشہور کتاب " عین الفقر" میں آپ نے شریعتِ مطہرہ کے مرکزی رکن " نماز" کے بارے میں ایک حدیث مبارک نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:- " ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مسلمان کہتا ہے کہ خدائے پاک کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے مسلمان پیدا کیا ہے یہودی پیدا نہیں کیا، یہودی کہتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے یہودی پیدا کیا ہے نصرانی پیدا نہیں کیا، نصرانی کہتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے نصرانی پیدا کیا ہے مجوسی پیدا نہیں کیا، مجوسی کہتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے مجوسی پیدا کیا ہے منافق

پیدا نہیں کیا، منافق کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے منافق پیدا کیا ہے مشرک پیدا نہیں کیا ہے، مشرک کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے مشرک پیدا کیا ہے بے دین پیدا نہیں کیا، بے دین کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے بے دین پیدا کیا ہے کافر پیدا نہیں کیا، کافر کہتا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے کافر پیدا کیا ہے کتا پیدا نہیں کیا، کتا کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے کتا پیدا کیا ہے خنزیر پیدا نہیں کیا ہے، خنزیر کہتا ہے خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے خنزیر پیدا کیا ہے بے نماز پیدا نہیں کیا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدً افَقَدْ کَفَرَ'' ترجمہ:۔ ''جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا بے شک اُس نے کفر کیا۔'' ایک اور حدیث مبارک میں فرمایا گیا ہے:۔ ''مسلمان اور کافر کے درمیان فرق واضح کرنے والی چیز نماز ہے۔'' عین الفقر میں سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ '' کسی نادان نے کہا ہے کہ نفل نماز کا ادا کرنا بیوہ عورتوں کا کام ہے، نفل روزہ رکھنا روٹی طعام کی بچت ہے، حج کے لیے جانا سیر تماشائے جہان ہے اور دل کو قابو میں کرنا مردوں کا کام ہے۔'' یہ فقیر باھُو اِس کے جواب میں کہتا ہے:۔ ''نفل نماز کا ادا کرنا پاکیٔ جان ہے، نفلی روزہ رکھنا خوشنودیٔ رحمان ہے، حج کے لیے جانا سلامتیٔ ایمان ہے اور دل کو ہاتھ میں لینا خام لوگوں کا کام ہے لیکن بشریت سے نکل کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی توحید میں غرق کر کے فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جانا مردوں کا کام ہے۔''

ضرورتِ مرشد

اللہ تعالیٰ کی معرفت وحضوری کے حصول کے لیے پہلا قدم شریعت کے حصار میں آنا ہے، اِس کے بعد دوسرا قدم اِس راہ کی راہبری کے لیے وسیلہ پکڑنا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ " یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ " (پارہ ۶، المائدہ ۳۵) ترجمہ:۔ "اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔" وسیلہ سے مراد شیخ کامل ہے۔ مزید فرمانِ الٰہی ہے:۔ " یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ " (پارہ ۱۱، التوبہ ۱۱۹) ترجمہ:۔ " اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صاحبِ تصدیق لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (۱) " اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ " ترجمہ:۔ "پہلے رفیق راہ تلاش کرو پھر راہ چلو۔" (۲) " لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ " ترجمہ:۔ "اُس کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہیں۔" (۳) " مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ یَتَّخِذُہُ الشَّیْطٰنُ " ترجمہ:۔ "جس کا مرشد نہیں اُسے شیطان گھیر لیتا ہے۔" (۴) " مَنْ مَّاتَ وَلَیْسَ فِیْ عُنُقِہٖ بَیْعَۃٌ مَّاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً " ترجمہ:۔ "جو شخص اِس حالت میں مرا کہ اُس کی گردن میں کسی مرشدِ کامل کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق اُس شخص کا دین ہی نہیں جس نے کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر دست بیعت نہیں کی۔ "دین" کیا چیز ہے؟

حضرت علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

چیست دین؟ دریافتن اسرارِ خویش زندگی مرگ است بے دیدارِ خویش

ترجمہ:۔ "دین کیا ہے؟ دین اپنے اندر کے بھید کو پالینے کا نام ہے۔ اسرارِ باطن کے

مشاہدہ کے بغیر زندگی موت ہے۔''

جس نے اپنے باطن میں جھانک کر اپنے اندر کے بھید کو نہیں پایا وہ زندہ نہیں بلکہ مردہ ہے کیونکہ اُس کا تن تو زندہ ہے مگر اُس کا من مردہ ہے۔ اِنسان کا بھید چونکہ اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :۔ '' اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ '' ترجمہ:۔''اِنسان میرا بھید ہے اور مَیں اِنسان کا بھید ہوں ۔'' اِس لیے اپنے باطن میں جھانک کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کر لینے کا نام دین ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق یہ '' دین'' مرشدِ کامل مکمل کی رفاقت کے بغیر ہاتھ نہیں آتا۔ مطلب یہ کہ جس شخص کو مرشدِ کامل مکمل کی رفاقت حاصل نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب سے محروم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے قرب ووصال کی راہ چوں کہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لئے اِس دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لاؤ لشکر سمیت طالب اللہ کی گھات لگا کر بیٹھتا ہے۔ اول تو وہ کسی آدم زادے کو شریعت کے دروازے تک آنے ہی نہیں دیتا اور اگر کوئی باہمت آدمی شریعت کے دروازے تک پہنچ بھی جائے تو شیطانی گروہ اُسے شریعت کی چوکھٹ پر ہی روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اُسے شریعت کی ظاہری زیب وزینت کے نظارے میں محو رکھنے کی کوشش کرتا ہے، شریعت کی روح تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا۔ اگر کوئی خوش بخت طالب اللہ ہمت کر کے آگے بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اُسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے اور اُس کی راہ مارنے کا ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ طالب اللہ جب شریعت کے دروازے سے گزر کر باطن کی نگری میں داخل ہوتا ہے تو اُسے رجوعاتِ خلق کے نہایت ہی وسیع و دشوار گزار جنگل سے گزرنا پڑتا ہے، اِس موقع پر طالب اللہ کو اگر کسی مرشدِ کامل مکمل

کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جنگل میں خود نمائی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک نادر کتاب ''مجالستہ النبی'' میں فرماتے ہیں :- ''جان لے کہ ابلیس ملعون جب دیکھتا ہے کہ طالب اللہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونے والا ہے اور مقامِ طریقت سے گزر کر مقامِ حقیقت و مقامِ معرفت پر پہنچنے والا ہے تو اِن مقامات کے درمیان تمام شیاطین کو جمع کر کے عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان، بہشت و دوزخ اور حور و قصور شیطانی استدراج سے بنا کر طالب اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے اور خود تختِ زریں پر بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے :- '' اے طالب! تُو نے میری جو عبادت کی ہے اُسے مَیں نے قبول کر لیا ہے۔'' پھر اپنے پیشاب سے ایک پیالہ بھر کر اُسے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ شراباً طہورا کا پیالہ ہے، اِسے پی لے۔ اگر طالب یہ پیالہ پی لے تو اُس کے وجود میں شیطانی آگ بھر جاتی ہے اور شیطان اُس سے کہتا ہے کہ اب فرض، سنت، واجب مستحب اور ہر قسم کی ظاہری عبادات تم پر معاف ہیں، تیرے لئے میرا دیدار ہی کافی ہے کہ تُو میرا نور ہے اور مَیں تیرا نور ہوں، جو جی میں آئے کر اور جو چاہے کھا اور پی، قلندر اہلِ بدعت بن جا اور گانے بجانے سے سرور حاصل کر۔'' اِس موقع پر طالب اللہ کو اگر مرشدِ کامل مکمل کی رفاقت میسر ہو تو وہ اُسے شیطانی استدراج سے خبردار کر کے کہتا ہے کہ :- '' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' پڑھ لے۔ اِن کلمات کے پڑھتے ہی شیطانی استدراج ختم ہو جاتا ہے اور طالب اللہ گمراہی کی ذلت سے بچ جاتا ہے۔'' جس طرح شریعت کا علم و ادب اُستاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اُسی طرح باطنی علم کا حصول بھی مرشدِ کامل مکمل کی رفاقت کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ مرشد کی تلقین ہی ایسی کیمیا ہے جو طالب کے دل کو کثافت سے پاک کر کے روشن ضمیر بناتی ہے۔ تلقین کیا ہے اور تعلیم کیا ہے؟ سُلطان العارفین

حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''جان لے کہ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے اور تلقین سے ہر دو جہان کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے۔'' (قرب دیدار صفحہ ۳۲) آپؒ مزید فرماتے ہیں:۔ مرشدِ کامل مکمل باطن کی ہر منزل اور ہر راہ کا واقف ہوتا ہے، باطن کی ہر مشکل کا مشکل کشا ہوتا ہے۔ مرشد کامل توفیق الٰہی کا نام ہے۔ جب تک توفیق الٰہی شامل حال نہ ہو کوئی کام سرانجام نہیں پاتا۔ مرشدِ کامل کے بغیر اگر تُو تمام عمر بھی اپنا سر ریاضت کے پتھر سے ٹکراتا رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ بے مرشد و بے پیر کوئی شخص خدا تک نہیں پہنچ سکا۔ مرشدِ کامل مکمل جہاز کے دیدہ بان معلم کی مانند ہوتا ہے جو جہاز رانی کا ہر علم جانتا ہے اور ہر قسم کے طوفان و بلا سے جہاز کو نکال کر غرق ہونے سے بچالیتا ہے۔ مرشد خود جہاز و خود جہاز راں ہوتا ہے، فَهِمَ مَنْ فَهِمَ یعنی سمجھ گیا سمجھ والا۔ (عین الفقر) اِسی کتاب میں آپ مزید فرماتے ہیں:۔ ''سالکانِ طریقت خبردار رہیں کہ خدائے تعالیٰ نہ مشرق و مغرب میں ہے، نہ شمال و جنوب میں ہے، نہ تحت و فوق میں ہے، نہ چاند و سورج میں ہے، نہ آب و گل میں ہے، نہ خاک و آگ میں ہے، نہ قیل و قال میں ہے، نہ خدوخال میں ہے اور نہ ہی صورت و جمال میں ہے، خدائے تعالیٰ نہ ورد و وظائف میں ہے، نہ زہد و تقویٰ میں ہے، نہ گداگروں کی گدڑی میں ہے اور نہ ہی چپ کا روزہ رکھ لینے میں ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا راز صاحبِ راز کے سینے میں ہے کیونکہ قدرتِ توحید و دریائے وحدتِ الٰہی مومن کے دل میں سمائی ہوئی ہے اس لئے جو شخص حق حاصل کرنا چاہتا ہے اور واصل باللہ ہونا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل و مکمل کی طلب کرے کہ مرشدِ کامل مکمل دل کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کی وجہ سے فقیر کا وجود نور ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے دل کا محرم ہو جاتا ہے وہ دیدارِ الٰہی کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔'' عین الفقر ہی میں آپ مزید فرماتے ہیں:۔

''مرشدِ کامل کسے کہتے ہیں؟ مرشدِ کامل کے کیا اوصاف ہیں؟ وہ کس طرح طالب اللہ کو دریائے وحدت میں غرق کرتا ہے؟ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچاتا ہے؟ اور مرشد سے طالب کو کیا کچھ حاصل ہوتا ہے؟ - - - - - - - یاد رہے کہ مرشد فنا فی اللہ بقا باللہ صاحبِ تصرف ہوتا ہے، وہ ''یُحیِی وَ یُمِیتُ'' ہوتا ہے (مردہ دلوں کو زندہ کرنے والا اور زندہ نفس کو مارنے والا ہوتا ہے) - - - - - - - اُس کی توجہ سے طالب اللہ میں بری خصلتیں ختم ہو جاتی ہیں اور وہ نیک خصائل ہو جاتا ہے - - - - - - - مرشدِ کامل خلق محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حامل ہوتا ہے - - - - - - - راہِ ربانی کا راہنما ہوتا ہے اور طالبوں کے لئے ہر منزل و ہر مقام میں قفل کی چابی کی مانند مشکل کشا ہوتا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:- ''اِنسان کے وجود میں اللہ تعالیٰ اِس طرح پوشیدہ ہے جس طرح کہ پستہ کے اندر مغز چھپا ہوا ہے، مرشدِ کامل ایک ہی دم میں طالب اللہ کو حضورِ حق میں پہنچا کر مشرفِ دیدار کر دیتا ہے، کیا عالمِ حیات اور کیا عالمِ ممات کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ سے جدا نہیں ہوتا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار تین طریق پر موافق نص و حدیث روا ہے - اول اللہ تعالیٰ کا دیدار خواب میں روا ہے، اُسے نوری خواب کہتے ہیں۔ دوم اللہ تعالیٰ کا دیدار مراقبے میں جائز ہے، وہ مراقبہ جو موت کی طرح حضورِ مولیٰ میں پہنچا دے۔ سوم کھلی آنکھوں سے عین عیان اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا روا ہے کہ دیکھنے والے کا جسم اِس جہان میں ہو اور جان لاہوت لامکان میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے یہ تمام مراتب مرشدِ کامل سے حاصل ہوتے ہیں۔'' (نور الہدیٰ صفحہ)

''مرشد بننا بہت بھاری اور اہم کام ہے جب تک کسی فقیر کو باطن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے طالبوں اور مریدوں کو تعلیم و تلقین کرنے کی رخصت و

اجازت نہ ہو وہ احمق ہے کہ خود بغیر حکم و اجازت کے تلقین و ارشاد کرتا ہے اور آخر کار شرمندہ و خراب ہوتا ہے۔ نگاہِ مرشد سراسر توفیقِ الٰہی ہے جو طالب اللہ کے وجود سے نفسانی و شیطانی حجابات و ظلمت دور کر دیتی ہے۔'' (نورالہدیٰ)

''معرفتِ وصال کا یہ انتہائی مرتبہ ہے کہ جس وقت بھی طالب اللہ چاہے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جائے اور جس وقت ارادہ کرے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچ جائے۔ یہ مرتبہ اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب مرشدِ کامل طالب اللہ کو پہلے ہی روز تصورِ اسم ذات کی حاضرات کا وہ انتہائی راستہ دکھا دیتا ہے جس میں تمام علوم خود بخود آ جاتے ہیں، جس سے حکمت کے تمام خزانے کھل جاتے ہیں۔ یہ علمِ کل مرشد کے ذریعے صرف طالبانِ صادق کو کسی نبی یا کسی ولی سے اس طرح بے واسطہ حاصل ہوتا ہے جس طرح کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہوتا ہے۔ یہ علم کسبی طور پر محض رسم و رسوم سے ہرگز حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ خاص اللہ حی قیوم کا علمِ لدنی ہے جو عارفوں میں سینہ بہ سینہ، توجہ بہ توجہ، تصور بہ تصور، تفکر بہ تفکر اور تصرف بہ تصرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ (نورالہدیٰ)

''مرشدِ کامل مکمل طالب اللہ کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اور نورِ الٰہی میں غرق کر کے امانِ الٰہی میں پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ اُسے ذکر فکر، ورد وظائف اور الہام وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ اِس کو مطلق توحید اور جامع الجمعیت کل کہتے ہیں۔ یہ مراتب قادری فقیر کے ہیں۔ (توفیق الہدایت)

مرشد کامل مکمل طالب اللہ کو اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شریعت کا پابند کر کے ذکر اللہ میں لگاتا ہے کیونکہ ذکر اللہ ہی وہ کیمیا ہے جس سے اِنسان کے باطن کی تکمیل ہوتی ہے اور

باطن اگر بیدار نہ ہو تو ظاہر خواہ کتنا ہی سنور جائے اِنسان اللہ تعالیٰ کے قرب کا اہل نہیں ہو سکتا۔

ذکر اللہ اور اُس کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کا ذکر مومنوں پر فرض کر دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:۔ ’’ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۙ۴۱ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ‘‘ (پارہ۲۲، الاحزاب ۴۱-۴۲) ترجمہ :۔ ’’ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح و شام اللہ کے نام کی تسبیح کرو۔ ‘‘ یہ وہ فرض ہے کہ جس کی ادائیگی میں کائنات کا ذرہ ذرہ مصروف ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:۔ ’’ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ‘‘ (پارہ ۲۸، التغابن ۱) ترجمہ :۔ ’’ زمین و آسمان کے اندر جو چیز بھی ہے اللہ کے نام کی تسبیح میں مشغول ہے۔ ‘‘ مومنین پر جتنے بھی شرعی فرائض رکھے گئے ہیں اُن سب کی غرض و غایت ’’ ذکر اللہ ‘‘ کا قیام ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے :۔ (1) ’’ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ‘‘ (پارہ ۱۶، طٰہٰ ۱۴) ترجمہ :۔ ’’ اور نماز قائم کرو تا کہ میرا ذکر قائم رہے۔ ‘‘ (2) ’’ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ ‘‘ (پارہ ۵، النساء ۱۰۳) ترجمہ :۔ ’’ پھر جب نماز ادا کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ ‘‘ (3) ’’ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ‘‘ (پارہ ۲، البقرہ ۱۹۸) ترجمہ :۔ ’’ جب تم میدانِ عرفات میں پہنچو تو مشعر الحرام کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ ‘‘ (4) ’’ فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ‘‘ (پارہ ۲، البقرہ ۲۰۰) ترجمہ :۔ ’’ پس جب تم مناسکِ حج ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح کہ تم اپنے آباو اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ‘‘ (5) ’’ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ

صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا" (پارہ ۱۷، الحج ۴۰) ترجمہ :- " اور اگر اللہ تعالیٰ بعض مسلمانوں کو بعض کافروں سے لڑا کر کافروں کے دفعیے اور روک تھام کا انتظام نہ کر لیتا تو عابدوں کے عبادت خانے، اُن کی منڈیاں، اُن کی نمازیں اور اُن کی مساجد سب کافروں کے ہاتھوں ویران و برباد ہو جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے۔" اِن آیاتِ مقدسہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قتال فی سبیل اللہ کا مقصد ذکر اللہ کا قیام ہے۔ اگر اِن فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ "اسم اللہ" کا ذکر جاری نہ کیا جائے تو اِن کی ادائیگی کے باوجود اِن سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو اِن کا خاصہ ہیں۔ کافروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں جہاد نہایت ہی مشکل عمل ہے کہ اِس میں جان کے چلے جانے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اِس جانبازانہ عمل کی اصل غرض و غایت بھی یہی ہے کہ مساجد و خانقاہوں کی حفاظت کر کے اُن میں ذکر اللہ کو بلا روک ٹوک کثرت سے جاری کیا جائے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:- " اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ اَعْمَالِكُمْ وَاَزْكٰهَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعِهَا فِيْ دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْوَرِقِ وَخَيْرٍ لَّكُمْ مِنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ وَ يَضْرِبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى " ترجمہ:- " کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال سے بہتر ہو اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو اور تمہارے تمام درجات سے بلند تر ہو اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہو اور اِس بات سے بھی افضل ہو کہ تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو ایسی حالت میں کہ تم اُن کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ صحابہؓ کرام نے عرض کی:- " ہاں اے اللہ کے رسول! وہ بہترین عمل ہمیں ضرور

بتلایئے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- " وہ عمل ذکر اللہ ہے۔" سبحان اللہ! کتنی اہمیت ہے "اسم اللہ" کے ذکر کی کہ یہ مختصر اور آسان عمل جہاد جیسے مشکل اور جانبازانہ عمل سے بہتر اور افضل ٹھہرایا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:-" مَامِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ قَالُوْا وَلَا الْجِھَادُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَ لَا الْجِھَادُ وَلَوْ یُضْرَبُ بِالسَّیْفِ حَتّٰی یَنْقَطِعَ " ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلانے والی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کی:- " اے اللہ کے رسول! کیا جہاد بھی ذکر اللہ سے بہتر نجات دہندہ نہیں ہے؟" فرمایا:- " ہاں جہاد بھی نہیں اگرچہ تم اُس میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔" ذکر اللہ کرنے والے لوگوں کو اجرِ عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے، فرمانِ الٰہی ہے:- " وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا " (پارہ ۲۲، الاحزاب ۳۵) ترجمہ:- "اللہ کے نام کا ذکر کثرت سے کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور عظیم اجر تیار کر رکھا ہے۔" اِس کے برعکس "ذکر اللہ" سے گریز کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:-" وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی " (پارہ ۱۶، طٰہٰ ۱۲۴) ترجمہ:- "اور جو میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اس کی روزی تنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے دن اسے اندھا اٹھایا جائے گا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-" فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی لا عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ط ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ لا وَھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اھْتَدٰی " (پارہ ۲۷، النجم ۲۹-۳۰) ترجمہ:- "پس اے نبی! آپ اُس شخص سے روگردانی فرمالیں جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور

اُس نے محض دنیا کی زندگی ہی کو اپنا مقصود و مطلوب بنالیا، یہی اُس نادان کے علم کی پہنچ ہے لیکن آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون بھٹکنے والا ہے اور کون سیدھا راستہ چلنے والا ہے۔'' ذکر اللہ ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں نورِ ایمان پیدا کرتا ہے اس لیے ذکر اللہ سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔'' اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ ؕ فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُھُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ '' (پارہ ۲۳، الزمر ۲۲) ترجمہ:۔'' جس شخص کا سینہ اللہ (تصورِ اسم اللہ ذات) نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور اور روشنی میں آ گیا (اس کے برعکس) ہلاکت و بربادی ہے اُس شخص کے لیے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکر اللہ میں نہیں لگتا، وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔'' ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (1)'' اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ '' (پارہ ۱۳، الرعد ۲۸) ترجمہ:۔'' خبردار! ذکر اللہ (تصورِ اسم اللہ ذات) ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔'' (2) '' وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ '' (پارہ ۲۸، الجمعہ ۱۰) ترجمہ:۔'' اور کثرت سے ''ذکر اللہ'' کیا کرو تاکہ تمہیں چھٹکارہ اور خلاصی نصیب ہو۔'' (3)'' فَاذۡکُرُوۡنِیۡۤ اَذۡکُرۡکُمۡ '' (پارہ ۲، البقرہ ۱۵۲) ترجمہ:۔'' تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔'' حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ (1)'' اِذَا ذَکَرۡتَنِیۡ شَکَرۡتَنِیۡ وَاِذَا نَسِیۡتَنِیۡ کَفَرۡتَنِیۡ '' ترجمہ:۔ '' اے بندے! جس وقت تُو نے میرا ذکر کیا تو گویا تُو نے میرا شکر کیا اور جب تُو میرے ذکر سے غافل ہوا تو تُو نے کفر کیا۔'' (2) '' اَنَا جَلِیۡسُ مَعَ مَنۡ ذَکَرَنِیۡ '' ترجمہ:۔'' جو شخص میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔'' ذکر اللہ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (1) '' ذِکۡرُ اللّٰہِ فَرۡضٌ مِّنۡ قَبۡلِ کُلِّ فَرۡضٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ''

ترجمہ:- '' تمام فرائض میں سے پہلا فرض ذکر اللہ ہے۔ ''لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' (2) ''ذِكْـرُ اللّٰهِ بِالْغَدْ وِوَالْعَشِيِّ اَفْضَلُ مِنْ حَرْبِ السَّيْفِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ '' ترجمہ:- '' صبح وشام ہروقت ذکر اللہ کرنا اللہ کی راہ میں تلوار سے جنگ کرنے سے افضل ہے۔ ''(3) '' لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰى فِيْهَا '' ترجمہ:- '' اہل جنت کو کوئی حسرت نہیں ہوگی سوائے اس گھڑی کے کہ جس میں انہوں نے ذکر اللہ نہیں کیا ہوگا۔ '' اسم اللہ ذات کا ذکر ایسا دائمی فرض ہے جو زندگی کی ہر سانس کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:- '' اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُ وْدَةٌ وَّكُلُّ نَفْسٍ يَّخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَهُوَ مَيِّتٌ '' ترجمہ:- '' سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکر اللہ کے بغیر گزرتا ہے وہ مردہ ہے۔ '' عارف باللہ فقراء کے نزدیک اسم '' اَللّٰهُ '' کا ذکر ہی وہ دائمی نماز ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- '' حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى '' (پارہ۲، البقرہ ۲۳۸) ترجمہ:- '' اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر وسطی نماز (قلبی ذکر اللہ) کی حفاظت کرو۔ '' قلبی ذکر اللہ کے اس دائمی فرض کی غرض و غایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے:- '' لِكُلِّ شَيْءٍ مُّصْقِلَةٌ وَّمُصْقِلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى '' ترجمہ:- '' ہر چیز کے لئے صیقل (صفائی کرنے والی چیز) ہے اور دل کی صیقل اسم '' اَللّٰهُ '' کا ذکر ہے۔ گویا دل کی صفائی و پاکیزگی کے لئے ذکر '' اَللّٰهُ '' کو فرض کیا گیا ہے اور دل ہی تو وہ آئینہ ہے جس میں دیدار الٰہی کے انوار نظر آتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:- '' قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مِرْاٰةُ الرَّحْمٰنِ '' ترجمہ:- '' مومن کا دل رحمٰن (اللہ) کا آئینہ ہے۔ '' اللہ تعالیٰ کی نظر ہمیشہ انسان کے دل پر رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- '' اِنَّ اللّٰهَ لَايَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا

یَنْظُرُ اِلٰی اَعْمَالِکُمْ بَلْ یَنْظُرُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ " ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ اُس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر رہتی ہے۔" لہٰذا ہمیں ہر وقت "اسم" اَللّٰہُ" کے ذکر میں مشغول رہ کر اپنے دلوں کو روشن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کر سکیں۔ اسمِ اللہ کا ذکر ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس کے لئے ہم ہر نماز میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں:- " اِھْدِ نَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ " ترجمہ:- "الٰہی ہمیں صراطِ مستقیم پر قائم کردے۔" فرمانِ الٰہی ہے:- " وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ " (پارہ ۴، آل عمران ۱۰۱) ترجمہ:- "جس نے اللہ (اسمِ اَللّٰہُ کے ذکر) کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ صراطِ مستقیم پر قائم ہوگیا۔" شیطان نے بارگاہِ الٰہی میں جب لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا تو اُس نے قسم کھا کر کہا:- " لَاَ قْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ " (پارہ ۸، الاعراف ۱۶) ترجمہ:- "الٰہی! مجھے قسم ہے تیری ذات کی! میں لوگوں کو صراطِ مستقیم سے روکوں گا۔" اسی لئے تو شیطان نے سارا زور ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ سے روکنے پر لگا رکھا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- " اِسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰھُمْ ذِکْرَ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ " (پارہ ۲۸، المجادلہ ۱۹) ترجمہ:- "اُن پر شیطان غالب آگیا اور اُنہیں ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ سے غافل کر دیا۔ جو لوگ ذکرِ اسمِ اَللّٰہُ کو بھلا بیٹھے وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ خبردار! بے شک شیطان کے ساتھی ہی خسارے میں ہیں۔" مزید فرمانِ الٰہی ہے:- " اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ " (پارہ ۷، المائدہ ۹۱) ترجمہ:- "بے شک شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن

بنادے اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کردے اور تمہیں ذکرِ اسم ''اَللّٰہُ'' اور نماز سے روک دے۔'' معلوم ہوا کہ ذکرِ اسم '' اَللّٰہُ '' ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس سے روکنے کے لئے شیطان نے قسم کھا رکھی ہے اور ذکرِ اسم ''اَللّٰہُ'' سے روکنے کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیماتِ قرآنی اور احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکرِ اسم '' اَللّٰہُ'' ہی تمام اعمالِ صالحہ کا مرکز و محور اور مغز و خلاصہ ہے۔ ذکرِ اسم ''اَللّٰہُ '' سے ذاکر کے اوصافِ ذمیمہ اوصافِ حمیدہ میں بدل جاتے ہیں، اُس کا اخلاق پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال اور مشاہدہ حق کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اُسے اپنے انوارِ ذات میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا لیتا ہے، اِس طرح وہ واصل باللہ، فنافی اللہ اور بقاباللہ کا مرتبہ پا جاتا ہے۔ جان لیں کہ تمام اذکار سے افضل، تمام اذکار کا خلاصہ اور جامع ذکر'' تصورِ اسمِ ''اَللّٰہُ '' ذات ہے اِس لئے اب ہم اِسمِ اللہ ذات (اَللّٰہُ) اور تصورِ اسمِ اللہ ذات'' کی شرح و تفسیر بیان کرتے ہیں۔

اسمِ اللہ ذات اور تصورِ اسمِ اللہ ذات

" اَللّٰہُ " اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اِس لئے اِسے ''اسمِ اللہ ذات'' کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کا تعارف یوں کرایا ہے:۔''اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ''(پارہ ۳، البقرہ ۲۵۵) ترجمہ:۔'' اَللّٰہُ '' (اسمِ اللہ ذات) نہیں ہے مگر ''ھُوْ'' (عین ذاتِ حق تعالیٰ) جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں اور وہ حی و قیوم ذات ہے۔'' یہاں اسم " اَللّٰہُ" کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات قرار دیا ہے اور اِسے زمین و آسمان کا نور کہا ہے چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''(پارہ ۱۸، النور ۳۵) ترجمہ:۔ " اَللّٰہُ " (اسم اللہ ذات) زمین و آسمان کا نور ہے۔'' زمین و آسمان کے درمیان بظاہر کوئی ستون نظر نہیں آتا جس نے اُنہیں سہارا رکھا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''اسم اللہ ذات'' ہی کی برکت سے زمین و آسمان بغیر ستون کے استادہ ہیں۔ ہر چیز کا اسم الگ ہے اور ذات الگ ہے مگر اللہ تعالیٰ چونکہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ہے اِس لئے وہ اسم میں بھی واحد ہے اور ذات میں بھی واحد ہے۔ اسم اللہ ذات کی شرح میں سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:۔''سن لے اور جان لے کہ چاروں کتابیں توریت، انجیل، زبور اور قرآن مجید ''اسم اللہ ذات'' کی شرح و تفسیر ہیں۔ اسم اللہ ذات کیا چیز ہے؟ یعنی عین ذاتِ حق تعالیٰ ہے جو بے مثل و مثال ہے، بے چون و بے چرا ہے، پاک و منزہ ہے اور جس کی وحدانیت پر یہ آیت مبارکہ شاہد ہے:۔'' قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (اے نبی! آپ فرمادیں کہ " اَللّٰہُ" یکتا ذاتِ حق تعالیٰ ہے۔) جو شخص اِس اسم کو پڑھتا ہے اور اِس کا عامل بن جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محب اور تمام علوم کا حافظ بن جاتا ہے اور علمِ لدنی کا عالم بن جاتا ہے۔'' حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے:- '' اَنَا بَیْنَ شَفَتَیْہِ اِذَاذَکَرَنِیْ '' ترجمہ:- ''جس وقت کوئی شخص میرا ذکر کرتا ہے تو مَیں اُس کے دو ہونٹوں کے درمیان ہوتا ہوں -'' ظاہر ہے کہ اِنسان کے دو ہونٹوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان غیر محدود ذات تو نہیں آسکتی ،صرف اسم اللہ ذات ہی آسکتا ہے- یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اسم اللہ ذات کو اپنی ذات ہی کہا ہے- حدیث شریف میں آتا ہے کہ سارا قرآن مجید سورۃ فاتحہ کے اندر مندرج ہے- سورۃ فاتحہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں مندرج ہے اور بِسْمَ اللّٰہِ اسم اللہ ذات میں اس طرح مندرج ہے جس طرح کہ بیج یا تخم کے اندر پودہ یا درخت مندرج ہے- پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ روزِ ازل عالمِ ارواح میں جب حضرت اِنسان نے اللہ تعالیٰ کے عشق کی بھاری امانت اُٹھانے کی جرأت کر ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے ''اسم اللہ ذات'' کی صورت میں یہ امانت پردوں میں لپیٹ کر اُس کے دل میں رکھ دی اور فرمایا:-''وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلاَ تُبْصِرُوْنَ '' (پارہ ۲۶،الذاریات ۲۱) ترجمہ:- ''اور مَیں تمہارے وجود کے اندر ہوں کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا -'' ساتھ ہی اپنے حبیب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی فرمایا:-'' مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ '' ترجمہ:-'' جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا بے شک اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا-'' اِنسان کا خود کو پہچاننا اِس طرح ہے کہ وہ اپنے دل کے پردوں کو ہٹا کر اپنے دل میں اسم اللہ ذات کے نوری نقش کو پالے- جس نے اپنے دل کے اندر اسم اللہ ذات کے نوری انوار دیکھ لیے اُس نے گویا اللہ تعالیٰ کو پا لیا اور یہی اُس کی اپنی پہچان ہے- گویا ہر اِنسان کی سرشت وفطرت میں اسم اللہ ذات کا نور اِس طرح جاری وساری ہے جس طرح جسم میں خون اور خون میں جان ہے- اسم اللہ ذات کا نور گویا جانِ جان ہے اور اسی سے اِنسانی وجود گرم وتاباں ہے- اسم اللہ ذات وہ ذریعہ ووسیلہ ہے جس کا ایک سرا اِنسانی دل کے اندر لگا ہوا ہے اور

دوسرا سرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسم اللہ ذات ہی اللہ تعالیٰ کی وہ مضبوط رسی ہے جس کو پکڑ کر انسان اللہ تعالیٰ کی نوری بارگاہ تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ کسی چیز کی پہچان اور اُس سے رابطے کا ذریعہ اُس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک ذاتی اور دوسرا صفاتی۔ مثلاً اگر ایک شخص کا ذاتی نام ''انور'' ہے اور اگر اُس نے حکمت کا علم سیکھ رکھا ہے تو وہ حکیم انور کہلائے گا اور اگر اُس نے قرآن مجید حفظ کر رکھا ہے تو وہ حافظ انور کہلائے گا، اِسی طرح اگر اُس نے حج کر رکھا ہے تو حاجی انور کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اُتنے ہی صفاتی نام اُس کے اصل نام ''انور'' کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اِس صورت میں ''انور'' اُس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اُس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اُس کے ساتھ اُس وقت لگے جب وہ اِن صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام صفاتی ذکر اذکار کا جامع ہوتا ہے اور ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' ہے اور کریم، رحیم، غفور، غفار جیسے باقی اٹھانوے نام صفاتی نام ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسم اللہ ذات میں جمع ہیں۔ اِنسان جب اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام ''اَللّٰہُ'' سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اُس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:۔ ''فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ'' (پارہ ۲، البقرہ ۱۵۲) ترجمہ:۔ ''پس تم میرا ذکر کرو مَیں تمہارا ذکر کروں گا۔'' فرمانِ باری تعالیٰ ہے:۔

'' اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ '' (پارہ ۲، البقرہ ۱۸۶) ترجمہ:۔ ''جب بھی کوئی مجھے پکارتا ہے تو مَیں اُسے جواب دیتا ہوں۔'' ہمارا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا تو صاف ظاہر ہے کہ ہم زبان سے یا دل سے یا خیال سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق ہمارے جواب میں ہمیں کس طرح یاد فرماتا ہے اور ہمارے ذکر کے جواب میں وہ ہمارا ذکر کس طرح فرماتا ہے اور اُس

ذکر کی صورت و کیفیت کیا ہوتی ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کو جس اسم وصفت سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسی صفت و اسم سے اپنے ذاکر بندے کی طرف تجلی فرماتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ " وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ " (پارہ ۱۲، یوسف ۱۸) ترجمہ:۔ " اللہ تعالیٰ اُسی صفت سے تجلی فرماتا ہے جس صفت سے تم اُسے یاد کرتے ہو۔" حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔" اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا یَشَآءُ " ترجمہ:۔ " میرا بندہ میرے ساتھ جیسا بھی ظن و گمان رکھتا ہے مَیں اُسی کے مطابق اُس سے پیش آتا ہوں لہٰذا جس طرح وہ چاہے میرے ساتھ گمان رکھے۔" اِنسان کے اندر اسم اللہ ذات اور اسمائے صفات کی استعداد روزِ ازل سے فطرتی طور پر بالقوی موجود ہے لہٰذا اِنسان جس اسم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اُسی اسم اور اُسی صفت کی استعداد کو بالفعل جاری کرتا ہے، اُسی کو اپنے اندر نمودار کرتا ہے اور اُسی کا نور اُس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اسمِ "رَحْمٰنُ " سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفت رحمٰن کی تجلی فرماتا ہے اور اسمِ رحمٰن کا نور ذاکر کے اندر سرایت کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفتِ رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام مخلوق کے درمیان رحم و شفقت کی فضا قائم ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق اُس سے فیض یاب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور اَنفس و آفاق میں اسمِ رحمٰن کے عمل کا عامل بن جاتا ہے۔ اِسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم " سَمِیْعٌ یا اسمِ بَصِیْرٌ " کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات " سَمِیْعٌ وَّبَصِیْرٌ " سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے جس سے اُسے ظاہری حواس کی سماعت و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماعت و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے جن سے وہ اَن سنی باتیں بذریعہ الہام سنتا ہے اور اَن دیکھے باطنی

مقامات اور غیبی روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اِسی طرح تمام صفات کو قیاس کرلیا جائے لیکن جب اِنسان اللہ تعالیٰ کو اُس کے ذاتی نام اسمِ " اَللّٰہُ " سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اُس کی تمام صفات و اسماء کی جامع ہے) سے اُس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے اور اُس کا وجود اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار سے منور ہو جاتا ہے۔ الغرض بندہ اللہ تعالیٰ کو جس نام سے یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی طرف اُسی اسم سے تجلی فرماتا ہے اور اُس کے دل پر اُسی نام کی تجلی ہوتی ہے۔ جب کبھی کوئی نبی یا ولی مقامِ ازل کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اسم "اَوَّلُ" کی طرف متوجہ ہو کر اُس کے نور کی طے سے مقامِ ازل میں جا پہنچتا ہے۔ اِسی طرح اسمِ " ظَاھِرٌ " سے مقامِ دنیا اور اسمِ "بَاطِنٌ" سے مقامِ آخرت کی سیر کرتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس تمام اسمائے صفات کے انوار سے اقتباس کرکے باطن میں فیض یاب ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل جتنے بھی انبیاؑ و رسل مبعوث ہوئے وہ حکمِ الٰہی سے معرفت و قربِ الٰہی کے حصول کے لیے اپنے اپنے دور کے طالبانِ مولیٰ کی تربیت اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات کے ذکر سے کرتے رہے اِس لیے اُن کے طالب اللہ تعالیٰ کے صفاتی انوار و تجلیات کے مشاہدہ تک محدود رہے اور زندگی بھر کی ریاضت و مجاہدہ کے باوجود معرفتِ ذاتِ الٰہی تک رسائی نہ پاسکے کہ معرفتِ ذات تو فقط "مشق تصورِ اسم اللہ ذات" ہی سے ممکن ہے جو اُنہیں سکھائی ہی نہیں گئی اِس لیے اُنہوں نے محبتِ الٰہی سے مغلوب ہو کر جب بھی دیدارِ الٰہی کا تقاضا کیا تو اُنہیں " لَنْ تَرٰنِیْ " (تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) کا جواب ملا جیسا کہ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی میں دیدارِ الٰہی کے لیے سوال و تقاضا کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ یاد رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا دیدارِ الٰہی کے لیے سوال و تقاضا اُن کی اپنی ذات کے لیے ہرگز نہیں تھا کہ وہ تو نبی تھے اور نبی ہمیشہ

حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے جب کہ دیدارِ الٰہی ''عین الیقین'' کا مرتبہ ہے جو بہر حال مرتبۂ حق الیقین سے کم تر مرتبہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دیدارِ الٰہی کے لیے سوال و تقاضا دراصل اُن طالبانِ مولیٰ کی تربیت کا ایک عملی سبق ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی کا مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد دیدارِ الٰہی کے مشتاق ہوتے ہیں۔ دیدارِ الٰہی کی عظیم نعمت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی، اُنہیں اسمِ اللہ ذات ''اَللّٰہُ'' عطا فرمایا کہ تصورِ اسمِ ''اَللّٰہُ'' کے شغل سے اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اسمِ اللہ ذات کا تحفہ لے کر آئے تاکہ اُن کے اُمتی بھی اللہ تعالیٰ کے ذاتی دیدار سے مشرف ہو سکیں۔

سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ ''عین الفقر'' میں فرماتے ہیں:۔ ''شبِ معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہو کر اپنے رب سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے تو بحکمِ الٰہی سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر جبرائیل علیہ السلام نے ہر دو جہان کی ہر چیز کو آراستہ کر کے آپ کے روبرو پیش کیا، آپ نے اٹھارہ ہزار عالم کی ہر چیز کا معائنہ فرمایا اور جب آپ اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص ''قاب قوسین او ادنیٰ'' کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ '' محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مَیں نے اپنی تمام کائنات آپ کے سپرد کی اور ہر چیز کی حقیقت آپ پر واضح کی، آپ بتائیں کہ آپ کو کیا چیز پسند آئی اور آپ کیا چیز لینا پسند فرمائیں گے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے عرض کی:۔ ''الٰہی! مجھے اسمِ اللہ ذات پسند آیا اس لیے مجھے اسمِ اللہ ذات ہی عطا فرمایا جائے۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کو مَیں نے اسمِ اللہ ذات پہلے ہی عطا کر رکھا ہے پھر اس سوال کی غرض کیا ہے''؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی:۔ ''الٰہی! مَیں چاہتا ہوں کہ میری اُمت

بھی تیرے دیدار کی نعمت سے سرفراز رہے اس لیے میں اپنی اُمت کے لیے اسمِ اللہ ذات چاہتا ہوں۔'' اِس پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے لیے اسمِ اللہ ذات کی نعمتِ عظمیٰ عطا فرمادی اور فرمایا کہ اسمِ اللہ طاہر ذات ہے اِس لئے طاہر وجود ہی میں قرار پکڑے گا لہٰذا وجود کی پاکیزگی کے لیے آپ کی اُمت پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی جاتی ہیں تاکہ نماز کی ادائیگی سے اُن کے وجود پاک وطیب رہیں اور اسمِ اللہ ذات کو قبول کرسکیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو بخوشی قبول فرمالیا لیکن بعد میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک پر نمازوں کی تعداد پانچ کرائی گئی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے کیسے کیسے ناز اُٹھائے کہ دیدارِ الٰہی کی وہ نعمت جو پہلے انبیا علیہم السلام کی اُمتوں پر بند تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتیوں پر کھول دی گئی اور اِس شان سے کہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں:- ''وازاں یک لمعہ کہ موسیٰ علیہ السلام در سراسیمگی رفتہ وطور درہم شکستہ وہر لمحہ وطرفۃ العین ہفتاد ہزار بار لمعاتِ جذباتِ انوارِ ذات برایشان وارد ودم نہ زدند وآہے نہ کشیدند ''وَ هَلْ مِنْ مَّزِیْد'' می گفتند۔'' ترجمہ:- ''اور جس ایک تجلی سے موسیٰ علیہ السلام سراسیمہ ہوگئے اور کوہِ طور پھٹ گیا، ہر لمحہ اور ہر پل جذباتِ انوارِ ذات کی ویسی ہی ستر ہزار تجلیات ہر بار اُن فقرا پر وارد ہوتی رہتی ہیں لیکن وہ دم مارتے ہیں نہ آہ کھینچتے ہیں بلکہ پوچھتے ہیں کہ یہ عنایت پھر نہیں ہوگی؟''

اسمِ اللہ ذات کی شان میں سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- (۱) ''وہ کون سا علم ہے کہ جس کے پڑھنے سے طالب ایک ہی دم میں بغیر کسی ریاضت کے نفس سے جدا ہو جائے، وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا علم ہے کہ جس سے طالبِ مولیٰ دیدارِ الٰہی سے

مشرف ہو کر نفس کی حقیقت کو جان لیتا ہے۔'' (نور الہدیٰ کلاں)

(۲) تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب اللہ لاہوت لامکان میں ساکن ہو کر مشاہدہِ انوارِ دیدارِ ذات کھلی آنکھوں سے کرتا ہے اور ہر دو جہان کی آرزوؤں سے بیزار ہو جاتا ہے، عین دیکھتا ہے، عین سنتا ہے اور عین پاتا ہے۔ یہ مراتب توفیق ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک نور ہے، اِس نورِ توفیق سے طالب اپنے وجود کے اندر اپنے نفس کی صورت، اپنے قلب کی صورت، اپنی روح کی صورت اور سِرّ کی صورت کی شناخت کر لیتا ہے اور یہ چاروں صورتیں اُس سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ بعد ازاں طالب اہلِ توفیق حق لے لیتا ہے اور باطل کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو شخص اِن مراتب کو پہنچے اُسے طے الفقر وحی الوجود کہتے ہیں اور وہ صاحبِ معرفت یحی القلوب و یمیت النفس (دلوں کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا) ہوتا ہے، اُس کے لیے زندگی و موت ایک، سونا و جاگنا ایک، مستی و ہشیاری ایک، بھوک و سیری ایک، پڑھنا نہ پڑھنا ایک، مجاہدہ و مشاہدہ ایک، قال و سکوت ایک اور خاک و سونا چاندی ایک ہو جاتے ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

(۳) جملہ قرآنی علوم، نص و حدیث اور تمام علوم جو لوحِ محفوظ اور عرش و کرسی پر لکھے ہوئے ہیں، ماہ سے ماہی تک ساری مملکتِ خداوندی کے غیبی علوم اور اللہ تعالیٰ کے سارے بھید اور توریت، زبور، انجیل و قرآن کے جتنے علوم ہیں اور تمام حکم احکام ورظاہری و باطنی، نفسی، قلبی، روحی، سرّی امور اور جو حکمتیں اٹھارہ ہزار عالمِ مخلوقات کے درمیان جاری ہیں، سب کے سب اِسی ''اسم اللہ ذات'' کی طے میں موجود ہیں۔ (نور الہدیٰ کلاں)

(۴) کل سلک سلوک اور باطن کا صحیح راستہ جس میں کسی قسم کی غلطی، سلب اور رجعت کا خطرہ نہ ہو یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ایسے مرتبے پر پہنچ جائے کہ جس وقت چاہے اللہ تعالیٰ کے دیدار

سے مشرف ہو اور جس وقت چاہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو اور جس وقت چاہے جملہ انبیاؑ و اولیاؒ سے ملاقات کرے اور اُن کا ہم مجلس ہو جائے، یہ توفیق صرف تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

(۵) تصورِ اسم اللہ ذات سے دل میں انوارِ دیدار پیدا ہوتے ہیں جب کہ ذکر فکر، ورد وظائف سے رجوعاتِ خلق پیدا ہوتی ہیں جس سے نفس موٹا اور مغرور ہو جاتا ہے اور وسوسہ و وہمات وخیالات متشکل ہو کر متجلی ہوتے ہیں اور احمق اُسے حضور وصال سمجھتا ہے۔ خبردار! "کُلُّ اِنَآءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ" (برتن سے وہی چیز برآمد ہوتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے۔) اپنے وجود میں قیاس کرلے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

(۶) ہر قفل کے لیے ایک کنجی ہوتی ہے اور اِنسان کے وجود کی کنجی اسمِ اللہ ذات ہے۔ جو شخص اپنے وجود کا قفل کھول کر قلبِ سلیم کا خزانہ حاصل کرنا چاہے تو تصورِ اسم اللہ ذات سے ایسا کرلے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

تصورِ اسم اللہ ذات کا طریقہ یہ ہے کہ طالب اللہ اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے نفسانی خیالات سے پاک کر کے تصور سے اپنے دل پر اسم "اَللّٰہُ" لکھے حتیٰ کہ دل پر اسمِ "اَللّٰہُ" نقش ہو جائے اور طالب اللہ کو اسمِ اللہ ذات اپنے دل پر لکھا ہوا نظر آئے اور ذکر اِس طرح کرے کہ جب سانس اندر کو لے تو سانس کے ساتھ ملا کر پڑھے "اَللّٰہُ" اور جب سانس باہر کو نکلے تو سانس کے ساتھ ملا کر پڑھے "ھُوْ" لیکن ایسا کرتے وقت اپنی زبان، ہونٹ اور آواز کو بند رکھے۔ یعنی اسمِ اللہ ذات کا ذکر بھی تصور سے کرے۔ زندگی بھر اُس کی کوئی سانس تصورِ اسم اللہ ذات کے بغیر نہ گزرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:۔ "اَلْاَنْفَاسُ مَعْدُوْدَۃٌ وَّ کُلُّ

نَفَسٌ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ مَیِّتٌ " ترجمہ:۔ "سانس گنتی کے ہیں اور جو سانس ذکر اللہ کے بغیر گزرتا ہے وہ مردہ ہے۔" سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

جو دم غافل سو دم کافر سانوں مرشد ایہہ سمجھایا ھُو
سنیاں سخن گیاں کھل اکھیاں اساں چت مولا ول لایا ھُو
کیتی جان حوالے رب دے اساں ایسا عشق کمایا ھُو
مرن تھیں اگے مر گئے باھُو تاں مطلب نوں پایا ھُو

ترجمہ:۔ ہمیں اپنے مرشدِ پاک (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے یہ سبق پڑھایا ہے کہ جو دم تصورِ اسم ذات کے بغیر گزرے وہ غافل و مردہ ہے۔ جب سے ہم نے اپنے مرشدِ کامل سے یہ فرمان سنا ہے ہم نے اپنا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف لگا لیا ہے اور عشق الٰہی میں ایسے وارفتہ ہوئے کہ اپنی جان سے بھی گزر گئے۔ اس طرح جب ہم موت سے پہلے ہی مر گئے تو اے باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) ہم نے اپنے رب کو پالیا۔"

تصورِ اسم ذات کے متعلق سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:۔(۱) "آدمی کے وجود میں دو سانس ہیں۔ ایک سانس اندر آتی ہے دوسری باہر جاتی ہے۔ ہر سانس پر ایک فرشتہ مؤکل ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ سانس کو اندر یا باہر جانے دیا جائے یا روک لیا جائے، ہر سانس کے آنے جانے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عرض گزاری جاتی ہے اور جو سانس تصورِ اسم اللہ ذات سے نکلتی ہے اُس کی باطن میں موتی کی طرح ایک نوری صورت بن کر اللہ تعالیٰ کے ہاں خزانۂ حضور میں صاحبِ تصور کے لئے جمع ہو جاتی ہے۔

اگر دنیا کی تمام دولت جمع ہو جائے تو اُس ایک سانس کے موتی کے برابری نہیں ہو سکتی بلکہ بہشت بھی اُس گوہرِ بے بہا کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ایسے صاحبِ دم کے لئے ہر طرح کا امن وامان ہے۔ جس شخص کا گوہرِ دم اِس طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہوا سے کچھ پرواہ نہیں کہ وہ خلقت میں گمنام ہو یا مشہور ہو۔ اِس کے برعکس جو سانس تصورِ اسم اللہ ذات کے ذکر فکر کے بغیر گزرتی ہے وہ معدنِ شیطان کو جا پہنچتی ہے اور وہاں سے شیطانی خطرات و نفسانی وسواس مثلاً حرص، طمع، کفر، شرک، ریا اور اسی قسم کی ناشائستہ ہوا سے متعفن ہو کر اہلِ دم نفسانی کے اندر واپس آ کر کدورتِ ظلمت اور غفلت کا موجب بن جاتی ہے۔ (نور الہدیٰ کلاں)

(۲) حشر کے روز آدمیوں کی نیکیوں اور بدیوں کا حساب ہوگا تو جس شخص کے دل پر اسمِ اللہ ذات نقش ہوگا یا جس شخص نے صرف ایک ہی مرتبہ صدقِ دل سے اسمِ اللہ ذات کا تصور کیا ہوگا اگر اُس کے گناہ آسمان وزمین کے برابر بھی ہوں گے تو ایک طرف کے پلڑہ میں اُس کے گناہ رکھ دیئے جائیں گے اور دوسری طرف کے پلڑے میں اسمِ اللہ ذات رکھ دیا جائے گا تو اسم اللہ ذات والا پلڑہ بھاری ہوگا اور فرشتے تعجب سے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے :- ''الٰہی! اِس نے ایسی کونسی نیکی کی ہے کہ جس کے بدلے میں اِس کی نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہے؟'' ارشاد ہوگا کہ یہ شخص ہمیشہ میری طلب میں رہتا تھا اور میرے ذاتی نام اسمِ اللہ ذات میں مشغول رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہلِ حجاب ہو اور اِس کے شغل کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہو، یہ بندہ میرا طالب ہے، یہ میرے ساتھ ہے اور مَیں اِس کے ساتھ ہوں، تم اِس راز سے بیگانہ ہو۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔'' (عین الفقر کلاں)

(۳) ''اسمِ اللہ ذات کی شان یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ،

تلاوت قرآن مجید اور ہر قسم کی دیگر عبادات کرتا رہے یا عالم بن کر اہلِ فضیلت بن گیا ہو لیکن اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بیگانہ رہا اور اِن دونوں اسمائے پاک سے شغل نہیں کیا تو اُس کی ساری عمر کی عبادت برباد و ضائع ہو گئی۔ (عین الفقر کلاں)

(۴) ''فقہ کا ایک مسئلہ سیکھنا ایک سال کی بے ریا عبادت سے افضل ہے اور تصورِ اسمِ اللہ ذات میں ایک سانس لینا ایک ہزار مسائل فقہ سیکھنے سے افضل ہے۔ (عین الفقر کلاں)

یہ اِس لئے ہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے نفسِ امارہ قتل ہو جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے جس سے حضوریٔ قلب (دل کی توجہ) حاصل ہوتی ہے۔ جسے حضوریٔ قلب حاصل ہو اُس کی ہر عبادت مقبول ہوتی ہے اور جسے حضوریٔ قلب حاصل نہ ہو اُس کی ہر عبادت ریا کا درجہ رکھتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- '' لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ'' ترجمہ:- ''دل کی توجہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' جس دل کے اندر اسمِ اللہ ذات کا نوری نقش قائم ہو جائے وہ دل قلبِ سلیم کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم ہی قیامت کے روز کام آئے گا - فرمانِ الٰہی ہے:- '' یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ o اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ '' (پارہ ۱۹، الشعراء ۸۸-۸۹) ترجمہ:- '' قیامت کے دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد کام آئے گی بلکہ وہاں کامیابی اُس کی ہو گی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔''

(۵) ''جب فقیر فنا فی اللہ بقا باللہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہوتا ہے تو آسمان کہتا ہے کاش کہ میں زمین ہوتا اور یہ بندہ مجھ پر بیٹھ کر تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہوتا اور زمین کہتی ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ! میں ذکر اللہ سے حلاوت پا رہی ہوں۔'' (عین الفقر کلاں)

(۶) ''جب زندہ دل ذاکر تصورِ اسمِ اللہ ذات کرتا ہے تو اُس کا ہر رگ و ریشہ، گوشت و

پوست، مغز و قلب اور روح و سرّ غرضیکہ ہر اعضائے جسم ذکر اللہ سے گویا ہو جاتا ہے اور ربوبیت حق تعالیٰ سے جواب آتا ہے لَبَّیْکَ عَبْدِیْ (میرے بندے میں حاضر ہوں)۔ یہ سن کر فرشتے رشک سے کہتے ہیں کہ "ہم تمام عمر تسبیح و سجود و رکوع میں گزار رہے ہیں مگر اللہ نے ہم سے کبھی لَبَّیْکَ عَبْدِیْ نہیں فرمایا کاش کہ ہم بھی بندے ہوتے۔" اے بندے خود کو پہچان کہ تُو خاص ہے اِس لئے خاص بن۔" (عین الفقر کلاں)

سُبْحَانَ اللّٰہ ! اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے کتنے عظیم شرف سے نوازا ہے کہ ہر وقت اور ہر دم اطاعتِ حق تعالیٰ بجالانے والے نوری فرشتوں کو ذکر اللہ کا جواب اللہ تعالیٰ کبھی نہیں دیتا مگر اِنسان جب بھی قلبِ سلیم سے ذکر اللہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے جواب دیتا ہے بلکہ اُسے یہ فرما کر ذکر اللہ کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے کہ فرمان الٰہی ہے:۔ "فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ" (پارہ۲، البقرہ ۱۵۲) ترجمہ:۔ "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔" ذکر اللہ کی تاثیر کے متعلق سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "فقیر کے مغز و پوست میں اسم اللہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور یہ ذکر اُس کی ہڈیوں میں، اُس کی آنکھوں میں اور اُس کی جلد میں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ پس قلبی ذاکر کا تمام بدن اسم اللہ ذات بن جاتا ہے اور اُس میں اسمِ اللہ ذات جاری ہو جاتا ہے۔۔ ایسے فقیر کا وجود قدرتِ الٰہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔" (محبت الاسرار)

(۲) "جو فقیر اسم اللہ ذات کی طے میں فنا فی اللہ، بقا باللہ کے مراتب تک پہنچ جاتا ہے اُسے قربِ الٰہی سے علوم کی وحی اور الہام کے مرسل قدرت الٰہی سے ہزار ہا بلکہ بے شمار پیغام پہنچاتے ہیں اور اُس پر علمِ لدنی اور وارداتِ غیبی وارد ہوتی ہیں۔ عارف باللہ اسمِ اللہ ذات کے

ذریعے ہی دم بھر میں ہزاروں بلکہ لاکھوں مقامات طے کر جاتا ہے۔(قربِ دیدار)

فقرا کے نزدیک ''تصورِ اسم ذات'' دائمی نماز ہے جو اگر قضا ہو جائے تو اُس کا لوٹانا ناممکن ہے کیونکہ گزری ہوئی سانس دوبارہ نہیں آتی۔ قرآن مجید کی یہ جو آیت مبارک ہے کہ '' حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى '' (پارہ۲، البقرۃ ۲۳۸) ترجمہ:۔''اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر وسطی نماز کی۔'' یہاں جس وسطی نماز کی حفاظت کی خصوصی تاکید فرمائی گئی ہے فقرا کے نزدیک وہ نماز دل و دماغ کی اندرونی نماز ہے یعنی ہر وقت تصورِ اسم اللہ ذات میں مشغول رہنا ہی وسطی نماز ہے، یہی وہ دائمی فرض ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔'' مَنْ لَّمْ يُؤَدِّ فَرْضَ الدَّائِمِ لَمْ يَتَقَبَّلِ اللّٰهُ مِنْهُ فَرْضَ الْوَقْتِ وَمَنْ لَّمْ يُؤَدِّ فَرْضَ الْوَقْتِ لَمْ يَتَقَبَّلِ اللّٰهُ مِنْهُ فَرْضَ الدَّائِمِ'' ترجمہ:۔''جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے وقتی فرض کو قبول نہیں کرتا اور جو شخص وقتی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے دائمی فرض کو قبول نہیں فرماتا۔ گویا وقتی فرائض یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قتال فی سبیل اللہ اور دائمی فرائض یعنی ''تصورِ اسم اللہ ذات'' دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ وقتی فرائض دائمی فرض کے معاون و مددگار ہیں۔ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ تصورِ اسم اللہ ذات کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:۔

''کامل فقیر دونوں جہان پر امیر اور حاکم ہوتا ہے کیونکہ وہ تصورِ اسم اللہ ذات کی طے سے اللہ تعالیٰ کے نور میں اِس طرح غرق ہو جاتا ہے کہ اُسے مقامِ برزخ اور سوال و جواب کی خبر بھی نہیں رہتی وہ محض صورِ اسرافیل سے بیدار ہوتا ہے کہ قیامت کے قیام اور حشر نشر سے بھی آگاہ نہیں ہوتا۔ ازل سے ابد تک غرقِ انوارِ توحید اور محوِ دیدار رہتا ہے لیکن اس قسم کے استغراق اور محویت کے باوجود فقیر کامل پابندیٔ شریعت میں خبردار اور ہوشیار رہتا ہے اور کوئی فرض، سنت وغیرہ اور نماز باجماعت قضا

نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا مندی شریعت کی پابندی میں ہے اِس لئے فقیر ہر دو دائمی و وقتی نماز کو دوست رکھتا ہے اور اِسی سے فقیر دوام منظورِ نظر اور صاحبِ مرتبہ لازوال ہوتا ہے۔'' (نورالہدیٰ کلاں)

''تصورِ اسم اللہ ذات'' ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر چل کر پاکیزہ لوگ انعام یافتہ ہوئے کیونکہ تصورِ اسم ذات ہی سے اِنسان کا سینہ اسلام کی روشنی سے صحیح طور پر منور ہوتا ہے۔ اِس کے برعکس جس نے ذکر اللہ اور تصورِ اسم اللہ ذات سے روگردانی کی وہ نفسِ امارہ اور شیطان کے پھندوں میں پھنس گیا اور آخر کار گمراہ ہو کر نامراد ہوا۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔'' اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَعَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ ط فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ط اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ '' (پارہ۲۳، الزمر۲۲) ترجمہ:۔ ''جس شخص کا سینہ اللہ (تصورِ اسم ذات) نے اسلام کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور و روشنی میں ہے۔ ہلاکت ہے اُس شخص کے لئے جس کا دل اتنا سخت ہے کہ ذکر اللہ (تصورِ اسم اللہ ذات) میں نہیں لگتا وہ کھلی اور واضح گمراہی میں مبتلا ہے۔'' سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

(۱)'' واضح رہے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق سے دنیا و آخرت کی زندگی، نجات اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کرنے والے کا وجود ظاہر و باطن میں نص و حدیث کے موافق ہو جاتا ہے، اُس کی زبان اللہ کی تلوار بن جاتی ہے اور وہ ''اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ تَعَالٰی '' کا مصداق بن کر اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کرنے والا ذاکر اللہ تعالیٰ کا خزانہ اور اس کا بھید ہوتا ہے کیونکہ وہ شرک، کفر، بدعت اور حرص و ہوا سے فارغ ہوتا ہے، اُس کی آنکھ حق بین ہوتی ہے۔ وہ اہلِ دنیا باطل و بے دین

سے بیزار ہوتا ہے، اُس کا سینہ علمِ معرفت و توحید سے پر ہوتا ہے، وہ بے ریا و بے تقلید ہوتا ہے، اُس کا ہاتھ سخی ہوتا ہے، اس کا قدم شریعت کی سیدھی راہ پر ہوتا ہے، وہ امر معروف پر کمر بستہ رہتا ہے اور نفس سے جہاد کرتا ہے، اُس کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں رہتا، اُس کے وجود میں تصورِ اسم اللہ ذات ہوتا ہے اس لئے وہ جو کچھ دیکھتا ہے حضوریٔ قلب سے دیکھتا ہے، اُس کے تمام اعضا تصورِ اسم اللہ ذات میں لپٹے ہوئے ہوتے ہیں، اسمِ اللہ ذات میں نور ہی نور ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کرنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے، اُس کا وجود مغفور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اپنے نفس پر غالب قلندر صفت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ اُس کا نفس فرمانبردار ہو جائے خواہ وہ مچرب و مرغن کھانے کھائے اور زرین و اطلس کا لباس پہنے لیکن اس کے باوجود نفس و شیطان سے محفوظ رہے اور اُس کے وجود سے خناس و خرطوم، وسوسہ و وہمات اور خطرات بالکل نیست و نابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ اپنے دل میں تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق کرے کہ ایسا کرنے سے بے شک اُس کا دل غنی ہو جائے گا اور اُسے دائمی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل ہو جائے گی۔ (کلید التوحید کلاں)

(۲) ''تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق سے نفس کو پاکیزگی، دل کو صفائی، روح کو تابانی اور سرّ کو تجلی حاصل ہوتی ہے، جو شخص اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اُس کا قالب (جسم) قلب کا لباس، قلب روح کا لباس اور روح سرّ کا لباس پہن لیتی ہے۔ جب اس طرح قالب، قلب، روح اور سرّ ایک ہو جاتے ہیں تو وجود سے بری خصلتیں نکل جاتی ہیں، ظاہری حواسِ خمسہ بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ بعد ازاں '' وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِيْ '' (اور میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی) کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ پہلے پہل جب آدم علیہ السلام کے وجود میں روح داخل

ہوئی اور داخل ہوتے ہی اُس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو بندے اور پروردگار کے درمیان کوئی پردہ نہ رہا۔ اگر قیامت تک بھی کوئی پردہ رہے تو اسمِ اللہ ذات کی کنہ کو نہیں پہنچ سکے گا۔'' (کلید التوحید کلاں)

(۳) ''تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر دل سے خطرات، خناس اور شیطان دفع نہیں ہوتے خواہ ساری عمر ہی عربی کا معلم بنا رہے اور فقہ کے مسائل پڑھتا رہے، خواہ ساری عمر عبادت و وظائف میں صرف کر دے، خواہ کثرتِ ریاضت سے اُس کی پیٹھ کُبڑی ہو جائے اور وجود بال کی طرح سوکھ جائے لیکن دل اُسی طرح تاریک رہتا ہے، کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا خواہ اپنا سر ریاضت کے پتھر سے ٹکراتا رہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

(۴) ''تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنے والا معشوقِ بے مشقت اور محبوبِ بے محنت ہوتا ہے، اُسے عمدہ مراتب نصیب ہوتے ہیں اور وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے، وہ تمام دلوں کا پیارا ہو جاتا ہے۔ اسمِ اللہ ذات کے تصور اور تصرف سے طالب اللہ مخلوقِ خدا کے لئے فیض بخش ہو جاتا ہے۔'' (کلید التوحید کلاں)

WWW.ALFAQR.NET

ذکرِ شانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اب ہم سرورِ کائنات آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکرِ خیر کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-"ذِکْرُ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ مِنَ الْعِبَادَۃِ وَذِکْرُ الصّٰلِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ" (رواہ الدیلمی مسند الفردوس، مقامِ رسول صفحہ ۲۷) ترجمہ:-"انبیا ورسل کا ذکر عبادت ہے اور صالحین کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔" یعنی نبیوں اور رسولوں کے فضائل بیان کرنا، اُن کی یاد منانا اور اُن کی تعریف کرنا عبادت ہے اور اولیائے کرام کا ذکر کرنا، اُن کی یاد منانا، اُن کی تعریف کرنا اور اُن کے حالات و فضائل بیان کرنا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے بلند کر رکھا ہے پھر کیوں نہ ہم اُن کا ذکر کثرت سے کریں اور کیوں نہ اُن کے گیت گائیں کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:-" وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ " (پارہ ۳۰، الم نشرح) ترجمہ:- "اور ہم نے اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کا ذکر بلند فرما دیا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر اس شان سے بلند فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:-" لَا اُذْکَرُ فِیْ مَکَانٍ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ یَا مُحَمَّدُ فَمَنْ ذَکَرَنِیْ وَلَمْ یَذْکُرْکَ فَلَیْسَ لَهٗ فِی الْجَنَّةِ نَصِیْبٌ " (درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۱) ترجمہ:- "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جہاں میرا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ کا ذکر بھی ہوتا ہے، جس نے میرا ذکر تو کیا مگر آپ کا ذکر نہ کیا تو جنت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں۔" لہٰذا ہم پورے خلوص دل سے

اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی علیہ وآلہٖ وسلم کی شان و عظمت بیان کرتے ہیں کہ اُن کی شان میں خود اللہ نے فرمایا ہے:-(۱) " لَوْ لَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ " (جواہر البحار جلد ۴ صفحہ ۲۳۱) ترجمہ:-"اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ فرماتا۔" (۲) " لَوْ لَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ " (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۰) ترجمہ:-"اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ فرمایا۔" آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-" لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُکَ " (زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۶۲، ۶۳، خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶) ترجمہ:-"اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہ ہوتے تو میں آپ کو پیدا نہ فرماتا۔" آقائے نامدار سید المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف اُن کی شان کے مطابق بیان کرنا تو قطعاً ناممکن ہے کیونکہ آپ کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی کے بس کی بات نہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:-" يَا اَبَا بَكْرٍ وَّالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِيْ حَقِيْقَةِ غَيْرُ رَبِّيْ " (مطالع المسرات صفحہ ۱۲۹) ترجمہ:-"اے ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔" اس لئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف و توصیف میں جتنے بھی مبالغہ اور غلو سے کام لیں کم ہے۔ ممکن ہی نہیں کہ آپ کے خَلقی، خُلقی، صورتی و سیرتی حسن و جمال اور علمی و عملی فضائل و کمالات کا احاطہ کیا جا سکے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:- " وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا " (پارہ ۱۴، النحل ۱۸) ترجمہ:-"اگر اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں گننا چاہو (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہیں) تو انہیں گن نہ سکو گے۔" فرمانِ الٰہی ہے:-" اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ " (پارہ ۳۰، الکوثر) ترجمہ:-"اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک ہم نے آپ

کوکثیر در کثیر خوبیاں عطا فرمائی ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک کثیر کیا ہے؟ اِس کا اندازہ اِس بات سے لگایئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔'' قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ '' (پارہ۵، النساء۷۷) ترجمہ:۔'' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرمادیں کہ تمام متاعِ دنیا قلیل (یعنی تھوڑی سی) ہے۔وہ دنیا جو ہماری نظر میں اتنی وسیع ہے کہ ہم اُس کا شمار تو در کنار، اُس کے ادراک سے بھی قاصر ہیں اُس کو اللہ تعالیٰ قلیل فرمارہا ہے تو کثیر کتنی وسیع ہے؟ ہم اُس کے اندازے سے عاجز ہیں لہٰذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے اندازہ و کثیر خوبیوں میں سے جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں وہ ایسے ہے جیسے کوئی سمندر سے ایک قطرہ اُٹھاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمی فضائل و کمالات کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔'' وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا '' (پارہ۵، النساء۱۱۳) ترجمہ:۔''اور اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور آپ کو وہ کچھ سکھایا جو آپ نہ جانتے تھے اور یہ اللہ کا آپ پر عظیم فضل ہے۔'' یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے علمی فضل کو عظیم فرمایا ہے اور جسے اللہ عظیم فرمادے اُس کا احاطہ ناممکن ہے آپ کے عملی کمالات کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔'' وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ '' (پارہ۲۹، القلم۴) ترجمہ:۔''اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک آپ خُلقِ عظیم کے مالک ہیں۔'' یعنی آپ کا اخلاق، آپ کی سیرت اور آپ کا کردار سب عظیم ہیں۔ آپ کی عظمت کی حد ہے نہ انتہا۔ مسندِ احمد میں اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خُلق قرآن ہے۔چوں کہ قرآن کے عجائب کا شمار نہیں کیا جاسکتا اِس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل کا شمار بھی ناممکن ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔'' وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ '' (پارہ۲۹،

(القلم۳) ترجمہ:- ’’اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یقیناً آپ کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔‘‘ ثواب ایک شرف اور فضیلت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بے انتہا فرما دیا ہے۔

اب ہم اللہ تعالیٰ کی مدد و مہربانی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کے مختلف پہلوؤں کو نہایت ہی اختصار سے بیان کرتے ہیں۔

WWW.ALFAQR.NET

اوّلیتِ محبوبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

تخلیقِ کائنات کا عمل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظہور سے فرمایا گیا ہے ۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ”هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ“ (پارہ ۲۷، الحدید ۳) ترجمہ:۔ ”وہی اول ہے وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔“ محققین و مفسرین قرآن فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ مبارکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں وارد ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر امام المحققین والمفسرین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب فتوحاتِ مکیہ کے دسویں باب کے صفحہ ۱۴۷ پر اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اول ہیں، آخر ہیں، ظاہر ہیں، باطن ہیں اور ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ”میں جامع کلمات عطا کیا گیا ہوں۔“ مشکوٰۃ شریف کے باب المساجد میں درج ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ”اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اُس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی جس سے میں نے اوّلین و آخرین کے علم کو جان لیا۔“ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کمالاتِ ظاہری و باطنی کے جامع ہیں اور آپ اوّل وآخر وظاہر وباطن کی صفات سے متصف ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ”وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ صـ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا لا لِّیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ج وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا“ (پارہ ۲۱، الاحزاب ۷،۸) ترجمہ:۔ ”اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یاد فرمائیں

جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا، آپ سے، نوح سے، ابراہیم سے، موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سب سے سخت عہد لیا تاکہ سچوں سے اُن کے صدق کا سوال کریں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار رکھا ہوا ہے۔'' اِس آیتِ مبارکہ کی تفسیر فرماتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:۔''خلقت کے لحاظ سے مَیں تمام انبیائے علیہم السلام سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہوں۔'' (دلائل النبوۃ صفحہ ۱۱۔۱۲) امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔''خلقت کے لحاظ سے مَیں تمام انبیائے علیہم السلام سے پہلے اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر میں ہوں۔'' اِسی معاملہ میں مفسرین حضرات نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔''مَیں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔'' حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ''اِنّیْ وَاِنْ کُنْتُ اِبْنَ اٰدَمَ صُوْرَۃً وَّلِیْ فِیْہِ مَعْنیٌ شَاھِداً بِاُبُوَّتِیْ'' ترجمہ:۔''اگرچہ صورت میں مَیں ابن آدم ہوں مگر میرے اندر ایک حقیقت موجود ہے جو میرے ابوآدم ہونے پر شاہد ہے۔'' فرمانِ الٰہی ہے:۔''اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ'' (پارہ ۳۰) ترجمہ:۔''اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا نہیں کھولا ہم نے آپ کے لئے ابتدا کو؟'' مفسرین قرآن نے اِس آیتِ مبارکہ کی شرح یوں فرمائی ہے:۔'' کسی چیز کے اوّل کو صدر کہا جاتا ہے۔ یہاں ''صدر'' کے لفظ کو استعمال کرنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ تمام رسولوں سے اوّل ہیں اِسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔''اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ'' ترجمہ:۔

''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔'' حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:۔ '' قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَوَّلِ شَیْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ تعالٰی قَبْلَ الْاَشْیَآءِ قَالَ یَاجَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تعالٰی قَدْ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ فَجَعَلَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدُوْرُ بِالْقُدْرَۃِ حَیْثُ یَشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَمْ یَکُنْ فِیْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّۃٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَکٌ وَّلَا سَمَآءٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّلَا جِنِّیٌّ وَّلَا اِنْسِیٌّ'' ترجمہ:۔ ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے بتلا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا فرمائی؟ فرمایا! اے جابر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا گردش کرتا رہا، اُس وقت لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھا نہ فرشتے تھے نہ آسمان تھا نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ کوئی جن تھا نہ انسان تھا (یعنی اُس وقت کچھ بھی نہ تھا) .... (زرقانی جلد اوّل صفحہ ۴۶)

نہ آپ آتے اگر جہاں میں قسم خدا کی جہاں نہ ہوتا
نہ چاند تارے، نہ یہ نظارے کسی کا نام و نشاں نہ ہوتا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا:۔'' یَاعُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا اَنَا الَّذِیْ خَلَقَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَوَّلَ کُلِّ شَیْءٍ نُوْرِیْ فَسَجَدَ لِلّٰہِ فَبَقِیَ فِیْ سُجُوْدِہٖ سَبْعَ مِائَۃَ عَامٍ فَاَوَّلُ کُلِّ شَیْءٍ سَجَدَ لِلّٰہِ نُوْرِیْ وَلَا فَخْرَ یَاعُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنْ اَنَا اَنَا الَّذِیْ خَلَقَ اللّٰہُ الْعَرْشَ مِنْ نُوْرِیْ وَالْکُرْسِیَ مِنْ نُوْرِیْ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ نُوْرَ الْاَبْصَارِ مِنْ نُوْرِیْ وَالْعَقْلَ مِنْ نُوْرِیْ وَ نُوْرَ الْمَعْرِفَۃِ

فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ نُوْرِیْ وَلَا فَخْرَ" (جواہر البحار جلد۲ صفحہ ۳۴۵) ترجمہ:- "اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم ہے کہ مَیں کون ہوں؟ مَیں وہ ہوں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا تو میرے نور نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا۔ سات سو سال سجدہ میں رہا تو سب سے پہلے جس نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا وہ میرا نور تھا اور مَیں یہ بات محض فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔ اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا آپ کو معلوم کہ مَیں کون ہوں؟ مَیں وہ ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور کرسی کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور سورج و چاند اور آنکھوں کے نور کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور مومنوں کے دلوں میں نورِ معرفت کو میرے نور سے پیدا فرمایا اور مَیں یہ بات محض فخر سے نہیں کر رہا ہوں۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:- "اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَاَلَ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلٰمُ کَمْ عُمِرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ قَالَ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ غَیْرَ اَنَّ کَوْکَبًا فِی الْحِجَابِ الرَّابِعِ یَظْہَرُ فِیْ کُلِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَرَّۃً رَاَیْتُہٗ اثْنَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَاجِبْرِیْلُ وَ عِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَا ذٰلِکَ الْکَوْکَبُ" (جواہر البحار جلد۲ صفحہ ۴۰۸، روح البیان جلد۲ صفحہ ۶۱۸، سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۴) ترجمہ:- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبریل علیہ السلام سے سوال فرمایا کہ آپ نے عمر کے کتنے سال گزار لئے ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! اس کے علاوہ مَیں کچھ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی حجابات سے چوتھے پردہ میں ستر ہزار سال بعد ایک نوری تارہ ظاہر ہوتا تھا، مَیں نے اُسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے جبریل! (علیہ السلام) میرے رب کی عزت کی قسم وہ تارہ مَیں ہی ہوں۔"

نورانیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فرمانِ الٰہی ہے:- "قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ" (پارہ ۶، المائدہ ۱۵) ترجمہ:- "اے لوگو! بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں) آیا اور ایک روشن کتاب آئی۔" جمہور مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مزید فرمان الٰہی ہے:- "مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (پارہ ۱۸، النور ۳۵) مفسرین کرام نے یہاں بھی "مَثَلُ نُوْرِهٖ" سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور مراد لیا ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آیاتِ مقدسہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:- "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال بیان فرمائی ہے کہ طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے، فانوس آپ کا قلب اطہر ہے اور چراغ نبوت کہ روغن شجرِ نبوت سے روشن ہے، اس نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی روشنی واضائت اس مرتبہ کمال پر ظہور پذیر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا اعلان نہ بھی فرمائیں تو خلق پر ظاہر ہوجائے کہ آپ نبی ہیں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ:- "طاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک ہے اور فانوس آپ کا قلبِ اطہر ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا ہے کہ وہ شرقی ہے نہ غربی (یعنی یہودی ہے نہ نصرانی)، وہ ایک شجرِ مبارک سے روشن ہے، وہ شجرِ مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

قلبِ ابراہیم علیہ السلام پر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نور پر نور ہے۔" مزید فرمانِ الٰہی ہے:۔
" یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ ط وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ " (پارہ ۲۸، الصف ۸) ترجمہ:۔ "کافر چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے تو اپنا نور پورا ہی کرنا ہے چاہے کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔" مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی تو سراجِ منیر کا نام دیا ہے کبھی نجم، کبھی فجر، کبھی شمس اور کبھی قمر کے نام سے یاد فرمایا ہے اور اس کا مدعا یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کو ظاہر فرمایا جائے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت سے متعلق احادیثِ مبارکہ:۔

(1) قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔ " اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ نُوْرِیْ مِنْ نُّوْرِ عِزَّتِہٖ " (شمائل الاتقیا صفحہ ۴۴۲) ترجمہ:۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنی عزت کے نور سے پیدا فرمایا ہے۔" (2) "عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْھَا مَسْرُوْرًا تَبْرُقُ اَسَارِیْرُ وَجْھِہٖ " (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۲) ترجمہ:۔ "ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسرور حالت میں میرے گھر میں داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ مبارک کے نقوش بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔" (3) "عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ

(فقط) اِلَّا غَلَبَ ضَوْئُہٗ ضَوْئَہَا وَلَا مَعَ سِرَاجٍ (فقط) اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُ ہٗ ضَوْئَہٗ" (نسیم الریاض جلد۳ صفحہ۲۸۲۔ زرقانی جلد۴ صفحہ۲۲۰) ترجمہ:۔ "حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی اور جب بھی آپ چراغ کے مقابل ہوتے تو آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب رہتی۔" (4) "اَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ وَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَدَارَۃِ الْقَمَرِ" (خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۷۲، زرقانی جلد۴ صفحہ۷۷، کنزالعمال جلد۷ صفحہ۹۹) ترجمہ:۔ "ابونعیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔" (5) "اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَالْبَیْہَقِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ......اِذَا ضَحِکَ یَتَلَاْلَاُ فِی الْجُدُرِ لَمْ اَرَمِثْلَہٗ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ" (خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۷۴، کنزالعمال جلد۷ صفحہ۲۱، شفا جلد۱ صفحہ۵۱، زرقانی جلد۴ صفحہ۱۸۱) ترجمہ:۔ "بزار و بیہقی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تبسم فرماتے ہیں تو دیواروں پر چمک پڑتی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے دیکھا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد۔" (6) "حضرت ہند بن ابی ہالۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ "یَتَلَاْلَاُ وَجْہُہٗ تَلَاْلُؤَ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ" (شمائل ترمذی صفحہ۲، زرقانی جلد۴ صفحہ۷۹۔۸۰) ترجمہ:۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔" (7) "قَالَ حَسَّانُ ابْنُ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰی اَنْوَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ كَفِّيْ عَلٰى عَيْنِيْ خَوْفًا مِّنْ ذَهَابِ بَصَرِيْ " (جواہر البحار جلد۲ صفحہ ۳۴۷) ترجمہ:۔ ''حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار کی طرف دیکھا تو اپنی آنکھوں پر اس خوف سے ہاتھ رکھ لئے کہ کہیں میری قوتِ بصارت ہی نہ چلی جائے۔'' (8) امام احمد، دارمی، حاکم (انہوں نے اس کی صحت کا فتویٰ دیا ہے) بیہقی، طبرانی اور ابونعیم نے عتبہ بن عبد سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ بیان مذکور ہے:۔ " قَالَتْ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَنَّهٗ خَرَجَ مِنِّيْ نُوْرٌ اَضَاءَتْ لَهٗ قُصُوْرُ الشَّامِ " (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۴۶) ترجمہ:۔ ''فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ مجھ سے نور خارج ہوا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔'' (9) ''حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت میری والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس موجود تھیں وہ فرماتی ہیں:۔ " فَمَا شَيْءٌ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فِي الْبَيْتِ اِلَّا نُوْرٌ وَّاِنِّيْ لَاَنْظُرُ اِلَى النُّجُوْمِ تَدْنُوْا حَتّٰى اِنِّيْ لَاَقُوْلُ لَيَقَعْنَ عَلَيَّ فَلَمَّا وَضَعَتْ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ الْبَيْتُ وَالدَّارُ حَتّٰى جَعَلْتُ لَا اَرٰى اِلَّا نُوْرًا " (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۴۵) ترجمہ:۔ '' اُس گھر میں میں جس چیز کی طرف نظر کرتی وہ منور نظر آتی اور اُس رات میں نے دیکھا کہ تارے بالکل قریب آگئے ہیں یہاں تک کہ میں کہتی کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پھر جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تولد فرمایا تو اُن سے نور چمکا جس کی وجہ سے گھر کے در و دیوار روشن ہوگئے یہاں تک کہ مجھے نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔'' (10) " وَاَخْرَجَ ابْنُ سَعْدٍ مِّنْ طَرِيْقِ ثَوْرِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْعَجْفَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

قَالَ رَأَتْ اُمِّیْ حِیْنَ وَضَعَتْنِیْ سَطَعَ مِنْهَا نُوْرٌاَضَآءَ تْ لَهٗ قُصُوْرُ بُصْرٰی" (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۴۶) ترجمہ:۔ "ابن سعد نے ثور بن یزید کے طریق سے ابی العجفاء سے روایت کی اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "میری والدہ نے مجھے تولد فرمایا تو اُن سے نور چمکا جس کی وجہ سے بصری محلات روشن ہوگئے۔" (11) "وَ اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ اَخِیْطُ فِی السَّحْرِ فَسَقَطَتْ مِنِّی الْاَبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَیْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَبَیَّنَتِ الْاَبْرَةُ لِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ یَاحُمَیْرَا الْوَیْلُ ثُمَّ الْوَیْلُ ثَلَاثًا لِمَنْ حُرِمَ النَّظْرَ اِلٰی وَجْهِیْ" (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۶۲۔۶۳، شمائل الاتقیا صفحہ ۲۴۲، جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۱۲۵۔ ۲۲۶) ترجمہ:۔ "ابن عساکر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ سحر کے وقت میں سلائی کررہی تھی کہ مجھ سے سوئی گرگئی، میں نے اُسے تلاش کیا مگر مجھے وہ نہ ملی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے تو آپ کے چہرۂ انور کے نور کی شعاع سے مجھے وہ گم شدہ سوئی نظر آگئی۔ میں نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلائی تو آپ نے فرمایا کہ اے حمیرا ہلاکت ہے، ہلاکت ہے اُس شخص کے لیے جس نے اپنی نظر کو میرے چہرے کی دید سے محروم رکھا۔"

اسی طرح اور بھی بے شمار احادیثِ مبارکہ ہیں جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے احوال بیان فرمائے گئے ہیں اور اُن کی روشنی میں علمائے اُمت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اپنے عقائد استوار فرمائے ہیں۔ مثال کے طور پر:۔ (1) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سر سے لے کر قدم تک سارے کے

سارے نور تھے اور حیرت کی آنکھ آپ کے جمالِ باکمال میں خیرہ ہو جاتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاند و سورج کی طرح منور اور روشن تھے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کا پردہ پہنے ہوئے نہ ہوتے تو کسی کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی اور نہ ہی آپ کے حسن مبارک کا ادراک ممکن ہوتا۔'' (مدارج النبوۃ جلد اصفحہ ۱۰۹-۱۱۰) (2) ''ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- ''اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ پہچانا اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت کے پردہ نے اُن کی آنکھوں کی بینائی کو ڈھانپ دیا تھا۔'' (شرح شمائل صفحہ ۹) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والدِ محترم کے ایک خواب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خواب میں میرے والد صاحب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسِ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاْ یُوْسُفَ'' (دُرالثمین صفحہ ۷) ترجمہ:- ''میرا حسن و جمال لوگوں کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ رب تعالیٰ کی غیرت سے اگر ظاہر ہو جائے تو لوگ اُس سے زیادہ کچھ کریں گے جو یوسف علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔''

حسنِ یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشت زنان سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب
اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو ؟

(4) ''حضرت شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان ہوا کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو ستر ہزار پردوں میں چھپا دیا جائے تاکہ چاند اور سورج کی روشنی چھپ نہ جائے۔'' (شمائل الاتقیا صفحہ ۴۴۳) (5) ''حضرت شیخ عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- ''(اے طالبِ حق!) اِس بات کا یقین کر لے کہ

بے شک اگر تُو تمام موجودات کے سارے انوار، عرش و فرش اور آسمانوں، زمینوں، بہشتوں، پردوں اور اُن کے اوپر و نیچے کے سب انوار جمع کر کے دیکھے تو نورِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک حصہ ہوگا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سارا نور عرش پر رکھ دیا جائے تو عرش پگھل جائے اور اگر عرش کے اوپر والے ستر حجابات پر رکھ دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر باریک اُون کی طرح اُڑنے لگیں اور اگر تمام مخلوق کو جمع کر کے اُن پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور رکھ دیا جائے تو تمام مخلوق ریزہ ریزہ ہو کر رہ جائے۔ اِسی طرح رب تعالیٰ کی ذات اگر بے پردہ ہو جائے تو سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے۔'' (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

گویا عقیدہ یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر میں بشری لباس پہن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ صورت میں بشر ہیں، بے عیب و پاک صاف و شفاف بشریت آپ کا اعلیٰ وصف ہے۔ آپ کی بشریت بھی بے مثل ہے۔ آپ سید البشر اور افضل البشر ہیں۔ آپ کی بشریت اِتنی منزہ و اعلیٰ ہے کہ آپ کا سایہ تک نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مختارِ کل ومتصرفِ کل ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے ظاہری و باطنی تمام خزانوں کی کنجیاں اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جملہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تقسیم فرماتے ہیں۔ جس کسی کو بھی کوئی نعمت مل رہی ہے یا ملی ہے یا ملے گی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت سے ملی ہے یا مل رہی ہے یا ملے گی کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے خزائن کے قاسمِ مطلق ہیں۔ نیز آپ تکوین میں مختارِ کل ہیں یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی تمام مملکت کے مالک ومتصرف و مدبر ہیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے کہ:- (1) "اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" (پارہ ۱۰، التوبہ ۷۴) ترجمہ:- "انہیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے فضل سے دولت مند کردیا۔" (2) "وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ" (پارہ ۱۰، التوبہ ۵۹) ترجمہ:- "اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عطا پر راضی رہتے اور کہتے کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اب بھی دے گا اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی دے گا۔" (3) "اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ" (پارہ ۲۲، الاحزاب ۳۷) ترجمہ:- "اللہ نے اُسے نعمت بخشی اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ نے اُسے نعمت بخشی۔" توریت میں آیا ہے:- "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں....... انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔"

انجیل میں آیا ہے:- ''انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔'' زبور میں آیا ہے:- ''احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حمد و تسبیح سے زمین بھر گئی۔ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ساری زمین کی تمام اُمتوں کی گردنوں کے مالک ہیں۔''

احادیثِ مبارکہ میں آپ کی اِس صفت کے بارے میں کثرت سے بیان کیا گیا ہے، مثال کے طور پر:- (1) ''بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الدُّنْیَا'' (بخاری و مسلم، کنوز الحقائق للمناوی جلد ا صفحہ ۱۰۰) (2) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ''اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ'' (مسند احمد، جامع صغیر جلد ا صفحہ ۴۶) ترجمہ:- ''مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔'' (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے:- ''اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّخَازِنٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ'' (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۳۹) ترجمہ:- ''مَیں (اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا) قاسم و خزانچی ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔'' (4) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ طیبہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادتِ باسعادت کے فوراً بعد یہ اعلان ہوا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبضہ فرمالیا ہے، واہ! واہ! ساری دنیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مٹھی میں آگئی ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو اُن کے قبضہ میں نہ آئی ہو۔'' (روایت ابو نعیم عن ابن عباس، دلائل النبوۃ صفحہ ۵۳۸، جواہر البحار جلد ا صفحہ ۸۳، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۷-۴۸، زرقانی علی المواہب جلد ا صفحہ ۱۱۴) (5) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''اَلْکَرَامَۃُ وَالْمَفَاتِیْحُ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ'' (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۴، جواہر البحار جلد ا صفحہ ۳۱۳، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸) (6) حضرت سلیمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ حدیثِ قدسی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-" لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ بِهٖ اٰخِذُ وَاُعْطِیْ " (کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۱۶۱) ترجمہ:-" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں، مَیں اُن ہی کے واسطہ سے لوں گا اور اُن ہی کے واسطہ سے دوں گا۔" مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اور اخذ و عطا سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں، اُن کے وسیلہ اور اُن کے واسطہ سے ہے اور اِسی کو خلافتِ الٰہیہ کہتے ہیں۔ یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، جہنم کی کنجیاں، حتیٰ کہ ہر چیز کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کے قاسمِ مطلق ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے خزائن کی قاسمیت اور اُن کے تصرف کا عملی اظہار بھی بارہا فرمایا ہے مثلاً:-(1) حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-" مَیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اُن کی ضرورت کی اشیا (مثلاً وضو کا پانی، مسواک، مصلّے وغیرہ یا جو کچھ اُن کی ضرورت ہوتی) لا کر دیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے خوش ہو کر فرمایا:-" اے ربیعہ! مجھ سے مانگو (جو جی میں آئے مانگ لو) مَیں تجھے عطا کروں گا۔" مَیں نے عرض کی:-" حضور! مَیں بہشت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-" اور بھی مانگو۔" مَیں نے عرض کی:-" حضور! بس یہی کافی ہے۔" آپ نے فرمایا:-" تم کثرتِ سجود سے میری مدد کرو۔" (نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۱، مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۳، مرقاۃ جلد ا صفحہ ۵۵۱) مفسرین حدیث نے اِس حدیث مبارک پر یوں تبصرہ فرمایا ہے:- علامہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانگنے کا حکم مطلق فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں کسی کو عطا فرما دیں۔ امام ابن سبع وغیرہ نے تو فرمایا ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جاگیر کر دی ہے اس لئے اُس میں سے جو چاہیں اور جتنی چاہیں کسی کو بخش دیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ ''اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ'' (پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۵) ترجمہ:۔ ''بے شک میرے نیک بندے زمین کے مالک ہیں۔'' (2) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جب کوئی سوال کیا جاتا تو اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے منظور فرماتے تو ''نَعَمْ'' فرما دیتے یعنی ''ہاں'' اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرما لیتے۔ کسی کو ''لا'' یعنی ''نہیں'' کبھی نہ فرماتے۔ ایک روز ایک اعرابی نے سوال کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاموش ہو گئے۔ اعرابی نے پھر سوال کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر سکوت فرمایا۔ اعرابی نے پھر سوال کر دیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا:۔ ''سَلْ مَا شِئْتَ یَا اَعْرَابِیُّ'' یعنی ''اے اعرابی جو تمہارا جی چاہے ہم سے مانگ لے۔'' اس پر ہم نے سوچا کہ اعرابی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنت مانگے گا لیکن اعرابی نے کہا کہ مَیں آپ سے سواری کا اُونٹ مانگتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''عطا ہوا۔'' اعرابی پھر بولا:۔ ''مَیں حضور سے زادِ راہ بھی مانگتا ہوں'' آپ نے فرمایا:۔ ''یہ بھی عطا ہوا۔'' ہمیں اعرابی کے سوال پر حیرت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ ''اس اعرابی کی طلب میں اور بنی اسرائیل کی بڑھیا کی طلب میں کتنا فرق ہے؟ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا تو آپ علیہ السلام دریا کے کنارے پر پہنچے تو سواری کے جانوروں

کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے اور وہ خود بخود واپس پلٹ پڑے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی:۔ ’’الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟‘‘ ارشاد ہوا:۔ ’’آپ مزارِ یوسف علیہ السلام کے پاس ہیں اُن کا جسد مبارک اپنے ساتھ لے چلو۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قبر کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا:۔ اگر تم میں سے کوئی جانتا ہے تو بتلا دے۔‘‘ کسی نے کہا کہ شاید بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کو معلوم ہو۔ چنانچہ اُن کے پاس ایک آدمی کو بھیجا گیا تو اُس نے کہا کہ ہاں مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کا مزار معلوم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے بتلا دیں۔ بڑھیا نے کہا کہ ’’خدا کی قسم نہ بتاؤں گی، ہاں البتہ مَیں آپ سے جو کچھ مانگوں اور آپ مجھے عطا فرما دیں تو پھر مَیں ضرور بتلا دوں گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی شرط مجھے منظور ہے۔ بڑھیا نے عرض کی:۔ ’’ مَیں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتی ہوں۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:۔ ’’آپ جنت مانگ لیں آپ کے لیے یہی کافی ہے، اتنا بڑا سوال نہ کر۔‘‘ بڑھیا نے کہا:۔ ’’خدا کی قسم! اِس سے کم پر مَیں راضی نہیں ہوں کہ جنت میں مَیں آپ کے ساتھ رہوں۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام بڑھیا سے ردوبدل فرماتے رہے لیکن وہ اپنے سوال پر ڈٹی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا کہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) یہ بڑھیا جو کچھ مانگ رہی ہے اُسے عطا فرما دیں، اِس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس بڑھیا کو جنت میں اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ اِس پر اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کر دی اور موسیٰ علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک ساتھ لے کر دریا عبور کر گئے۔‘‘ (طبرانی تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۳۹) اِس حدیث مبارک سے علمائے کرام نے یہ نتائج اخذ کئے ہیں:۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اعتقاد تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کے تمام خزائن

پر پورا پورا تصرف حاصل ہے اور وہ جسے چاہیں جنت تک عطا فرما سکتے ہیں، تب ہی تو وہ اپنے ذہنوں میں سوچ رہے تھے کہ اب جب کہ اعرابی کو مانگنے کا اِذن ہو چکا ہے تو وہ حضور سے ضرور جنت مانگے گا۔'' (2) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعرابی کی طلب پر تعجب کرنا اِس بات کی دلیل ہے کہ اعرابی دنیا و آخرت کی کوئی چیز طلب کرتا تو اُسے عطا فرمادی جاتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس پر قدرت حاصل ہے۔ (3) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھجور کے خشک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے منبر تیار کیا گیا اور آپ منبر شریف پر جلوہ گر ہوئے تو وہ تنا آپ کے فراق میں اونٹنی کی طرح رونے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس تنے کے پاس گئے اور اُس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:۔ ''(اے تنا!) اگر تُو چاہے تو مَیں تجھے اُسی جگہ پر گاڑھ دوں جہاں تُو پہلے تھا اور تُو سرسبز و شاداب ہو جائے جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا اور اگر تُو چاہے تو مَیں تجھے جنت میں بو دوں جہاں تُو جنت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہو اور تُو اچھی طرح اُگے اور اچھی طرح پھل دے اور تیرا پھل اولیاء اللہ کھائیں۔'' حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو مرتبہ یہ فرماتے سنا کہ ''مَیں نے ایسا کر دیا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔ ''تنے نے اِس بات کو پسند کیا کہ مَیں اُسے جنت میں بو دوں۔'' (دارمی صفحہ ۵۵، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۴۴-۳۴۵، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۷۵-۷۶) اِس حدیث مبارک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار فی التکوین کا اظہار ہے کہ آپ بعطائے الٰہی خشک تنے کو سرسبز و شاداب کر سکتے ہیں، جنت تک ہاتھ پہنچا کر خشک تنے کو وہاں لگا کر سرسبز و شاداب کر سکتے ہیں، خشک تنے کی فریاد سن سکتے ہیں اور اپنی بات اُسے سنا سکتے ہیں اور اُسے مطمئن فرما سکتے ہیں۔ (4) اُم المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیَ جِبَالُ الذَّهَبِ" (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۲۱، دلائل النبوۃ صفحہ ۵۲۲) ترجمہ:- "اگر ہم چاہیں تو ہمارے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں۔" (5) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

"اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهَا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ باب صلوٰۃ الخسوف صفحہ ۱۲۹) ترجمہ:- "بے شک میں نے گرہن کی نماز میں جنت کو دیکھا اور اُس کا ایک خوشہ پکڑا، اگر ہم وہ خوشہ توڑ لیتے تو تم لوگ قیامت تک اُس کو کھاتے رہتے۔" معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر کھڑے ہو کر جنت کو دیکھ لیتے ہیں اور اُس پر اتنا تصرف رکھتے ہیں کہ زمین پر کھڑے ہو کر اُس میں سے اپنے ہاتھ مبارک سے خوشہ توڑ کر اپنے اصحاب کو دنیا میں جنت کے پھل کھلا سکتے ہیں۔"

اِسی طرح احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ:- (۱) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھوڑے سے طعام کو اپنے لعابِ مبارک سے کثیر بنا دیا۔ (۲) پیالے میں ہاتھ مبارک ڈال کر اس میں سے پانچ چشمے جاری کر دیئے۔ (۳) کنویں میں تیر ڈالا جس سے کنویں کا پانی بڑھ گیا۔ (۴) ایک بوڑھی عورت کے مشکیزہ سے اپنے ساتھ کے سب اصحابِ کرام کو پانی پلایا لیکن مشکیزہ کے پانی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور وہ ویسے کا ویسا ہی بھرا رہا۔ (۵) دو درختوں کو جوڑ کر اپنے اردگرد پردہ بنا دیا۔ (۶) ایک سرکش گھوڑے پر اپنا قدم مبارک رکھا تو وہ مطیع ہو گیا۔ (۷) درخت نے جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سایہ کیا۔ (۸) سوکھی بکری کے تھنوں سے دودھ کے برتن بھر لئے۔(ا سے ۸ تک کے سارے واقعات احادیث کی صورت میں مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات میں درج ہیں۔) (۹) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باغ میں قدم مبارک رکھا تو وہ

سال میں دو بار پھل دینے لگا۔(مشکوٰۃ باب الکرامات) (۱۰) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنت خریدی (رواۃ الحاکم، ابن عدی، ابن عساکر) (۱۱) معارج سے واپسی کے بعد سورج کو غروب ہونے سے روک دیا۔(شفا جلد ۱ صفحہ ۲۴۰ نشر الطیب صفحہ ۶۰) (۱۲) ایامِ خندق میں بھی ایک روز سورج کو غروب ہونے سے روک دیا۔(شرح شفا للقاری والخفاجی جلد ۳ صفحہ ۱۴) (۱۳) سورج کے طلوع ہونے سے روک دیا۔(نسیم الریاض جلد ۳ صفحہ ۱۴) (۱۴) غروب شدہ سورج کو واپس لوٹایا۔(شفا جلد ۱ صفحہ ۲۴۰، طحاوی مشکل الآثار جلد ۲ صفحہ ۸ تا ۱۱) (۱۵) دو دفعہ چاند کو انگلی کے اشارے سے چیر دیا۔(قرآن، صحیح بخاری، صحیح مسلم) (۱۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چادر میں قوتِ حافظہ عطا فرمائی۔(صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲) (۱۷) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لعاب مبارک سے اور سینہ پر ہاتھ رکھنے سے قوتِ حافظہ عطا فرمائی۔(دلائل النبوۃ صفحہ ۴۰۰۔۴۰۱) (۱۸) کھجور کی ٹہنی کو تلوار بنا دیا۔(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۷) (۱۹) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیر سے پھوٹی ہوئی آنکھ درست فرما دی۔(خصائص کبریٰ جلد صفحہ ۲۰۴۔۲۱۷) (۲۰) حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ درست فرما دی۔(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۱۸) (۲۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عصا منور فرما دیا۔(خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۰) (۲۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوڑا منور فرما دیا۔(خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۰) (۲۳) حضرت حمزۃ الاسلمی کی انگلیوں کو منور فرما دیا۔(خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۸۰) (۲۴) ابو نعیم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ''اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَبَشَّرَنِیْ اَنَّ اللّٰہَ اَیَّدَنِیْ بِالْمَلَائِکَۃِ وَاَعْطَانِیَ النَّصْرَ وَجَعَلَ بَیْنَ یَدَیَّ الرُّعْبَ وَاَعْطَانِیَ السُّلْطَانَ وَالْمُلْکَ''(خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۹۰) ترجمہ:۔ ''جبریل علیہ

السلام میرے پاس آئے اور خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے میری مدد فرمائی اور مجھے نصرت عطا فرمائی۔ میرے آگے رعب کیا اور مجھے سلطنت وملک عطا فرمایا۔'' (۲۵) امام ابن سعد حضرت عمرو بن میمونہ سے روایت فرماتے ہیں کہ مشرکین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ میں ڈالا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُدھر سے گزرے تو حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔'' یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ '' (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ۸۰) ترجمہ:۔''اے آگ! عمار پر اس طرح سلامتی والی اور ٹھنڈی ہو جا جیسا کہ تُو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوگئی تھی۔'' اس پر آگ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن گئی۔ (۲۶) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حکم ابی العاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آکر بیٹھا کرتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کلام فرماتے تو وہ اپنا چہرہ بگاڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اُڑاتا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس سے فرمایا:۔'' کُنْ کَذٰلِکَ '' یعنی تُو ایسا ہی ہو جا تو اُس کا چہرہ بگڑ کر ٹیڑھا ہو گیا اور مرتے دم تک اُس کا چہرا بگڑا رہا۔ (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ۷۹) (۲۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن خطبہ دیا، ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے شکل بگاڑ کر آپ کی نقلیں اُتارنے لگا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ '' کَذٰلِکَ فَکُنْ '' یعنی تو ایسا ہی ہو جا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اُسے اُٹھا کر گھر لے گئے، دو ماہ تک بے ہوش رہا، پھر جب ہوش میں آیا تو اُس کا منہ اُسی طرح بگڑا ہوا تھا جیسا کہ اُس نے نقل کرتے وقت بنا رکھا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ۷۹) (۲۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ اُس کے والد نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے کہا کہ اُسے برص کا مرض ہے حالانکہ اُسے برص کا مرض نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "فَلْتَکُنْ کَذٰلِکَ فَبَرَصَتْ" یعنی اچھا وہ برص والی ہی ہو جائے تو وہ برص کے مرض میں مبتلا ہو گئی۔ (جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۱۹ عن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) (۲۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ ایک اعرابی سے فرمایا:۔ "کُنْ زَیْدٌ افاذا ھُوَ زَیْدٌ" یعنی تو زید ہو جا اور وہ زید ہو گیا حالانکہ وہ زید نہیں تھا۔" (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۶۰) (۳۰) حدیث شریف میں آیا ہے:۔ "رَأَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَاکِبًا مِّنْ بَعِیْدٍ فَقَالَ لَہٗ کُنْ اَبَا ذَرٍّ فَکَانَ اَبَــا ذَرٍّ" (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۶۰) ترجمہ:۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دور سے ایک سوار کو دیکھا تو فرمایا تو ابوذر ہو جا تو وہ ابوذر ہو گیا۔ (حالانکہ وہ ابوذر نہ تھا)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "دنیا کی زمین اور جنت کی زمین کے مالک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زمین فتح ہونے سے پہلے جس کے نام چاہتے ہیں الاٹ فرما دیتے ہیں۔ بیت المقدس میں ایک بستی فتح ہونے سے قبل ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت تمیم داری اور اُن کی اولاد کے نام جاگیر فرما دی وہ بستی آج تک اُن کی اولاد کی ملکیت وقبضہ میں چلی آ رہی ہے۔ بعض حاکموں نے اُس ملکیت کو تبدیل کرنا چاہا تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے حاکم پر کفر کا فتویٰ جاری کر دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو جنت کی زمین جس کے نام چاہتے جاگیر فرما دیتے تو دنیا کی زمین بطریق اولیٰ جس کے نام چاہیں الاٹ فرما دیں، اُن کی الاٹمنٹ کو منسوخ کرنے والے تم کون ہوتے ہو؟"

امیر عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ وہ ہے کہ کوئی ممکن بعطائے الٰہی آپ کی قدرت سے خارج نہیں جیسا کہ آپ کے خالق کی قدرت سے

کوئی ممکن خارج نہیں۔ نظامِ کائنات کے تمام صوبے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ فرمان ہیں اور تمام خزانوں کی کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک میں ہیں۔ جتنا اور جو چاہتے ہیں عطا فرمادیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حق اور خلق کے درمیان برزخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مراد (یعنی ہدایت وایمان وغیرہ) کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں جاری کرنے والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔ درحقیقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علمِ قدیم اور ارادہ ازلیہ کے مظہر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ حق تعالیٰ ہی کا ارادہ ہے۔''

امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدِ کامل ہیں اور آپ کی سیادت (سرداری) دنیا و مافیہا حتیٰ کہ جن وانس کی حفاظت کے لیے ہے اور یہ سیادت بحر وبر میں نافذ، مقدم اور متاخر ساکنانِ سمٰوات اور اہل قیامت کل کے کل اور اہل جنت کے سب کو شامل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انسانِ کبیر ہیں جو علی الاطلاق ملک اور ملکوت میں خلیفہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے اسما وصفات کے اسرار نازل فرمائے اور جن کو بسائط اور مرکبات میں تصرف کی قدرت بخشی ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مختار فی التشریع

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شریعت کی حد بندی کرنے اور اُس کے نافذ کرنے میں مختارِ مطلق ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف پیغمبر ہی نہیں بلکہ مختارِ مطلق شارع بھی ہیں جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) ہیں، حاکم ہیں اور قاضی بھی ہیں۔فرمانِ الٰہی ہے:۔ (1) " وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ " (پارہ۹، الاعراف ۱۵۷) ترجمہ:۔ ’’(وہ اُمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُن پر ستھری چیزیں حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں حرام فرمائے گا۔‘‘ (2) "وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا " (پارہ ۲۸، الحشر ۷) ترجمہ:۔ ’’جو چیز تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیں اُسے لے لیں اور جس چیز سے تمہیں منع فرمادیں اُس سے باز رہو۔‘‘ (3) " وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ" (پارہ۲۲، الاحزاب ۳۶) ترجمہ:۔ ’’کسی مومن مرد یا مومن عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ سنا دیں تو وہ اپنی رائے اور اختیار کو اُس میں داخل کریں۔‘‘ (4) " يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ " (پارہ۵، النسآء ۵۹) ترجمہ:۔ ’’اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حکم مانو۔‘‘ (5) " تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ " (پارہ۵، النسآء ۶۱) ترجمہ:۔ ’’اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب اور رسول کی طرف آؤ۔‘‘ (6) " وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ"

(پارہ ۵ النساء ۶۴) ترجمہ:- ''ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔'' (7) '' فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ '' (پارہ۵،النساء۶۵) ترجمہ:- ''تو اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کے رب کی قسم وہ لوگ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑے میں آپ کو حاکم نہ بنالیں۔''

احادیثِ مبارکہ:-

(1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا۔ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- '' وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِیْمُ مَکَّةَ '' (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۴۰) ترجمہ:- ''اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنادیا جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا۔'' (2) حضرت سعد بن ابی وقاص سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- '' اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیِ الْمَدِیْنَةِ '' (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۶۰) ترجمہ:- '' میں مدینہ منورہ کے گردونواح کو حرم بناتا ہوں۔'' (3) حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَةَ حَرَامًا بَیْنَ مَازِمَیْهَا '' (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۶۳) ترجمہ:- ''اور میں نے مدینہ منورہ اور اُس کے گردونواح کو بھی حرم بنادیا ہے۔'' (4) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:- ''حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَیْدَ مَا بَیْنَ لَابَتَیْهَا '' ترجمہ:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ منورہ کے

گردونواح میں شکار حرام فرمادیا۔" (5) حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔
"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَرَّمَ الْبَقِیْعَ وَقَالَ لَاحِمٰی اِلَّا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" (طحاوی) ترجمہ:۔ "بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت البقیع کو حرم بنا دیا اور فرمایا کہ اللہ اور اُس کے رسول نے اُس کی حمایت کہ ہے۔" (6) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرمِ مکہ کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی تو آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو اِس حکم سے مستثنیٰ فرمادیں۔ آپ نے فرمایا:۔ اچھا مستثنیٰ کردیا۔" (7) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ اگر میں ہاں کردوں تو ہر سال حج فرض ہوجائے۔"

WWW.ALFAQR.NET

اختیار فی التشریع کے چند واقعات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (1) حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے چھ ماہ کے بکری کے بچے کی قربانی جائز فرمادی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۳۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۴) (2) ایک بار حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی چھ ماہ کے بکری کے بچہ کی قربانی کی اجازت فرمادی۔ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۵۵) (3) ایک بار اُمِ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک جگہ نوحہ کرنے کی اجازت فرمادی۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۰۴) (4) ایک بار خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی نوحہ کرنے کی اجازت فرمادی۔ (ابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (5) ایک بار اسما بنت یزید کو بھی نوحہ کرنے کی اجازت فرمادی۔ (احمد طبرانی) (6) اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عدتِ وفات کا سوگ معاف فرمادیا۔ (مواہب زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۵، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳) (7) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہر کی جگہ ایک قرآنی سورۃ سکھانا کافی فرمادیا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴) (8) حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے قائم مقام کر دیا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۹۴) (9) ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے روزے کے کفارہ میں جو مال مساکین میں تقسیم کرنے کا تھا اُسے خود ہی کھالینا جائز فرمادیا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی) (10) حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جوانی میں ایک بی بی کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور اُس سے حرمتِ رضاعت ثابت فرما دی۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۴۶۹) (11) حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت فرمادی۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (12) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنابت کی حالت میں مسجدِ اقدس میں رہنا مباح فرمادیا۔ (ترمذی، ابویعلیٰ، بیہقی، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸

خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳) (13) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی کا پہننا جائز فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (14) حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی اجازت فرمادی۔ (البیہقی فی دلائل) (15) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا نام و کنیت جمع کرنے کی اجازت فرمادی۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (16) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہاد میں شامل نہ ہونے کے باوجود مالِ غنیمت میں حصہ دیا۔ (بخاری، ترمذی، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (17) حضرت معاذ بن جبل کو اپنی رعیت سے تحائف لینا حلال فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (18) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عصر کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنے کو جائز فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (19) ایک بی بی کو احرام میں شرط لگا لینا جائز فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (20) ایک شخص سے اس شرط پر اسلام لانا قبول فرمالیا کہ وہ دو نماز سے زائد نماز نہیں پڑھے گا۔ (مسندِ احمد، مسلم، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (21) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سورج نکلنے کے وقت سے روزہ رکھنے کی اجازت دے دی۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (22) بنی عباس اور بنی ہاشم کے لئے بوجہ سقایہ منیٰ میں رات گزارنا ترک فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (23) حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کو اُمِ سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مہر مقرر فرمادیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (24) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مواخات (بھائی چارہ) فرما کر اُن میں توارث (ورثہ کا حصہ دار) فرمادیا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۲۸) (25) اُمِ ایمن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو سلام لاعلیکم کہتیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں صرف ''السلام'' کہنے کی اجازت فرمادی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴) (26) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دوسرا نکاح کرنے

سے منع فرما دیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۳۸، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۰) (27) حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی درخواست پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں صرف فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کا حکم فرما دیا۔ باقی نمازوں سے اُنہیں مستثنیٰ فرما دیا۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۶۱) (28) حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا:۔ "لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ" (مالک، احمد، نسائی، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ترجمہ:۔ "اگر امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو مَیں اُن پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا فرض کر دیتا۔" (29) احمد و ابوداؤد اور ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ مَیں نے معاف فرما دی۔" (30) نسائی میں حسن سند سے حضرت ابی موسےٰ الاشعریؓ کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "مَیں نے ہر نشہ والی چیز کو حرام فرما دیا ہے۔" (31) حضرت ابی ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھریلو گدھے کا گوشت حرام فرما دیا۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۳) (32) حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ "مَیں جس بات کا تم کو حکم دوں وہ پکڑ لیا کرو اور جس بات سے تمہیں منع کروں اُس سے رک جایا کرو۔" (33) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ" (ابن ماجہ صفحہ ۲) ترجمہ:۔ "جس نے میری اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی۔"

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مقدسہ سے مفسرین و محدثین حضرات نے اخذ کیا ہے کہ احکامِ الٰہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہیں جس پر جو چاہیں حکم فرما دیں، یہی وجہ ہے کہ

آپ ایک شخص پر ایک کام حرام فرماتے ہیں مگر وہی کام دوسرے پر مباح فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شریعتِ مطہرہ کے تمام احکام اپنے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حوالے کر دیے ہیں اور انہیں اختیار دے دیا ہے کہ اُس میں جس طرح کا چاہیں اضافہ و ترمیم فرما دیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مختار مذہب یہ ہے کہ احکام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہیں، آپ جو چاہیں کریں، جس کے لئے چاہیں کریں اور جس کے لئے چاہیں تخصیص فرما دیں۔

WWW.ALFAQR.NET

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
ساری کائنات کے رسول ہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:- (1) " وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ " (پارہ ۲۲، السبا ۲۸) ترجمہ:- "اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں پر محیط رسالت دے کر خوشخبری سنانے والا اور اللہ سے ڈرانے والا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے-" (2) " قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا " (پارہ ۹، الاعراف ۱۵۸) ترجمہ:- "اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ لوگوں سے فرما دیں کہ بے شک میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں-" (3) " تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا " (پارہ ۱۸، الفرقان ۱) ترجمہ:- "بڑی برکت والا ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قرآن اُتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈر سنانے والا ہو-" (4) " اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ " (پارہ ۳۰، التکویر ۲۸) ترجمہ:- "وہ (قرآن مجید) تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے-" (5) " وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ " (پارہ ۱۷، الانبیاء ۱۰۷) ترجمہ:- "اور اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر-"

احادیثِ مبارکہ:- (1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- " اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً " (صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۹) ترجمہ:- " میں ساری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (2) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "اِنَّ الرِّسَالَۃَ و النُّبُوَّۃَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۶۷) ترجمہ:- "بے شک تحقیق اب رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی۔ میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ ہی میرے بعد کوئی نبی ہے۔" (3) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَّاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" (تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴) ترجمہ:- "بے شک میری اُمت میں تیس کذاب ایسے ہوں گے کہ اُن میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ دنیا میں نزول فرمائیں گے تو اُس وقت وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبع وناشر ہوں گے اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی طرف بلائیں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے:- " مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ " (پارہ ۲۲، الاحزاب ۴۰)

ترجمہ:- "محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور آخری نبی ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر و ناظر ہیں

جمہور علمائے ربانی کا مذہب یہ ہے کہ باعتبارِ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ''روحِ حیات اور اصلِ عالم'' ہیں اور باعتبارِ اصلِ موجودات اور باعتبارِ نورانیت و نورِ نبوت وروحانیت عالم کے ذرہ ذرہ کے قریب اور حاضر ہیں اور خلق کے ایک ایک ذرہ کے شاہد (مشاہدہ کرنے والے اور دیکھنے والے) ہیں۔ موجودات کے ذرہ ذرہ میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری وساری ہے اِس لئے آپ کے جسمِ مثالی ہزاروں، لاکھوں اور کروڑوں ہو سکتے ہیں اور اُن اجسامِ مثالی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آنِ واحد میں متعدد مقامات میں جلوہ افروز ہو سکتے ہیں البتہ جسمِ بشری وعنصری ایک ہی ہے جو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔ ہاں اُس جسمِ پاک سے جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس شان کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:۔ (1) '' وَ یَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا '' (پارہ۲، البقرہ۱۴۳) ترجمہ:۔ '' اور یہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم پر گواہ ہے یعنی تم پر حاضر و ناظر ہے۔ '' (2) '' وَ جِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا '' (پارہ۵، النسا۴۱) ترجمہ:۔ '' اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم آپ کو ان سب لوگوں پر شہید (گواہ، مشاہدہ کر کے گواہی دینے والا) بنا کر لائیں گے۔ '' (3) '' یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا '' (پارہ۲۲، الاحزاب۴۵) ترجمہ:۔ '' اے نبی (غیب کی خبر دینے والے!) بے شک ہم نے آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا ہے۔ ''

حضرت شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب لوگوں پر گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نورِ نبوت سے

ہر مومن و دین دار کے اُس رتبہ و مرتبہ کو جانتے ہیں جس مرتبہ و رتبہ کو وہ پہنچا ہوا ہے اور اُس کے ایمان کی حقیقت کو بھی جانتے ہیں، اُس کے اُس حجاب سے بھی واقف ہیں جس کی وجہ سے وہ رکا ہوا ہے اِس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو اور تمہارے نیک و بد اعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق کو (یہ سب قلبی کیفیات ہیں جو دل کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں) جانتے اور پہچانتے ہیں اِسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت دنیا و آخرت میں بحکمِ شرع اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:- " وَ سَیَرَ اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَ رَسُوْلُہٗ " (پارہ ۱۱، التوبہ ۹۴) ترجمہ:- "اور اللہ اور اُس کا رسول تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔" محشر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔ (تفسیر عثمانی صفحہ ۵۵۰) (4) " اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ " (پارہ ۲۱، الاحزاب ۶) ترجمہ:- "نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مومنوں کی جان سے بھی زیادہ اُن کے قریب ہیں۔"

احادیثِ مبارک میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب منزل غدیر خم پر پہنچے تو آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف رخ کر کے فرمایا:- "کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک میں مومنوں کی جان سے زیادہ اُن کے نزدیک اور زیادہ دوست ہوں جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے۔" صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:- "ہاں اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ مومنوں سے بہ نسبت اُن کی جانوں کے زیادہ نزدیک اور زیادہ دوست ہیں۔" (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۴۰۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :- " مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَ اَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ " (بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۲۳ و جلد ۲ صفحہ ۷۰۵ و تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۱۸۲) ترجمہ:- "کوئی مومن ایسا نہیں جس سے دنیا و آخرت میں تمام

لوگوں کی بہ نسبت میں اُس کے زیادہ قریب نہ ہوں۔ ‘‘یعنی تمام لوگوں کی بہ نسبت میں مومنوں کے زیادہ قریب ہوں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔’’ یَا بُرَیْدَۃُ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ‘‘ (تفسیر درمنثور جلد۵ صفحہ۱۸۲) ترجمہ:۔ ’’اے بریدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ!) کیا میں تمام مومنوں سے اُن کی جانوں کی نسبت زیادہ قریب نہیں ہوں؟‘‘ میں نے عرض کی:۔ ’’ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ واقعی تمام مومنوں سے اُن کی جان سے زیادہ قریب ہیں۔‘‘

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں یمن کی طرف بھیجا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے کچھ فاصلے تک تشریف لے گئے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سوار تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب آپ وصیت فرما چکے تو فرمایا:۔ ’’اے معاذ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) قریب ہے کہ اِس سال بعد تو مجھے نہ ملے اور شاید تو میری مسجد اور میری قبر پر سے گزرے ۔‘‘ یہ سن کر معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن سے التفات فرما کے مدینہ طیبہ کی طرف رخ کیا اور فرمایا:۔’’ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ کَانُوْا وَحَیْثُ کَانُوْا ‘‘ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل ۳ صفحہ ۴۴۶۔۴۴۵، مسند احمد جلد۵ صفحہ ۲۳۵) اِس حدیث پاک سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:۔ (1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع وانکساری کا یہ عالم ہے کہ معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گھوڑے پر سوار ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے ساتھ پیدل تشریف لے جا رہے ہیں۔ (2) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وصال کا علم ہے۔ (3) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی زندگی کا علم

ہے۔(4) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزارِ مبارک پر حاضر ہونے کا علم ہے۔(5) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فراق میں روتے تھے۔(6) معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقوع پذیر ہونے کا پختہ یقین تھا۔(7) متقی لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ہیں اگرچہ ظاہری طور پر کتنا ہی دُور کیوں نہ ہوں۔ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کے قریب ہیں مگر ملائکہ کی طرح پوشیدہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب و دیدار کا فیض اُس خوش نصیب کو حاصل ہوتا ہے جس سے حجابات دُور فرما دیئے جاتے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ”احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روح بمعہ جسد زندہ ہیں اور بلاشبہ آپ زمین کے کونوں میں، عالمِ غیب میں، فرشتوں کے عالم میں اور عالمِ ارواح میں جہاں چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں اور تصرف بھی فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسی ہیئت پہ ہیں جس ہیئت و شکل و صورت پہ قبل از پردہ پوشی تھے۔ وہ ہیئت و شکل و صورت ویسی کی ویسی ہے اُس میں سے کچھ بھی نہیں بدلا۔ البتہ بے شک آپ لوگوں کی آنکھوں سے چھپائے گئے ہیں جیسا کہ فرشتے چھپائے گئے ہیں حالانکہ وہ بھی بمعہ اجساد زندہ ہیں۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ دیدارِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے اُس سے پردے اُٹھا دیتا ہے اور وہ خوش نصیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کی اصلی و حقیقی ہیئت و شکل و صورت میں دیکھتا ہے۔ جسدِ عنصری کے دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی اور یہ رویتِ جسمِ مثالی کی تخصیص کی طرف داعی نہیں۔(تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۳۵)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۵ مرتبہ جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی اور بہت سی اُن حدیثوں کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا جن کو محدثین نے اپنے طریق سے ضعیف قرار دے رکھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کی تصحیح فرمائی تو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو صحیح لکھا۔ (میزانِ کبریٰ للشعرانی جلد۱ صفحہ۴۱)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ (جن میں ایک حنفی بھی تھا) صحیح بخاری جاگتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پڑھی۔ (فیض الباری للکشمیری جلد۱ صفحہ۲۰۴) محاصرہ کے وقت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملنے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اُنہیں یہ واقعہ سنایا:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا:۔ ''اے عثمان! (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) تمہیں ان لوگوں نے گھیرا ہوا ہے؟'' مَیں نے عرض کی:۔ ''ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلیک وسلم۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر پوچھا:۔ ''تجھے اِن لوگوں نے پیاسا رکھا ہوا ہے؟'' مَیں نے عرض کی:۔ ''ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلیک وسلم۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈول لٹکا دیا، اُس میں پانی تھا۔ مَیں نے سیراب ہو کر پانی پیا یہاں تک کہ مَیں نے اُس کی ٹھنڈک اپنے سینے اور کندھوں کے درمیان محسوس کی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ ''اگر آپ چاہیں تو آپ کی امداد کی جائے اور اگر آپ چاہیں تو ہمارے ہاں آ کر افطار کریں۔'' مَیں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں افطار کرنے کو پسند کیا اور اُسی روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شہید کر دیئے گئے۔ (حاوی للفتاویٰ جلد۲ صفحہ۲۴۸)

شیخ ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''مجھے چالیس سال ہو گئے ہیں کہ مَیں ایک دم کے لیے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اوجھل نہیں ہوا۔ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو دیکھتا رہتا ہوں، اگر پل بھر کے لئے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دیکھوں تو خود کو مسلمان نہ سمجھوں۔'' (جامع الکرامات الاولیا نبہانی جلد ا صفحہ ۵۴۰)

شیخ ابوالعباس طنجی فرماتے ہیں کہ مَیں سید احمد بن رفاعی کے ہاں مرید ہونے کے غرض سے حاضر ہوا تو اُنہوں نے مجھے قنا میں شیخ عبدالرحیم کے پاس بھیج دیا۔ مَیں جب اُن کے پاس پہنچا اور اپنی طلب پیش کی تو اُنہوں نے فرمایا:۔ ''کیا تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل ہے؟'' مَیں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا:۔ ''جاؤ پہلے بیت المقدس جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت حاصل کر آؤ۔'' مَیں اُن کے حکم کے مطابق جب بیت المقدس میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سارے آسمان، ساری زمینیں اور عرش و کرسی سب کے سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھرے پڑے ہیں۔ کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود نہ ہوں، ہر جگہ حضور ہی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نظر آئے۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد جب مَیں شیخ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو اُنہوں نے پوچھا:۔ ''کیا تم نے اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہچان لیا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو دیکھ لیا ہے؟'' مَیں نے اثبات میں جواب دیا تو فرمایا:۔ ''اب تیرا کام مکمل ہوا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت کے بغیر کوئی قطب بن سکتا ہے نہ اوتاد بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ولی بن سکتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معرفت یہ ہے کہ کائنات میں ہر جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر و ناظر ہونے کا مشاہدہ کر لیا جائے۔ (سعادت دارین صفحہ ۴۳۱۔ تنویر الحلک والحاوی للفتاوی کلاہما للسیوطی جلد ۲ صفحہ ۴۴۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ باصرہ

(دیکھنے کی قوت)

فرمانِ الٰہی ہے:۔ " اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ "(پارہ ۳۰،الفیل ۱) ترجمہ:۔"اے نبی! کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟" اِس آیتِ مقدسہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس زمانے کے حالات و واقعات کو بھی دیکھنے پر قادر ہیں جو آپ کی دنیا میں تشریف آوری سے بھی پہلے گزر چکا ہے۔

احادیثِ مقدسہ:۔

(1) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔"کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي الظُّلُمَآءِ كَمَا يَرٰى فِي الضَّوْءِ" (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱) ترجمہ:۔"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندھیرے میں اِس طرح دیکھتے تھے جس طرح کہ دن کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔" (2) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔" كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ" (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱) ترجمہ:۔"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کے اندھیرے میں ایسے دیکھا کرتے تھے جیسے کہ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔" (3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ " هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِيْ هٰهُنَا وَاللّٰهِ مَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا خُشُوْعُكُمْ وَاِنِّيْ لَاَرَا

کُمْ وَرَاءَ ظَهْرِیْ" (بخاری جلد اصفحہ ۱۰۳) ترجمہ:- "تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا رخ اُس طرف ہے، اللہ کی قسم نہ تمہارا رکوع مجھ سے مخفی ہے اور نہ تمہارا خشوع (دل کی کیفیت) مجھ سے پوشیدہ ہے۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔" (4) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ خَلْفَ ظَهْرِیْ" (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۱۰۰۔ مشکوٰۃ باب تسویۃ الصف صفحہ ۹۸) ترجمہ:- "بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔" (5) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ اَمَامِیْ وَمِنْ خَلْفِیْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْرَاَیْتُمْ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا قَالُوْا وَمَا رَاَیْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَاَیْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارِ" (صحیح مسلم جلد اصفحہ ۱۸۰، خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۶۱) ترجمہ:- "پس بے شک میں آگے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی دیکھتا ہوں پھر فرمایا قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھو تو ہنسو تھوڑا اور روؤ زیادہ۔ صحابہ کرام نے عرض کی:- "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا دیکھتے ہیں؟" فرمایا:- "جنت و دوزخ۔" (6) حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْهِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا" (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۹۷۵، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷) (7) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ" (ترمذی، ابن ماجہ مشکوٰۃ باب خوف فصل ۲ صفحہ ۴۵۷) ترجمہ:- "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔" (8) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ کَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی

یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ " (المواہب قسطلانی جلد۲صفحہ۱۹۲، جواہر البحار جلد۳)

ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو میرے سامنے پیش فرما دیا اور میں اُسے اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔"

اس حدیث کو طبرانی اور ابو نعیم احمد بن عبد اللہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح روایت کیا ہے:- " اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ جِلْیَانَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی جَلَاہُ لِنَبِیِّہٖ کَمَا جَلَاہُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِہٖ " ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میرے سامنے فرما دی تو میں اُسے اور جو کچھ اُس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں اُس روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے روشن فرمائی جیسا کہ مجھ سے پہلے کے انبیأ کے لئے روشن فرمائی تھی۔" ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں عارف باللہ محمد بن عبد الکریم السمان فرماتے ہیں:- "اے مخاطب! تُو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کر اور اُن پر درود بھیج اور آپ کے ذکر کے وقت یہ تصور باندھ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حالتِ حیات میں تیرے سامنے تشریف فرما ہیں اور تُو اُنہیں دیکھ رہا ہے اور آپ کے ذکر کے وقت اجلال تعظیم اور ہیبت وحیا سے با ادب بیٹھ اور جاننا چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے:- " اَنَا جَلِیْسُ مَعَ مَنْ ذَکَرَنِیْ " (مدارج النبوۃ جلد۲صفحہ۶۲۱) ترجمہ:- "جو میرا ذکر کرتا ہے میں اُس کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔" (9) حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں:- "اَلسَّلَامُ

عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُاللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ " (شفا قاضی عیاض جلد۲) ترجمہ:- "اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر۔" (10) شفاشریف قسم ثانی باب رابع فصل ۲ جلد ۲ صفحہ ۵۷ میں فرمایا گیا ہے:- "اِنْ لَمْ یَکُنْ فِی الْبَیْتِ اَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" ترجمہ:- "جب تم اپنے گھر میں داخل ہو اور گھر میں کوئی نہ ہو تو تم کہا کرو اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر۔" اس حدیث شریف کی شرح میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

" کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔"

(11) احادیثِ مقدسہ میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں داخل ہوتے تو اپنے آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے تھے، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " جب تم مسجدوں میں داخل ہوا کرو یا مسجدوں سے گزرا کرو تو مجھ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو لہٰذا صحابہ کرام اور تابعین ایسا ہی کیا کرتے تھے۔" اِن احادیثِ مقدسہ کے راوی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ، ابوحمید، ابوسعید، ابن عمر، حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور اِس حکم کے قائل اور عامل عبداللہ بن سلام، ابودرداء، علقمہ بن قیس، کعب احبار، محمد بن سیرین اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اور اِن احادیث کے ماخذ سنن ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶۷، سنن ابی ماجہ صفحہ ۵۶، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰، مرقاۃ جلد ا صفحہ ۴۵۳، صفحہ ۴۶۷، شفا شریف جلد ۲ ہیں۔ (12) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تم مسجدوں میں جاؤ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھا کرو کیونکہ آپ مسجدوں میں موجود ہوتے ہیں۔ (البدیع للسخاوی صفحہ ۱۸۳ تا صفحہ ۱۸۵)

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور باقی تمام انبیائے کرام علیہم السلام اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اور اعلانِ نبوت کے بعد بھی ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔(1) "قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝" (پارہ ۱، البقرہ ۱۲۴) ترجمہ:۔ ''فرمایا! میرا عہدِ نبوت ظالموں اور فاسقوں کو نہیں پہنچتا۔ ''یعنی گنہگار و فاسق و ظالم لوگ نبی نہیں ہو سکتے۔(2) "كُلًّا هَدَيْنَا ...... كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ...... وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ..... وَاجْتَبَيْنٰهُمْ" (پارہ ۷، الانعام ۸۴ تا ۸۷) ترجمہ۔ ''ہم نے سب کو ہدایت بخشی .... وہ سب نیکوکار ہیں .... سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی .... اور ہم نے انہیں چن لیا۔''(3) "وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ" (پارہ ۱۷، الانبیا ۷۲) ترجمہ:۔ ''اور ہم نے ان سب (انبیائے کرام) کو اعلیٰ درجے کا نیکوکار بنایا۔''(4) "اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ" (پارہ ۱۷، الانبیا ۹۰) ترجمہ:۔ ''بے شک وہ انبیاؑ نیک کاموں میں جلدی کرتے تھے اور امید و خوف سے ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے حضور گڑگڑایا کرتے تھے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر مبارک میں زندہ ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے جسد مبارک اپنے اپنے مزارات میں تغیر وتبدل اور ریزہ ریزہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وہ مزارات میں حیات ہیں۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ ۵۱، جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۲۰۴ مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، صفحہ ۱۳۸، صفحہ ۱۳۹۔ خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۵۰) فرمانِ الٰہی ہے:۔" وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" (پارہ۲، البقرہ۱۵۴) ترجمہ:۔"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں اُنہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں البتہ تمہیں اِس کو شعور نہیں۔" (2) " وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" (پارہ۴، آل عمران۱۶۹) ترجمہ:۔"اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے اُنہیں مردہ ہرگز خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور وہ روزی پاتے ہیں۔" (3) " اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ" (پارہ۵، النساء۶۹) ترجمہ:۔"اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر انعام کیا اور وہ انبیأ، صدیقین، شہدا اور صالحین میں سے ہیں۔" اِس آیتِ مبارکہ میں چار گروہوں کا بیان ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا ہے یعنی (۱) انبیأ، (۲) صدیقین، (۳) شہداؑ اور (۴) صالحین۔ اِن میں تیسرے نمبر پر شہداؑ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ قرار دیا ہے، جب شہداؑ زندہ ہیں تو پھر انبیأ بطریق اولیٰ زندہ ہیں، اِسی طرح صدیق بھی زندہ ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شہید ہیں بلکہ ہر نبی شہید ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو مرتبہ اِس بات کی قسم کھاتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید فی سبیل اللہ ہیں اور یہ

مجھے اِس بات سے زیادہ پسند ہے کہ مَیں ایک مرتبہ ایسی قسم کھاؤں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید فی سبیل اللہ نہیں ہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی بھی ہیں اور شہید بھی ہیں۔ (زرقانی جلد ۸ صفحہ ۳۱۳، حاوی (فتاویٰ) جلد ۲ صفحہ ۲۶۷، شرح شفا از قاری جلد ۳ صفحہ ۹۳، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

احادیثِ مبارکہ :-

(1) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ" (جامع صغیر سیوطی جلد ا صفحہ ۱۲۴، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۱) ترجمہ:- "انبیائے کرام علیہم السلام اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں، وہ نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔" (2) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُّرْزَقُ" (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۹، مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۲۱) ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاءؑ کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا ہر نبی قبر میں زندہ ہوتا ہے اور رزق دیا جاتا ہے۔" (3) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَا یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّهُمْ یُصَلُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ وَاَنَّهُمْ اَحْیَآءٌ" (فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۲۸) ترجمہ:- "بے شک انبیاءؑ فوت نہیں ہوتے اور بے شک انبیاءؑ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے اور حج کرتے ہیں اور بے شک وہ زندہ ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفیعِ اُمت ہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہ اُمت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ اُن کے لئے استغفار فرماتے ہیں، اُن کی برائیوں کو چھپاتے ہیں اور اُن کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش فرماتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۴۰، سیرتِ رسولِ عربی صفحہ ۶۷۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعتِ عظمٰے کے مالک ہیں۔ شفاعت کا اِذن اُن کو عطا فرمایا جا چکا ہے۔ آپ دنیا میں بھی شفاعت فرماتے تھے، فرماتے ہیں اور فرماتے رہیں گے اور قیامت کے روز بھی شفاعت فرمائیں گے۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ صفحہ ۲۱۹، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۳۲) فرمانِ الٰہی ہے:۔ (1) "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" (پارہ ۲۶، محمد ۱۹) ترجمہ:۔ "اور اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ اپنے غلاموں کے لئے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے استغفار فرمائیں۔" (2) "وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (پارہ ۵، النساء ۶۴) ترجمہ:۔ "اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کی خدمت میں پیش ہو جائیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور آپ بھی اُن کی شفاعت فرما دیں تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔" اِسی طرح کی اور بھی بہت سی آیاتِ مقدسہ اس بارے میں قرآن مجید میں وارد ہوئی ہیں۔

احادیث مبارکہ:۔

(1) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "اُعْطِيْتُ الشَّفَاعَةَ" (بخاری جلد ۱ صفحہ

۶۲، مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۹) ترجمہ:۔ ''مجھے شفاعت کا اِذن و اختیار عطا فرما دیا گیا ہے۔'' (2) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ ''حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ مَمَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا کَانَ مِنْ حُسْنٍ حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَمَا کَانَ مِنْ سَیْءٍ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ'' (زرقانی جلد ۸ صفحہ ۲۵۱، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۱) ترجمہ:۔ ''میری دنیوی زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور بعد از پردہ پوشی والی میری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہارے اعمال مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اُن میں سے جو اچھے ہوتے ہیں اُن پر مَیں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں اور جو بُرے ہوتے ہیں ان پر مَیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔'' معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس وقت بھی اپنے مزارِ مقدس میں ہمارے لئے شفاعت و سفارش فرما رہے ہیں۔

WWW.ALFAQR.NET

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم

ہر شے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم میں ہے۔ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے آپ وہ سب جانتے ہیں، ہر قسم کے علوم آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیئے ہیں، جو کچھ اب تک ہو چکا ہے، ہو رہا ہے یا ہوگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ پر واضح فرما دیا ہے۔ لوح وقلم کے جملہ علوم آپ کو معلوم ہیں بلکہ لوح وقلم کے جملہ علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے سمندر سے چند قطرے ہیں۔ عارفوں کے نزدیک تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تمام علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کر رکھا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے علم کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے:- (1) "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" (پارہ ۲۷، الحدید ۳) ترجمہ:- "اور وہ (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) سب کچھ جانتے ہیں۔" (2) "عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ" (پارہ ۲۹، الجن ۲۶-۲۷) ترجمہ:- "اللہ غیب کو جاننے والا ہے وہ اپنے (خاص) غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔" (3) "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" (پارہ ۴، آل عمران ۱۷۹) ترجمہ:- "اے عام لوگو! اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تمہیں غیب کا علم عطا کر دے، ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔" (4) "وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (پارہ ۱۱، یونس ۶۱) ترجمہ:- "اور نہ اس سے چھوٹی نہ اس سے بڑی کوئی چیز ہے جو اس روشن کتاب کے اندر نہ ہو۔" (5) "كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ" (پارہ ۱۲، ھود ۶) ترجمہ:- "سب کچھ کتاب مبین میں درج ہے۔" (6) "وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ" (پارہ ۱۱، یونس ۳۷) ترجمہ:- "اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے سب اس کی

تفصیل ہے اُس میں کچھ شک نہیں ہے۔" (7) "مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ" (پارہ ۷، الانعام ۳۸) ترجمہ:۔ "ہم نے اِس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی لکھنے میں۔" (سب کچھ اس میں لکھ دیا ہے) (8) "وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ" (پارہ ۷، الانعام ۵۹) ترجمہ:۔ "اور نہ کوئی تر شے ہے اور نہ کوئی خشک جو اس روشن کتاب (قرآن) میں درج نہ ہو۔" (9) "وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ" (پارہ ۱۳، یوسف ۱۱۱) ترجمہ:۔ "اور (قرآن) ہر چیز کی تفصیل ہے۔" (10) "وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" (پارہ ۱۴، النحل ۸۹) ترجمہ:۔ "اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کو وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے۔"

احادیثِ مبارکہ:۔

(1) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ "اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ فِیْ ھٰذَ الْکِتٰبِ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّلَقَدْ عَلِمْنَا بَعْضًا مِمَّا بَیَّنَ لَنَا فِی الْقُرْاٰنِ ثُمَّ تَلَا وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" (تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۲۷) ترجمہ:۔ "بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان فرما دیا ہے اور ہم نے قرآن مجید سے بعض چیزوں کو جانا جو ہمارے لئے بیان فرمائی گئی ہیں پھر دلیل کے طور پر یہی آیت "نَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ" پڑھی۔" حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں:۔ "فَاِنَّ فِیْهِ عِلْمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ" ترجمہ:۔ "بے شک قرآن میں تمام اوّلین و آخرین کا علم ہے۔"

(2) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔ "لَوْ ضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِیْرٍ

لَوَجَدْتُهُ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ تَعَالٰی" (تفسیر اتقان جلد۲ صفحہ ۲۱۴) ترجمہ:- "اگر میرے اونٹ کے زانو باندھنے والی رسی گم ہو جائے تو میں اُسے قرآن میں سے پالوں گا۔" (3) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ" (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۵۳) ترجمہ:- "پس ہمیں ابتدائے خلق ہی سے سب کچھ بتلا دیا گیا ہے یہاں تک کہ جنتی لوگ اور جہنمی لوگ اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ گئے۔" یعنی روزِ اوّل سے دخولِ جنت و دوزخ تک کے تمام حالات تفصیل سے بتلا دیے گئے ہیں۔ (4) حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں فجر کی نماز پڑھا کے منبر پر تشریف لے گئے۔ ہمیں خطاب فرماتے رہے حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ منبر سے اُترے، ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم سے خطاب فرمانے لگے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا۔ آپ منبر سے اُترے، نماز پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطاب فرمانے لگے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو جو کچھ قیامت تک ہونے والا تھا ہمیں وہ سب کچھ بتلا دیا تو ہم میں زیادہ علم والا وہ تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُن بیان کردہ باتوں کو زیادہ یاد رکھنے والا تھا۔" (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳) (5) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا:- "اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا" (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۹۰) ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی۔ پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔" (6) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَّنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ

حُذَافَۃُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ سَالِمٌ مَوْلٰی شِیْبَۃَ " (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۲۰) ترجمہ:- "جو چاہو مجھ سے پوچھ لو تو ایک مرد نے عرض کی کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا کھڑا ہو گیا، اُس نے پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تیرا باپ شیبہ کا مولے سالم ہے۔" (7) حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- "مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَالَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَالْ فَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ " (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۷۷) ترجمہ:- "جو شخص جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے، تم مجھ سے جو کچھ پوچھو گے میں تمہیں بتلا دوں گا۔" (8) حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "مَا مِنْ شَیْءٍ لَّمْ اَکُنْ اَرَأَیْتَہٗ اِلَّا رَأَیْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا حَتّٰی الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ" (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۱۸) ترجمہ:- "جو جو چیزیں مجھے نہیں دکھائی گئی تھیں وہ سب چیزیں میں نے یہاں دیکھ لیں یہاں تک کہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیا۔" (9) حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵، مشکوٰۃ جلد اصفحہ ۷۰، باب المساجد) ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے میں نے وہ سب جان لیا۔" (10) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- " وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُّ بَرْدَ اَنَامِلَہٗ بَیْنَ ثَدَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ " (مسندِ احمد جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، امام ترمذی و بخاری نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے)

ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی یہاں تک کہ میں نے اُس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو میرے لئے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔'' (11) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' فَوَضَعَ يَدَهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَبَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلَّمَنِيْ كُلَّ شَيْءٍ '' (درِ منثور جلد ۵ صفحہ ۳۲۰) ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ اور میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اُس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کا علم دے دیا۔'' (12) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ قُطِرَتْ فِيْ حَلْقِيْ قَطْرَةٌ عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ '' (تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۶۳۵، ۶۳۶) ترجمہ:- ''شبِ معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے جان لیا جو کچھ ہو چکا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہو گا۔'' (13) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' فَاَوْرَثَنِيْ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلَّمَنِيْ عُلُوْمًا شَتّٰى فَعِلْمٌ اُخِذَ عَلَيَّ كِتْمَانُهٗ اِذْ عَلِمَ اَنَّهٗ لَا يَقْدِرُ عَلٰى حَمْلِهٖ غَيْرِيْ وَعِلْمٌ خَيَّرَنِيْ فِيْهِ وَعِلْمٌ اَمَرَنِيْ بِتَبْلِيْغِهٖ اِلَى الْعَامِّ وَالْخَاصِّ '' (تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۷۲، صفحہ ۵۳، ۷ - صحائف السلوک صحیفہ ۵۶ صفحہ ۱۱۱۸ از خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ) ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین و آخرین کے علم کا وارث بنایا اور مختلف علوم کی مجھے تعلیم فرمائی۔ ایک وہ علم ہے کہ جس کا چھپانا مجھ پر لازم کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ ایسا علم ہے جس کو میرے بغیر کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ دوسرا علم وہ ہے کہ جس کے بتانے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور تیسرا علم وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ حکم ہوا کہ ہر خاص و عام کو تبلیغ کر دوں۔'' (14) حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی:- '' فَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ رَبٌّ غَيْرُهٗ

وَ اِنَّکَ مَامُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبٍ" ترجمہ:۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور بے شک (یا رسول اللہ) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۷ صفحہ ۸)

WWW.ALFAQR.NET

فرمانبرداریٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و فرمانبرداری مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت، آپ کا ادب اور آپ کی تعظیم سے متعلق آیاتِ مقدسہ اِسی کتاب کے باب ''اطاعتِ رسولؐ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ البتہ ایک آیتِ مقدسہ یہاں درج کی جاتی ہے، فرمانِ الٰہی ہے :- '' یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ'' (پارہ ۹، الانفال ۲۴) ترجمہ:- ''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو، جب بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہیں اُس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے۔''

احادیثِ مبارکہ :-

(1) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں بلایا، اُنہوں نے جلدی جلدی نماز ختم کی اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:- ''تمہیں جواب دینے سے کس چیز نے روک رکھا تھا؟ عرض کی:- ''میں نماز پڑھنے میں مصروف تھا'' فرمایا:- ''کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ اور اُس کے رسول کے بلاوے پر حاضر ہو جایا کرو۔'' عرض کی:- ''آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی'' (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱، تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۹۱) تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ میں لکھا ہے :- ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے پر نمازی نماز چھوڑ کر حاضر ہو، نماز فاسد نہیں ہوتی۔'' (2)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' مَا مِنْ مُوْمِنٍ اِلَّاوَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَاوَالْاٰخِرَۃِ اِقْرَؤُااِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ '' (بخاری جلد۲صفحہ۷۰۵، صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳۲۳) ترجمہ : - ''میں ہر مومن پر تمام لوگوں سے زیادہ تصرف رکھتا ہوں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ، اگر چاہو تو تم قرآن میں پڑھ لو کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مومنوں کے اُن کی جان سے زیادہ مالک ہیں۔'' تفسیر عثمانی صفحہ ۵۴۲ میں درج ہے :- '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق حاصل ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔'' حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نبی نائب ہے اللہ کا۔ اپنی جان و مال میں اپنا تصرف اتنا نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں ہے مگر جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس کا حکم فرما دیں تو فرض ہو جائے گا۔'' شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :- '' ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے مالک ہیں، ہمارے رشتوں کے مالک ہیں، ہماری بیویوں کے، ہماری بیٹیوں اور ہماری بہنوں کے مالک ہیں، وہ جو چاہیں تصرف فرما دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مالک و مختار ہیں۔ کسی کو چوں چرا کا حق حاصل نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ملکیت

فرمانِ الٰہی ہے:- (1) "یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَحۡلَلۡنَا لَکَ اَزۡوَاجَکَ الّٰتِیۡۤ اٰتَیۡتَ اُجُوۡرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتۡ یَمِیۡنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَبَنٰتِ عَمِّکَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِکَ وَبَنٰتِ خَالِکَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِکَ الّٰتِیۡ ھَاجَرۡنَ مَعَکَ ۫ وَامۡرَاَۃً مُّؤۡمِنَۃً اِنۡ وَّھَبَتۡ نَفۡسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنۡ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنۡ یَّسۡتَنۡکِحَھَا ٭ خَالِصَۃً لَّکَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَیۡھِمۡ فِیۡۤ اَزۡوَاجِھِمۡ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُھُمۡ لِکَیۡلَا یَکُوۡنَ عَلَیۡکَ حَرَجٌ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا" (پارہ۲۲،الاحزاب۵۰) ترجمہ:-

''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے آپ کے لئے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیویاں جن کو تم مہر دو اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تم کو غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نذر کرے، اگر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُسے نکاح میں لانا چاہے۔ یہ خاص آپ کے لئے ہے اُمت کے لئے نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے جو ہم نے مسلمانوں پر مقرر کیا ہے اُن کی بی بیوں اور اُن کے ہاتھ کے مال کنیزوں میں، یہ خصوصیت آپ کی اس لئے ہے کہ آپ پر کوئی تنگی نہ ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(2) "تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡھُنَّ وَتُـْٔوِیۡۤ اِلَیۡکَ مَنۡ تَشَآءُ" (پارہ۲۲،الاحزاب۵۱)

ترجمہ:- ''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پیچھے ہٹا دو اُن میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس رکھ لو جسے چاہو۔'' اِن آیاتِ مبارکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق ملکیت و تصرف کا بیان ہے۔

آپ پر وہ مومنہ عورت بھی حلال فرمادی گئی ہے جو بغیر مہر اور بغیر شروط نکاح اپنی جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہبہ کر دے بشرطیکہ آپ اُسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس میں آئندہ کے حکم کا بیان ہے کیونکہ اِن آیات کے نزول کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جو ہبہ کے ذریعے زوجیت میں آئی تھیں اور جن مومنہ بی بیوں نے اپنی جانیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نذر فرمائیں وہ حضرت میمونہ بنت حارث، خولہ بنت حکیم، اُمِ شریک اور زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ (تفسیر احمدی بحوالہ خزائن العرفان)

توہینِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کفر ہے

فرمانِ الٰہی ہے:- (1)" وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ط قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ط وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ج وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ط ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ " (پارہ ۱۰، التوبہ ۶۱ تا ۶۳) ترجمہ:- "اُن میں سے کچھ لوگ ہیں جو اپنی باتوں سے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دُکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کان کے کچے ہیں۔ آپ فرما دیں وہ تو تمہارے فائدے کے لئے ایسے ہیں۔ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان پر اعتماد کرتے ہیں اور سراسر رحمت ہیں اُن لوگوں کے لئے جو تم میں سے ایمان والے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دُکھ دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ آپ کو راضی کریں حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور اُس کا رسول اِس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ یہ اُن کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ کیا اُنہیں نہیں معلوم کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مقابلہ کرتا ہے اُس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔" معلوم ہو کہ "کان کے کچے کہنے" میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے توہین اور دُکھ کی بات ہے لہٰذا ایسا کہنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا موذی و بے

ادب ہے جس کے لئے اللہ نے دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو راضی کرنے کی فکر کی جائے۔اگر کوئی اس کے برعکس عمل کرتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے ادبی کا مرتکب ہو کر اُن کو ناراض کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اُس موذی کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ (2) " اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ط وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ" (پارہ ۲۸، المجادلہ ۵) ترجمہ:۔ "بے شک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل وخوار کردیے جائیں گے جس طرح اُن سے پہلے والے لوگ ذلیل وخوار کیے جا چکے ہیں۔ہم نے صاف صاف آیات نازل فرمادی ہیں اور کافروں کے لئے ذلت وخواری کا عذاب ہے۔" (3) " اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ " (پارہ ۲۸، المجادلہ ۲۰) ترجمہ:۔ "بے شک اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مقابلہ کرنے والے ذلیل ترین لوگ ہیں۔" (4) " لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ہُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ہُمْ اَوْ اِخْوَانَہُمْ اَوْ عَشِیْرَتَہُمْ " (پارہ ۲۸، المجادلہ ۲۲) ترجمہ:۔ "جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم اُنہیں اُن لوگوں سے دوستی کرتا ہوا نہیں پاؤ گے جو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے دشمنی کرتے ہیں چاہے وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔" (5) " وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْہِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَہُمْ فِی الدُّنْیَا ط وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ ٥ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ شَآقُّوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ج وَمَنْ یُّشَآقِّ اللّٰہَ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ" (پارہ ۲۸، الحشر ۳، ۴) ترجمہ:۔ "اگر اللہ نے اُن کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا ہی میں وہ

اُنہیں عذاب دے ڈالتا اور آخرت میں تو اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سب کچھ اِس لئے ہے کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے اللہ اُس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے۔'' (6)'' اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ'' (پارہ ۹، انفال ۱۲ تا ۱۳) ترجمہ:۔ ''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وہ وقت یاد کریں جب آپ کا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ مَیں تمہارے ساتھ ہوں تم اہلِ ایمان کو ثابت قدم رکھو، مَیں ابھی اِن کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں۔ پس تم اُن کی گردنوں پر ضرب لگاؤ اور اُن کے جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ، یہ اِس لئے کہ اِن لوگوں نے اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مخالفت کرتا ہے اللہ اُس کے لئے نہایت سخت گیر ہے۔'' (7)'' وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ'' (پارہ ۱۰، التوبہ ۶۵، ۶۶) ترجمہ:۔ ''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ اُن سے فرما دیں کہ کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اُس کی آیات اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ساتھ تھی؟ اب بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔'' معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر ہے چاہے یہ گستاخی و بے ادبی مذاق ہی کیوں نہ ہو۔

ایسے بے ادب و گستاخ کافر کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار فرما رکھا ہے۔ اِن آیاتِ مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ کسی شخص کی اُونٹنی گم ہوگئی۔ اُس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی اُونٹنی کی گمشدگی کا معاملہ پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اُونٹنی فلاں جنگل میں فلاں مقام پر موجود ہے۔ اس پر ایک منافق بولا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) غیب کی باتوں کو کیا جانیں؟ اِس پر یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب پر تنقید کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کفر ہے لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کا منکر کافر ہے۔(8) " وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ " (پارہ ۱۰، التوبہ ۵۸) ترجمہ:۔" اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اِن میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں آپ پر اعتراض کرتے ہیں۔" یہ آیت ذوالخویصرہ تمیمی کے حق میں نازل ہوئی اُس شخص کا نام حرقوس بن زہیر ہے اور یہی خوارج کی اصل و بنیاد ہے۔ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نے کہا:۔" یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عدل کیجئے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔" تُو برباد ہو میں عدل نہ کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:۔" مجھے اِس کے قتل کی اجازت عطا ہو۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔" اِسے چھوڑ دو اِس کے اور بھی ہمراہی ہوں گے جن کی نمازوں اور روزوں کے سامنے تم اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھو گے لیکن وہ قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے گلوں سے نہ اُترے گا اور وہ دین سے اِس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔"

(9) " اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ

یُضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا o وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا " (پارہ ۵، النسا۶۰، ۶۱) ترجمہ:- "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ نے دیکھا نہیں اُن لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور اُن کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت (اللہ اور رسول اللہ کے قانون کے علاوہ کوئی اور قانون، کوئی اور حاکم اور کوئی اور جرگہ وغیرہ) کی طرف رجوع کریں حالانکہ اُنہیں طاغوت سے پھر جانے کا حکم دیا گیا تھا، شیطان اُنہیں راہِ راست سے بھٹکا کر بہت دُور لے جانا چاہتا تھا اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اُس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف تو اُن منافقوں کو آپ دیکھتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف آنے سے کتراتے ہیں۔" (10) " وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِکَ ط وَمَآ اُولٰٓئِکَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ o وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ o وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ ط اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَرَسُوْلُہٗ ط بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ع اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ " (پارہ ۱۸، النور ۴۷ تا ۵۱) ترجمہ:- "اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور ہم نے اطاعت قبول کی مگر اس کے بعد اُن میں سے ایک گروہ (اطاعت سے) منہ موڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ جب اُن کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف تاکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم) اُن کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو اُن میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے۔ البتہ حق اُن کی موافقت میں ہو تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس بڑے اطاعت گزار بن کر آجاتے ہیں۔ کیا اُن کے دلوں کو (منافقت کا) روگ لگا ہوا ہے یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں؟ یا اُن کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُن پر ظلم کرے گا؟ اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔ ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف بلائے جائیں تاکہ (رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُن کے مقدمے کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں گے ہم نے سنا اور قبول کیا۔ ایسے ہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔" (11) "فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (پارہ ۵، النساء ۶۵)

ترجمہ:- "نہیں اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نہیں آپ کے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو منصف نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرما دیں اُس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر تسلیم خم کر دیں۔" (12) "وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ" (پارہ ۲۲، الاحزاب ۵۳) ترجمہ:- "اور تمہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دکھ نہیں دینا چاہیے۔" یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قسم کا دکھ دینا حرام ہے۔ (13) "اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ" (پارہ ۳۰، الکوثر) ترجمہ:- "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بے شک آپ کا دشمن ہر قسم کے خیر سے محروم ہے۔"

مندرجہ بالا آیاتِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بے ادب و گستاخ و ناقد و معترض و نافرمان اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا دشمن ہے۔ احادیث

مبارکہ میں ایسے شخص کو واجب القتل قرار دیا گیا ہے اور اس سزا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہی میں عمل کیا گیا ہے۔

احادیثِ مبارکہ :-

(1) حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ”مَنْ سَبَّ الْاَنْبِیَاءَ قُتِلَ وَمَنْ سَبَّ اَصْحٰبِیْ جُلِدَ“ (جامع صغیر از سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، فتح الکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۶) ترجمہ:- ”جس نے انبیاء کی شان میں نازیبا کلمات بکے وہ قتل کیا جائے گا اور جس نے میرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف بکا اُسے کوڑے لگائے جائیں گے۔“ (2) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ”مَنْ شَتَمَ نَبِیًّا قُتِلَ وَمَنْ شَتَمَ اَصْحٰبَ النَّبِیِّ جُلِدَ“ (تمہید ابی شکور سالمی صفحہ ۱۱۲) ترجمہ:- ”جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی اُسے قتل کیا جائے گا اور جس نے اصحابِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دی اُس پر حد لگائی جائے گی۔“ (3) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ”مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ وَمَنْ سَبَّنِیْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ“ (جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، فتح الکبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۶) ترجمہ:- ”جس نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گالی دی بے شک اُس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی بے شک اُس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔“ (4) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ”مَنْ اٰذٰی شَعْرَةً مِّنِّیْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ“ (جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، فتح الکبیر جلد ۳ صفحہ ۴۴۱) ترجمہ:- ”جس نے میرے بال کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بے شک اُس نے اللہ کو ایذا دی۔“ (5) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ''کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے کون تیار ہے؟ کیونکہ اُس نے اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ایذا دی۔''اِس پر حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی:- ''کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہ بات پسند ہے کہ مَیں اُسے قتل کروں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ''ہاں۔'' محمد بن مسلمہ نے عرض کی:- ''مجھے اجازت دیں کہ مَیں اُس سے کسی بہانے اُلجھ پڑوں۔'' آپ نے فرمایا ''اجازت ہے .... ''اور پھر حارث، ابوعبس اور عباد بن بشیر کو ساتھ ملا کر کعب بن اشرف کو قتل کر دیا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِس کی خبر کر دی گئی۔'' (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۵۷۶، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۰) (6) حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابورافع کو چند انصاری نوجوانوں کے ذریعے قتل کرا دیا کیونکہ ابورافع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھ دیا کرتا تھا۔'' (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۵۷۷) (7) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) کی لونڈی اُمِ ولد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخانہ و نازیبا الفاظ بکتی تھی۔ نابینا صحابی نے اُسے زبان سے روکا، وہ باز نہ آئی۔ اُسے جھڑکا وہ پھر بھی باز نہ آئی۔ ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں پھر گستاخی کی تو نابینا صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) نے اُسے قتل کر دیا۔ صبح سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جب یہ واقعہ پیش ہوا تو آپ نے سارا واقعہ سُننے کے بعد حاضرین سے فرمایا:- ''خبردار! تم گواہ ہو جاؤ کہ اُس عورت کا خون رائیگاں گیا۔ وہ اِسی قابل تھی۔ اُس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔'' (8) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتی تھی۔ ایک دن ایک مرد نے اِسی وجہ سے اُس کا گلا دبا کر قتل کر دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے خون کو باطل کیا اور وہ خون رائیگان گیا۔'' (سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۴، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰۸)

اجماعِ امت واقوالِ آئمہؒ دین وملت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گستاخ کافر ہے، مرتد ہے، واجب القتل ہے۔ اُس کی توبہ اس وجہ سے قبول نہیں کہ وہ قتل سے بچنے کے لئے توبہ کا سہارا لے۔ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''بے شک ہر شخص کہ جس نے نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گالی دی یا آپ کو بُرے الفاظ سے یاد کیا یا آپ کو عیب لگایا (عیب لگانا سب سے عام ہے، بے شک وہ کہ جس نے کہا کہ فلاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ علم والا ہے۔ تحقیق اُس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عیب لگایا اور آپ کی تنقیص کی حالانکہ یہ گالی نہیں۔) یا آپ کی ذات میں یا آپ کی صفات میں یا آپ کے نسب میں یا آپ کے دین میں یا آپ کی سیرت وحکومت میں یا آپ کی کسی خصلت میں نقص نکالا۔ یہ باتیں واضح طور پر کہیں یا اشارے سے کہا یا بُرے طریقے سے آپ کو کسی گندی چیز سے تشبیہ دی یا آپ کے حق میں تحقیر یا استخفاف کیا یا آپ کی قدر ومنزلت وشان میں تحقیر وتصغیر وکمی کی اور آپ کی طرف عیب منسوب کیا تو وہ بھی ساب (گالی دینے والا) ہے اور اُس پر بھی ساب (گالی دینے والے) کا حکم جاری ہوگا، وہ یہ کہ اُسے قتل کیا جائے گا۔ آپ کی شان میں سب بکنا (گالی دینا) واضح طور پر ہو یا اشارۃً ہو بہر صورت ساب (گالی بکنے والے) کو قتل کیا جائے گا اور یہی حکم اُس کا ہے جو (نعوذ باللہ) آپ پر لعنت کرے (اللہ کی پناہ) یا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو بددعا دے (معاذ اللہ، العیاذ باللہ) یا آپ کے نقصان کی تمنا کرے یا برائی کی نیت سے اُس چیز کو آپ کی طرف منسوب کرے جو آپ کے منصب کے لائق نہ ہو یا رذیل کلام اور قبیح ومنکر وجھوٹے قول سے آپ کی متعلقہ چیز سے مذاق

کرے یا اُن چیزوں میں سے کسی چیز پر عیب لگائے جو آزمائشوں اور مجاہدوں سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر جاری ہوئیں جیسے اختیاری فقر و فاقہ یا جیسے آپ کے دانتوں کے کناروں کا شہید ہونا وغیرہ یا بعض جائز عوارضِ بشریہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان گھٹائے یا نقص نکالے، اِن جملہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کے مرتکب پر کفر و قتل کے فتویٰ پر تمام علما و مفسرین و محدثین وآئمہ فتویٰ کا صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے لے کر اِس وقت تک سب کا اجماع و اتفاق ہے۔ گستاخِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توبہ قبول نہیں۔ اُسے بہرصورت قتل کیا جائے گا۔ اُس کا قتل کرنا بلا تردد واجب ہے۔'' (شفا شریف جلد۲ صفحہ ۲۰۶۔۲۰۷ طبع قدیم)

WWW.ALFAQR.NET

حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اہل ایمان پر فرض کر دی گئی ہے۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت نہیں اُس کا دعویٰ ایمان باطل وفریب ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ " قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَاوَ تِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَاوَ مَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ " (پارہ ۱۰، التوبہ ۲۴) ترجمہ:۔ " اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ فرما دیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے عزیز و اقارب، تمہارے کمائے ہوئے مال، تمہارے وہ کاروبار جن کے کمزور ہو جانے کا تم کو خوف ہو اور تمہارے پسندیدہ مکانات وگھر تم کو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُس کی راہ میں مجاہدہ وریاضت سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ (عذاب) تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کی راہنمائی نہیں فرماتا۔" معلوم ہوا کہ جسے دنیا کی کوئی چیز بھی اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے زیادہ عزیز ہو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فاسق و مردود ہے اور اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے عذاب کی وعید ہے۔

احادیثِ مبارکہ:۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ " وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ

وَلَدِہٖ "(صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۷) ترجمہ:- "مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے باپ اور اپنی اولاد سے عزیز تر نہ جانے۔" (2) حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- "لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ " (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۷، صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۹، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۱۲) ترجمہ:- "تم میں سے کوئی بھی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ وہ مجھے اپنے والد، اپنی والدہ اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔" (3) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- " لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ "(شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵، رواہ البخاری شرح الشفا از قاری، خفاجی جلد ۳ صفحہ ۳۴۶، کنز العمال طبع جدید جلد ا صفحہ ۳۷ حدیث ۹۲) ترجمہ:- "تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہیں جب تک کہ وہ مجھے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔" (4 حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ وَاَهْلِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَهْلِہٖ وَ عِتْرَتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ عِتْرَتِہٖ وَ ذُرِّیَّتِیْ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ "(کنز العمال جلد ا صفحہ ۳۷ حدیث ۹۳) ترجمہ:- "تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور جب تک میرے کنبہ کو اپنے کنبہ سے زیادہ محبوب نہ رکھے اور جب تک میری اولاد کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز نہ رکھے اور جب تک میری نسل کو اپنی نسل سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔" (5) ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:- "اے

اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) قیامت کب آئے گی؟" فرمایا:- " تُو نے اُس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟" اُس نے عرض کی:- " مَیں نے تو اُس کے لئے نہ اِتنی نمازیں پڑھیں، نہ اِتنے روزے رکھے اور نہ ہی اِتنا صدقہ خیرات کیا ہے "وَلٰكِنِّیْ اَحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ اَحْبَبْتَ " (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۹۵۹ تا۱۰۹۱، شفا جلد۲ صفحہ۱۶، صحیح مسلم جلد۲) ترجمہ:- "لیکن اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مجھے محبت ہے۔" فرمایا:- " تُو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔" (6) حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " مَنْ اَحَبَّنِیْ كَانَ مَعِیْ فِی الْجَنَّةِ " (ترمذی، مشکوٰۃ جلد۱ صفحہ۳۰) ترجمہ:- "مجھ سے محبت رکھنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔" (7) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- " اَدِّبُوْا اَوْلَادَكُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ " ترجمہ:- "اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ:- (۱) اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی محبت، (۲) اہلِ بیتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور (۳) تلاوتِ قرآن۔" (8) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " المرء مع من احب " (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۹۱۱) ترجمہ:- "محبّ کا ٹھکانہ محبوب کے ساتھ ہوگا۔" (9) حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ اُس شخص یا اُس قوم کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ جس نے کسی قوم کو محبوب رکھا لیکن عمل وفضیلت میں اُن سے نہ مل سکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ " (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ۹۱۱) ترجمہ:- "محبّ کا ٹھکانہ محبوب کے ساتھ ہوگا۔" (10) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، عبداللہ بن

مسعود، ابو موسیٰ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:۔" مَنْ اَحَبَّنِیْ وَاَحَبَّ هٰذَیْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا کَانَ مَعِیَ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ " (شفا جلد۲ صفحہ۱۶، کنز العمال جلد۱۳ صفحہ ۸۹) ترجمہ:۔"جس کو مجھ سے محبت ہے اور ان دونوں سے محبت ہے اور ان کے باپ اور ان کی والدہ سے محبت ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔"(11) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد (امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض کے نزدیک عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی:۔" یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَهْلِیْ وَمَالِیْ وَاِنِّیْ لَاَذْکُرُکَ فَمَا اَصْبِرُ حَتّٰی اَجِیْءَ فَاَنْظُرَ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ ذَکَرْتُ مَوْتِیْ وَ مَوْتَکَ فَعَرِفْتُ اَنَّکَ اِذَا دَخَلْتَ الْجَنَّةَ رُفِعْتَ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنْ دَخَلْتُهَا لَا اَرَاکَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا فَدَعَا بِهٖ فَقَرَاَهَا عَلَیْهِ " (شفا جلد۲ صفحہ ۱۶-۱۷، شرح شفا از قاری وخفاجی جلد۲ صفحہ ۳۴۹) ترجمہ:۔"اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجھے آپ سے میرے اہل و مال سے زیادہ محبت ہے۔ بے شک میں آپ کو جب یاد کرتا ہوں تو مجھ سے رہا نہیں جاتا اور میں آپ کی زیارت کرنے چلا آتا ہوں اور جب میں اپنی موت اور آپ کے انتقال کا خیال کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ تو بہشت میں نبیوں کے ساتھ اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور میں بہشت میں ہوتے ہوئے بھی آپ کے دیدار سے محروم رہوں گا۔" اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

''جو شخص اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی اطاعت کرے تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ کا انعام ہے اور وہ انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں۔ اُن کی رفاقت کیا ہی اچھی رفاقت ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کو اپنے پاس بلا کر یہ آیت مبارکہ پڑھ کر سنائی۔ تفسیر قرطبی (جلد ۵ صفحہ ۲۷۱) میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِس دنیا سے اِنتقال ہوگیا تو اُس عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:۔ ''اِلٰہی! تُو مجھے اندھا کر دے تاکہ دنیا میں اب مَیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کسی کو نہ دیکھوں۔'' اِس پر وہ اُسی وقت اندھا ہوگیا۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور اکثر اپنے قول وفعل سے اُس کا برملا اظہار بھی فرماتے رہتے تھے مثلاً:۔ (۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی:۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔'' (شفا جلد۲ صفحہ ۱۷) (۲) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا:۔ ''مجھے خلقِ خدا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ پیارا اور کوئی نہیں۔'' (شفا جلد۲ صفحہ ۱۷، ۱۸) (۳) حضرت عبدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے بچھونے پر لیٹنے سے پہلے بڑے شوق ومحبت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب مہاجرین وانصار میں سے ایک ایک کا نام لے کر ذکر کرتے رہتے اور فرماتے کہ اصولِ دین میں یہی میری اصل ہے اور فرعِ مجتہدین میں میری فرع ہیں یا وہ میرا حسب نسب ہیں، میرا دل اُن کا مشتاق ہے، اُن کی ملاقات اور دیدار کا شوق لمبا ہوچکا ہے۔ اِلٰہی! اب مجھے جلدی سے دنیا سے اُٹھا لے۔'' (۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہٗ کے والدِ مکرم حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ عالیہ میں عرض کی:- ''مجھے قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا البتہ حضرت ابو طالب کے اسلام لانے میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک زیادہ تھی بہ نسبت میرے باپ کے اِسلام لانے میں کیونکہ حضرت ابو طالب کے ایمان لانے میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک زیادہ ہے۔'' (شفا جلد ۲ صفحہ ۱۸، عساکر فی تاریخہٖ، احمد و ابن اسحاق و ابو حاتم شرح شفا از قاری وخفاجی جلد ۳ صفحہ ۳۵۲) (۵) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ابھی اسلام نہیں لائے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اُن سے فرمایا:- ''آپ کا اسلام میں داخل ہونا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میرا والد خطاب اسلام میں داخل ہو کیونکہ آپ کا اسلام لانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو میرے والد خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ پسند و محبوب ہے۔'' (شفا جلد ۲ صفحہ ۱۸) (۶) انصار کی ایک عورت کا باپ، بھائی اور خاوند جنگِ احد میں شہید ہو گئے، یہ خبر سن کر اس نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کس حال میں ہیں؟ جواب دیا گیا کہ آپ کی پسند کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیریت سے ہیں۔ اُس عورت نے کہا کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کراؤ۔ جب اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرائی گئی تو اُس نے عرض کی:- ''كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ'' (شفا جلد ۲ صفحہ ۱۸) ترجمہ:- ''جب آپ خیریت سے ہیں تو میرے لیے ہر مصیبت نرم ہے۔'' یعنی میرے باپ، بھائی اور شوہر کی موت کا صدمہ کم ہے۔ (۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کو کیسی محبت تھی؟ فرمایا:- ''اللہ کی قسم! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں ہمارے جان و مال، اولاد، باپ، ماں اور پیاسے کے لئے ٹھنڈے

پانی سے بھی زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔" (شفا جلد۲ صفحہ۱۸) (۸) جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو اُن کی بیوی محترمہ نے یہ ندا کی "وَحُـزْنَـاهُ" یعنی ہائے غم، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت فرمایا:۔"وَاطَرَبَاهُ غَدًا اَلْقِی الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهُ (شفا میں صَحْبَهُ وَ حِزْبَهُ)" ترجمہ:۔ "واہ خوشی! کل محبوبوں سے ملوں گا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُن کے اصحاب کا دیدار کروں گا۔" (۹) ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کی کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک کی زیارت کرائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب مزار مبارک کو کھولا تو وہ عورت مزار مبارک کو دیکھ کر اتنا روئی کہ روتے روتے جان دے دی۔ (شفا جلد۲ صفحہ۱۹) (۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں سن ہوگیا تو اُن سے کہا گیا:۔ "اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ" (شفا جلد۲ صفحہ۱۹) ترجمہ:۔ "اُن کا ذکر کرو جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، یہ تکلیف دور ہو جائے گی۔ اِس پر وہ دھاڑ مار کر بولے:۔ "يَا مُحَمَّدَاهُ" "تو اُن کا پاؤں ٹھیک ہوگیا۔"

علاماتِ حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی علامت نمبر (۱):- اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت ہو جائے تو یہ محبت اِنسان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل اتباع پر مجبور کرتی ہے جس سے وہ ہر دم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں کوشاں رہتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کو اتباعِ محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشروط کر دیا ہے، فرمانِ الٰہی ہے:- '' قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ '' (پارہ ۳ آل عمران ۳۱) ترجمہ:-''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ فرمادیں کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع یہ ہے کہ زندگی بھر کا کوئی فعل بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ سے ہٹ کر نہ ہو۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سختی سے کاربند رہا جائے لیکن یہ اتباع عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع ہو ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- '' مَنْ اَحْیَآءَ سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ '' (روایت از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ شفا جلد ۲ صفحہ ۲۰) ترجمہ:- ''جس نے میری سنت کو زندہ کیا اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی علامت نمبر (۲):- محبت کی شان یہ ہے کہ محبوب کی ہر چیز پر پیار آتا ہے۔ محبوب کے تمام دوستوں اور تعلق داروں سے پیار ہوتا ہے اور محبوب کے مخالفوں سے نفرت و دشمنی ہوتی ہے چنانچہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا دعویٰ ہے

اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، ازواجِ مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آلِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور ورثائے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یعنی اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے بھی محبت ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا دعویٰ سراسر باطل و فریب ہے بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبّ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمان و مکان اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر کے کتوں سے بھی محبت ہوگی۔ حدیث مبارک میں فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے:۔(۱) "حُبُّ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ اِیْمَانٌ وَّ بُغْضُہُمَا نِفَاقٌ" (جامع صغیر جلد ا صفحہ ۱۴۶) ترجمہ:۔"ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت ایمان ہے جب کہ اُن سے بُغض نفاق و کفر ہے۔" (۲) حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا" (صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۳۰، شفا جلد ۲ صفحہ ۲۱) ترجمہ:۔"اِلٰہی میں اِن سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اِن سے محبت فرما۔" (۳) حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ" (شفا جلد ۲ صفحہ ۲۱) ترجمہ:۔"اِلٰہی! مجھے اِس سے محبت ہے تُو اِس سے محبت کرنے والے سے محبت فرما۔" (۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرمایا:۔ "مَنْ اَحَبَّھُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَھُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ" (شفا جلد ۲ صفحہ ۲۱-۲۲) ترجمہ:۔"جسے حسنین (علیہم السلام) سے محبت ہے اُسے مجھ سے محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے اُسے اللہ سے محبت ہے اور جس نے حسنین (علیہم السلام) سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے بُغض رکھا اور جس کو مجھ سے بُغض ہے اُسے اللہ سے بُغض

ہے۔'' (5) حضرت عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔'' اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ '' (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۴، شفا جلد ۲ صفحہ ۲۲) ترجمہ:۔'' اللہ! اللہ! میرے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ تمہیں اللہ کی قسم! میرے بعد اُن کو بُرے اور قبیح کلام سے یاد نہ کرنا۔ جس نے اُن سے محبت کی اُس نے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے بغض رکھا تو اُس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے اُن کو دکھ دیا یا تکلیف دی اُس نے مجھے دکھ اور تکلیف دی اور جس نے مجھے دکھ دیا اُس نے اللہ کو دکھ دیا اور جس نے اللہ کو دکھ دیا عنقریب اللہ اُسے عذاب میں گرفتار کرے گا۔'' (7) حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے مَیں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیالہ میں سے کدو تلاش کرتے دیکھا اُسی وقت سے کدو کو محبوب رکھتا ہوں۔'' (شفا جلد ۲ صفحہ ۲۲)

حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی علامت نمبر (۳):۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار و ملاقات کا شوق ہروقت بے قرار رکھے اور ہروقت زبان و دل سے اُن کا ذکر جاری رہے اور اُس ذکر میں تعظیم و خشوع و انکساری کمال درجہ پر ہو۔

مَیں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صلی علیٰ کہتے کہتے

الٰہی! مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں دنیا و آخرت سے اندھا و بہرا کر دے۔ آمین ثم آمین۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ ○ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَحُبَّ حَبِیْبِکَ ○ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِحُبِّکَ وَ بِحُبِّ حَبِیْبِکَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی

خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○

نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکتیں

حضرت سریج بن یونس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- " اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ عِبَادَتُهَا عَلٰى كُلِّ دَارٍ فِيْهَا اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدٌ اِكْرَامًا مِّنْهُمْ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ " (شفا شریف جلد ۱صفحہ ۱۰۴) ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اُن کا کام یہ ہے کہ وہ ہر اُس گھر میں حاضری دیں جس میں محمد یا احمد نام کا کوئی آدمی رہتا ہو۔" (اُن فرشتوں کی یہی عبادت ہے) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:- " اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ نَادٰى مُنَادٍ مَنْ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ فَلْيَدْخُلِ الْجَنَّةَ بِكَرَامَةِ اِسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ " (شفا شریف جلد صفحہ ۱۰۵) ترجمہ:- "قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! تم میں سے جس کا نام محمد ہے وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ اِس حکم سے اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک کی عظمت و کرامت دکھانا مقصود ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند خصوصیات

قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ اور احادیثِ مبارکہ سے اخذ کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چند روشن خصوصیات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) الست والے دن سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ لیا گیا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۲)

(۲) میثاق والے دن سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "بَلٰی" فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنے عرش کے پائے پر لکھا، ہر آسمان پر لکھا، جنت کے درختوں اور محلات پر لکھا، حوروں کے سینہ پر اور فرشتوں کی آنکھوں میں لکھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰۴)

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، آپ کے خلفاء، آپ کی اُمت کی تعریف اور آپ کی آمد کی بشارتیں پہلی کتابوں میں درج تھیں۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۳)

(۵) اللہ تعالیٰ نے ہر نبی (علیہم السلام) سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے اور اُن کی مدد کرنے کا پختہ وعدہ لیا۔ (شفا جلد ۱ صفحہ ۶۳، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۳)

(۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب ونسب میں تمام آباواجداد زنا سے پاک وطیب تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تک

سب کے سب پکے موحد، مومن و مسلمان تھے۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، شفا جلد ا صفحہ ۶۳، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

(۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ختنہ کیے ہوئے اور ناف کاٹے ہوئے پیدا ہوئے اور آپ کی ولادت کے وقت بت گر گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

(۸) آپ سجدہ کرتے ہوئے پیدا ہوئے اور آپ پر کسی قسم کا میل کچیل نہ تھا۔ (سیرتِ رسول عربی صفحہ ۱۴۴، مواہب و زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۳، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

(۹) آپ کا جھولا فرشتے جھلاتے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

(۱۰) آپ گہوارہ میں تھے کہ چاند آپ سے کھیلتا تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی:۔ ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مَیں آپ کے دین میں آپ کی نبوت کی ایک علامت دیکھ کر داخل ہوا ہوں، وہ یہ کہ مَیں نے آپ کو گہوارہ میں دیکھا کہ آپ چاند سے باتیں فرما رہے ہیں۔ آپ اپنی اُنگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ کی انگلی جس طرف اُٹھتی چاند اُسی طرف چلا جاتا تھا۔'' اِس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ '' مَیں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے بہلائے رکھتا تھا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا تو مَیں اُس کے دھماکے کی آواز سنتا تھا۔'' حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:۔ ''آپ تو چالیس دنوں کے تھے آپ کو یہ حال کیوں کر یاد ہے؟'' آپ نے فرمایا:۔ ''لوحِ محفوظ پر قلم چلتا تھا اور مَیں سنتا تھا حالانکہ مَیں شکمِ مادر میں تھا، فرشتے عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے اور مَیں اُن کی تسبیح سنتا تھا حالانکہ مَیں شکمِ مادر میں تھا۔'' (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۴-۲۴۵، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۵۳، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۶)

WWW.ALEADR.NET

(۱۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گہوارہ میں کلام فرمایا اور گرمی میں بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، تفسیر عزیزی پارہ ۳ صفحہ ۲۱۹)

(۱۲) درختوں کا سایہ آپ کی طرف جھک جاتا تھا۔ (جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۵۸)

(۱۳) چار مرتبہ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا۔ نہ خون نکلا، نہ درد ہوا۔ دل باہر نکال لیا گیا مگر آپ زندہ رہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۶)

(۱۴) آپ بھوکے سوتے تھے مگر سیراب اُٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت سے کھلاتے پلاتے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۷)

(۱۵) آپ اپنے پیچھے بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح آگے دیکھا کرتے تھے یعنی آگے پیچھے برابر دیکھتے تھے۔ مشکوٰۃ شریف کے باب تسویۃ الصفوف میں آپ کا فرمان ہے:۔ "اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اَرَاکُمْ مِنْ وَّرَائِیْ" ترجمہ:۔ "اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو کیونکہ ہم تم کو پیچھے سے بھی دیکھتے ہیں۔"

(۱۶) آپ دور و نزدیک برابر دیکھتے تھے۔ (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۳۹۷، زرقانی جلد ۴ صفحہ ۸۴)

(۱۷) آپ ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے یا ہوگا سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا بِحَیْثُ اَحَطْتُ بِجَمِیْعِ مَا فِیْھَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّہٗ نَظَرَ حَقِیْقَۃً دَفَعَ بِہٖ اِحْتِمَالَ اَنَّہٗ رَاٰی بِالنَّظَرِ الْعِلْمِ" (مواہب و زرقانی جلد ۷ صفحہ ۲۰۴، جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۳۳، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۶۱) ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے

کی ،مَیں نے اُس میں جو کچھ تھا اُس کو دیکھا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُس کو اِس طرح دیکھا جس طرح کہ یہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی ہے اور یہ اشارہ ہے اِس بات کی طرف کہ مَیں نے اُس حقیقتاً دیکھا ہے اور یہ احتمال دور ہوا کہ علم کہ نظر سے دیکھا۔''

(۱۸) آپ کا لعابِ دہن کھاری پانی کو میٹھا کر دیتا تھا۔ آپ پتھر پر قدم مبارک رکھتے تو آپ کا قدم مبارک پتھر پر نقش ہو جاتا تھا کیونکہ پتھر موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور آپ کا قدم مبارک نیچے چلا جاتا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۷)

(۱۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی جہاں تک آپ پہنچانا چاہتے تھے، دور و نزدیک ہر جگہ آپ اپنی آواز پہنچا سکتے تھے اور دور و نزدیک سے آپ سنتے تھے اور اب بھی سنتے ہیں۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۴۷، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۷)

(۲۰) آپ نے کبھی جمائی نہیں لی نہ ہی دوسرے انبیائے کرام جمائی لیتے تھے۔ (سیرتِ رسولِ عربی صفحہ ۶۴۷)

(۲۱) آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۸)

(۲۲) آپ اگر لوگوں کے مجمعے میں ہوتے تو سب سے بلند نظر آتے تھے اگرچہ آپ لمبے سے لمبے قد والے کے ساتھ بھی کیوں نہ کھڑے ہوتے۔ (سیرتِ رسولِ عربی صفحہ ۶۴۷)

(۲۳) آپ کے بدن اور کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ کبھی مچھر نے آپ کو کاٹا اور نہ ہی جوئیں آپ کے بدن اور کپڑوں میں پڑیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۸)

(۲۴) آپ معراج پر تشریف لے گئے، رب نے لگام والی سواری آپ کے لئے بھیجی جس پر زین کسی ہوئی تھی۔ آپ تمام انبیاؑ کے امام بنے، ملائکہ کے امام بنے۔ آپ نے جنت و

دوزخ کا معائنہ فرمایا آپ نے جاگتے ہوئے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور راز و نیاز کی باتیں اللہ تعالیٰ سے کیں۔(مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۹)

(۴۵) آپ جب کہیں تشریف لے جاتے تو ملائکہ کا دستہ آپ کی غلامی میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا۔ آپ کے صحابۂ کرام کے ساتھ ملائکہ نے بھی غزوات میں کافروں سے جنگیں لڑیں۔(مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۹)

(۴۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رعب ایک ماہ کی مسافت تک تھا۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۶۳، شفا جلد ا صفحہ ۱۳۳، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۱)

(۴۷) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو اُن کے نام لے کر پکارا جیسے یَاٰدَمُ، یَاِبْرَاهِیْمُ، یَامُوْسٰی لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمیشہ القابات سے پکارا جیسے یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پہ یہ حرام کیا کی آپ کو نام یا کنیت سے پکارے بلکہ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، یَانَبِیَّ اللّٰهِ کہہ کر پکارا جائے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۳) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔" لَاتَجْعَلُوْادُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا " (پارہ ۱۸، النور ۶۳)
ترجمہ:۔"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جس طرح کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔"

(۴۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ " اِتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا وَّ مُوْسٰی نَجِیًّا وَاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا ثُمَّ قَالَ وَ عِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّیْ" (مواہب و زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۷۸) ترجمہ:۔

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، موسےٰ علیہ السلام کو نجی (رازدار، رہائی پانے والا) بنایا اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم مَیں اپنے حبیب کو اپنے خلیل اور اپنے نجی پر ترجیح دوں گا۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-'' اَلَا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ'' (ترمذی جلد۲ صفحہ۲۰۲، مشکوٰۃ صفحہ۵۱۳-۵۱۴) ترجمہ :-''خبردار (اے لوگو)! مَیں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔''

(۲۹) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی، آپ کی جان کی، آپ کے شہر کی بلکہ خاکِ قدم کی، آپ کے زمانے کی اور آپ کی حیاتِ طیبہ کی قرآن میں قسمیں فرمائیں۔

(۳۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق سے افضل واعلیٰ ہیں حتیٰ کہ تمام رسولوں اور تمام فرشتوں سے اعلیٰ وافضل ہیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۴۲-۱۴۳، شفا جلد ا صفحہ ۱۳۱، صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :-'' ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ یَمِیْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَقَامًا یَغْبِطُنِی الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ'' (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ فصل۲ صفحہ۴۹۳) ترجمہ :-''پھر مَیں اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ایسے مقام پر کھڑا ہوں گا کہ اولین وآخرین مجھ پر رشک کریں گے۔''

(۳۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری حیاتِ مبارکہ سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام ہے کہ اُنہیں آپ کی اُمت کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ (زرقانی جلد۵ صفحہ۲۸۱)

(۳۲) نمازی کے لئے نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام کرنا لازم کردیا گیا

ہے۔(مدارج النبوۃ جلد اصفحہ ۱۳۵) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔" اَلتَّحِیَّاتُ " پڑھتے وقت جب تُو " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ " تک پہنچے تو اپنے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ بابرکات کو اپنے روبرو سمجھ اور پھر عرض کر:۔ " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ" عارفانِ باللہ فرماتے ہیں کہ " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ "کا خطاب اِس لئے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں جاری وساری ہے اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود اور اُس جگہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔پس نمازی کو چاہیے کہ اِس معنی سے آگاہ ہو اور اِس حضوری سے غافل نہ ہو تا کہ قرب کے انوار او رمعرفت کے رازوں سے روشن ضمیری اور فیض حاصل ہو۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی اور اُن کے والد مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ ''اہل عرفان کے طریقہ پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو اُنہیں " حَیٌّ لَا یَمُوْتُ " کی بارگاہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی، اُن کی آنکھیں فرطِ مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو اُنہیں اس بات پر تنبیہ فرمائی گئی کہ بارگاہِ خداوندی میں جو اُنہیں یہ شرفِ باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کی برکت سے ہوا ہے۔نمازیوں نے اِس حقیقت سے باخبر ہو کر بارگاہِ خداوندی میں جو نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے حرم میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جلوہ افروز ہیں۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی " اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ " کہتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوئے۔''

(۳۳) آدم علیہ السلام سمیت تمام اِنسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے

ہوں گے۔ سب سے پہلے جنت کا دروازہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھٹکھٹائیں گے اور سب سے پہلے جنت میں داخل بھی آپ ہی ہوں گے۔ (زرقانی جلد ۵ صفحہ ۳۴۳-۳۴۵)

(۳۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے کسی شخص کا نام احمد یا محمد نہیں رکھا گیا۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۸)

(۳۵) آپ کی پیدائش پر جن وشیاطین کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا اور وہ رجم کئے جانے لگے اور آپ کے اعلانِ نبوت کے وقت سے کہانت ختم ہوگئی۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۳، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۱۸)

(۳۶) آپ کے مزار شریف اور منبر کے درمیان والا ٹکڑہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۹، مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۴۱، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۲۳۸)

(۳۷) اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بلند کیا ہے۔ جب بھی آذان، خطبہ و التحیات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہاں حضور الصلوٰۃ والسلام کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

(۳۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کیا گیا بلکہ تمام اُمتوں کے احوال آپ پر پیش کئے گئے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۴، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۱۹۰، سیرت رسول عربی صفحہ ۶۵۷)

(۳۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدفن جس بقعہ شریف میں ہے وہ کعبۃ اللہ اور عرشِ الٰہی سے افضل ہے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۴)

(۴۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت کے روز میدانِ حشر میں براق پر تشریف لائیں

ہے۔ آپ کو جنت کی سب سے اعلیٰ پوشاک پہنائی جائے گی اور آپ عرش کی دائیں جانب قیام فرمائیں گے اور تمام نبیوں کے امام، قائد اور خطیب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں گے اور سب سے پہلے قیامت کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی اور سجدہ سے سر اُٹھانے والے سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہوں گے اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا دیدار آپ ہی فرمائیں گے۔ قیامت کے دن ہر شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے سوال کرے گا لیکن آپ اپنی اُمت کے لئے سوال فرمائیں گے اور حشر میں آپ کی شفاعت سے بہت سی قومیں بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہوں گی اور بہت سے مستحق دوزخی لوگ دوزخ سے بچ جائیں گے اور جنتیوں کے درجات بلند ہوں گے آپ کی شفاعت سے آپ کا کوئی اُمتی بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۷۴، تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ صفحہ ۲۱۹)

(۴۱) آپ کی آلِ پاک اور اہل بیت میں کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ (فتوحات مکیہ باب ۲۹ صفحہ ۲۵۵، جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۱۱۵-۱۱۶، کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۷)

(۴۲) تمام اہل حشر کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کرلیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے گزر جائیں۔ چنانچہ آپ گزریں گی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کندھے پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خون آلود لباس ہوگا یہاں تک کہ آپ اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا جو وہ چاہے گا۔" (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۷-۴۸، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵، جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۳۲۱)

(۴۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جنت میں سب سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا داخل ہوں گی اور تمام جنتی جنت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان بولیں

گے۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۸، جواہر البحار جلد ۱ صفحہ ۳۳۹، خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)

(۴۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جائز تھا کہ وتر کی نماز سواری پر پڑھیں اور بیٹھ کے پڑھیں اور اُس میں قرآت بلند آواز سے پڑھیں اور یہ بھی آپ کے لئے جائز تھا کہ ایک رکعت کے بعض حصے کو کھڑے ہو کر پڑھیں اور بعض حصہ کو بیٹھ کر پڑھیں اور کئی کئی روز کا مسلسل روزہ کہ جس میں نہ سحری اور نہ افطاری ہوتی تھی آپ کا معمول اور خاصہ تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۹، مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

(۴۵) بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے جائز تھا اور اِسی طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے جائز تھا۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۹، مدارج النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

عارفِ ربانی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۴۹ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ابتدا سے انتہا تک بغیر مہر کے، بغیر ولی کے، بغیر گواہوں کے اور بغیر عورت کی مرضی کے ایجابِ نکاح کو خاص فرمایا گیا ہے اور اِس کی تصدیق امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی، امام فخر الدین رازی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی اپنی تصانیف میں فرمائی ہے۔

(۴۶) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی بیٹیوں کو چادروں اور برقعوں میں بھی دیکھنا حرام ہے۔

(۴۷) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت وصحابۂ کرام کی محبت مومنوں پر

فرض ہے۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ ۵۰)

(۴۸) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غضب و رضا یعنی غصے اور خوشی کی حالت میں حق ہی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا خواب وحی ہے۔ آپ چلتے تو زمین آپ کے لئے لپیٹ دی جاتی۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ ۵۰-۱۵)

(۴۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اہل بیت کے دودھ پیتے بچوں سے بھی روزہ رکھوایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور نہ پیشاب کرتا نہ لید کرتا تھا۔ آپ جب تشریف رکھتے تو آپ کا کندھا مبارک تمام بیٹھنے والوں سے بلند ہوتا۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ ۵۰-۵۱)

(۵۰) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گنجے کے سر پر ہاتھ پھیرتے تو اُس کے بال اُگ آتے۔ آپ سب جانوروں کی بولی سمجھتے تھے۔ آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں کی سرسراہٹ سنتے تھے حالانکہ وہ ابھی سدرۃ المنتہٰی پر ہوتے۔ (کشف الغمہ جلد۲ صفحہ ۵۰)

(۵۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شک سے بری، بھولنے سے پاک اور خطا سے مبرا ہیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۵)

(۵۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معجزات و کرامات پر ایسے قادر و مختار تھے کہ جیسے ہم امورِ عادیہ پر قادر و مختار ہیں۔ (مقامِ رسول صفحہ ۲۳۰)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- (1) " اَصْحٰبِیْ وَ اِخْوَانِیْ صَلُّوْا عَلَیَّ فِیْ کُلِّ یَوْمِ اثْنَیْنِ وَالْجُمُعَةِ بَعْدَ وَفَاتِیْ اِسْمَعُ مِنْکُمْ بِلَاوَاسِطَةِ " (انیس الجلیس از سیوطی صفحہ ۲۲۲) ترجمہ:- "اے میرے اصحاب اور میرے رفیقو! مجھ پر ہر پیر اور جمعہ کے روز درود پڑھا کرنا

میرے وصال کے بعد کہ میں بلاواسطہ تمہارا درود تم سے سنتا ہوں۔'' (2)'' وَقِیْلَ الرَّسُوْلِ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُصَلِّیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ وَمَنْ یَّاْتِیْ بَعْدَکَ مَاحَالُھُمَا عِنْدَکَ فَقَالَ اِسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مُحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ وَتُعْرَضُ عَلَیَّ صَلٰوۃُ غَیْرِھِمْ عَرْضًا '' (دلائل الخیرات صفحہ۳۲) ترجمہ:۔ ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی گئی کہ اُن لوگوں کے درود کے بارے میں بتائیے جو آپ سے دُور ہیں اور جو آپ کے بعد آئیں گے۔ آپ کے نزدیک اُن دونوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا:۔ '' میں اپنے محبوں کا درود خود سنتا ہوں اور اُن کو پہچانتا بھی ہوں مگر غیر محب لوگوں کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔''

WWW.ALFAQR.NET

حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حدیثِ قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے:۔ "کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ" ترجمہ:۔ "میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔" یہاں "کُنْتُ کَنْزًا" سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے جس کا تعین قطعاً ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق سوچنا بھی ممنوع ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ "تَفَکَّرُوْا فِیْ اٰیٰتِہٖ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِہٖ" ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیوں) میں تو غور کرو مگر اس کی ذات میں غور مت کرو۔" سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "از کمالِ عبرتِ ماہیتِ ذاتِ پاکش ہزاراں ہزار قوافلِ عقل سنگسار، سبحان اللہ۔" (رسالہ روحی شریف) ترجمہ:۔ "اللہ تعالیٰ کی ذات کی ماہیت کو انتہائی سوچ بچار کے ذریعے بھی نہیں سمجھا جا سکتا کہ عقل وفکر کے کروڑوں قافلے اس کوشش میں مرکھپ جائیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی ماہیت کو نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر قسم کی قیاس آرائی سے۔" اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مرتبہ "عدمِ تعین واطلاق" کا مرتبہ ہے بلکہ یہ مرتبہ "عدمِ تعین واطلاق" کی قید سے بھی آزاد ہے۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مرتبہ کو "احدیت" کا نام دیا ہے، یہ مرتبہ اوّل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب احدیت (عدمِ تعین) سے نکل کر کثرت میں آنے کا ارادہ فرمایا تو تعینات میں نزول فرمایا۔ سب سے پہلا تعین "تعین اوّل" ہے۔ یہ دوسرا مرتبہ ہے جہاں صفات کا اظہار ہوا یعنی "ھُوْ" (ذاتِ حق) کو "یَا ھُوْ" کہنے والے کا اظہار ہوا۔ اِسے حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتے ہیں یعنی پہلی بار نورِ مطلق سے نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ و

آلہٖ وسلم) کا ظہور ہوا جسے " نُوْرٌ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ " اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور کہا گیا۔ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مرتبہ کو "وحدت" کا نام دیا ہے اور اِسے یوں بیان فرمایا ہے:- " وَالْمَرْتَبَۃُ الثَّانِیَۃُ مَرْتَبَۃُ التَّعَیُّنِ الْاَوَّلِ وَھِیَ عِبَارَۃٌ عَنْ عِلْمِہٖ تَعَالٰی لِذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ بِجَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰی طَرِیْقِ الْاِجْمَالِ مِنْ غَیْرِ اِمْتِیَازِ بَعْضِھَا عَنْ بَعْضٍ وَّھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃُ تُسَمّٰی بِالْوَحْدَۃِ الْحَقِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ " (شرح مراۃ العارفین از حضرت امام حسین علیہ السلام)

ترجمہ:- "اور دوسرا مرتبہ تعین اوّل کا مرتبہ ہے، اِس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات وصفات اور تمام موجودات کو بعض کو بعض سے امتیاز کیے بغیر اجمالی طور پر جان لینا ہے۔ اِس مرتبہ کا نام "وحدت" ہے اور اِسے حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے ہیں۔" گویا وہ جوہر پاک جس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے ظہور فرمایا "نورِ محمدی" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے۔ تیسرے درجے پر صفات کے ساتھ اسما کا تعین ہوا اور اسمائے الٰہی کے انوار ظاہر ہوئے، اِس مرتبہ کو واحدانیت کہا گیا ہے اور اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے:- " وَالْمَرْتَبَۃُ الثَّالِثَۃُ وَالتَّعَیُّنِ الثَّانِیْ وَھِیَ عِبَارَۃٌ عَنْ عِلْمِہٖ تَعَالٰی لِذَاتِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَ بِجَمِیْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلٰی طَرِیْقِ التَّفْصِیْلِ وَ اِمْتِیَازِ بَعْضِھَا عَنْ بَعْضٍ وَّھٰذِہِ الْمَرْتَبَۃُ تُسَمّٰی بِالْوَحْدِیَّۃِ وَالْحَقِیْقَۃِ الْاِنْسَانِیَّۃِ " (شرح مراۃ العارفین) ترجمہ:- "اور تیسرا مرتبہ تعین ثانی کا مرتبہ ہے اور اِس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات اور تمام موجودات کا تفصیلی طور پر ایک دوسرے میں فرق کرنے کا علم ہے اور اِس مرتبہ کا نام "واحدانیت" اور "حقیقتِ اِنسانیہ" رکھا گیا ہے۔ چوتھے درجہ پر اسمائے الٰہی سے افعال صادر ہوئے ہیں، اِس مرتبہ کو "جبروت" کہا گیا ہے اور اِسے عالمِ ارواح بھی کہتے ہیں اور اِسے یوں بیان فرمایا گیا ہے:- "وَالْمَرْتَبَۃُ الرَّابِعَۃُ مَرْتَبَۃُ الْاَرْوَاحِ وَھِیَ عِبَارَۃٌ عَنِ الْاَشْیَآءِ

الْکَوْنِیَةِ الْمُجَرَّدَةِ الْبَسِیْطَةِ الَّتِیْ ظَهَرَتْ عَلٰی ذَوَاتِهَا وَ عَلٰی اَمْثَالِهَا " (شرح مراۃ العارفین) ترجمہ:- "اور چوتھا مرتبہ ارواح کا مرتبہ ہے، اِس سے مراد عالمِ کون کی چیزیں ہیں جو مجرد و بسیط ہیں اور جو اپنی ذاتوں اور شکلوں پر ظاہر ہوئی ہیں- یہ مرتبہ الوہیت کی تفصیل ہے اور اُس کے اسما و صفات کا مرتبہ ہے- روح ایک وجودِ بسیط ہے جس کی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتی ہے نمودار ہو جاتی ہے اور یہ معنی ہر صورت میں ظاہر ہیں- اسے روحِ ربانی کہتے ہیں- یہ مرتبہ تعین سوم ہے جس میں ذات "روح" کے نام سے موسوم ہے اور اِسی مقام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرما کر واضح کیا ہے:- " وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ " ترجمہ:- "اور میں نے اُس میں اپنی روح پھونکی-" جب ذاتِ مطلق نے چاہا کہ اپنے جمالِ ذاتی و کمالِ صفاتی کا مشاہدہ کرے تو اُس نے روح کو اپنی صورت پر ظاہر کیا اور اُس آئینہ میں جمالِ باکمال کا جلوہ دیکھ کر اپنی حمد وثنا کی جس کا ظہور روح میں ہوا- ذات کی طرح "روح" کی حقیقت بھی عقل وفہم سے بالاتر ہے- بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ "روح" ایک عالمِ قدس ہے جو کیفیت وکمیت اور شکل وصورت سے پاک ہے- روح اور توحید دونوں ہم جنس ہیں جس نے روح کو جان لیا اُس نے توحید کا راز پا لیا اور جس نے توحید کو سمجھ لیا اُس پر روح کی حقیقت کھل گئی- پانچویں درجے پر افعال کی مثالی شکلیں ظاہر ہوئیں جہاں فرشتے محوِ کار ہیں - اِس مرتبہ کو "ملکوت" یا عالمِ مثال کہتے ہیں اور اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے:- "وَالْمَرْتَبَةُ الْخَامِسَةُ عَالَمُ الْاَمْثَالِ وَهِیَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَشْیَاءِ الْکَوْنِیَةِ الْمُرَکَّبَةِ اللَّطِیْفَةِ الَّتِیْ لَا تُقْبَلُ التَّجَزِیْ وَلَا التَّبْعِیْضَ وَلَا الْحَرْقَ وَلَا الْاِلْتِیَامَ " (شرح مراۃ العارفین) ترجمہ:- "پانچواں مرتبہ عالمِ مثال کا ہے اور اِس سے مراد اشیائے کونیہ مرکبہ لطیفہ ہیں جو ٹکڑے ہونے اور پھٹنے اور جڑنے کو قبول نہیں کرتی ہیں- عارفانِ حق اسے لوحِ محفوظ کہتے

ہیں اور انسان کے اندر یہ قوتِ حافظہ کہلاتی ہے، اس کو خیالِ منفصل بھی کہا گیا ہے۔ یعنی عالمِ مثال ایک روحانی جہان ہے جو محسوس مقداری ہونے میں جسمانی جوہر کے مشابہ ہے اور نورانی ہونے میں جوہر مجرد روحانی جوہر کے مشابہ ہے لہٰذا عالمِ مثال نہ تو جسم ہے جو مادہ سے مرکب ہے اور نہ جوہر مجرد روح ہے بلکہ عالمِ ارواح و عالمِ اجسام کے درمیان مقامِ برزخ اور حدِ فاصل ہے یعنی عالمِ مثال نہ عالمِ ارواح کی طرح لطیف ہے اور نہ عالمِ اجسام کی طرح کثیف ہے بلکہ ان ہر دو کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ چھٹے مرتبہ پر افعال کی مثالی صورتوں نے اجسام حاصل کئے اور مختلف جسم ظاہر ہوئے اور اجسام کا یہ عالم عرش سے فرش تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کو مقامِ ''ناسوت'' کہا گیا ہے اور اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے:۔ '' وَالْمَرْتَبَةُ السَّادِسَةُ مَرْتَبَةُ عَالَمِ الْاَجْسَامِ وَهِيَ عِبَارَةٌ عَنِ الْاَشْيَآءِ الْكَوْنِيَةِ الْمُرَكَّبَةِ الْكَثِيْفَةِ الَّتِيْ يَقْبَلُ التَّجَزِّيْ وَ التَّبْعِيْضَ '' (شرح مراۃ العارفین) ترجمہ:۔ ''اور چھٹا مرتبہ عالمِ اجسام کا ہے اور اس سے مراد اشیائے کونیہ کثیفہ ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور جدا جدا ہونے کو قبول کرتی ہیں۔'' اور ساتواں مرتبہ ان تمام مقامات و مراتب کی جامع صورت ''انسان'' ہے جس کی ذات میں آ کر تخلیق و ظہور کا عمل مکمل ہوا ہے اور انسانِ کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس ہے، اس مرتبہ کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ '' وَالْمَرْتَبَةُ السَّابِعَةُ مَرْتَبَةُ الْجَامِعِيَّةِ بِجَمِيْعِ الْمَرَاتِبِ الْمَذْكُوْرَةِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَالنُّوْرَانِيَّةِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَالْوَحْدِيَّةِ وَهُوَ التَّجَلِّي الْاَخِيْرَةِ وَاللِّبَاسِ الْاَخِيْرَةِ وَهِيَ الْاِنْسَانُ '' ترجمہ:۔ ''اور ساتواں مرتبہ ان تمام مراتب مذکورہ جسمانیہ، نورانیہ، روحانیہ وحدیت کا مرتبۂ جامعیت ہے جو آخری تجلی اور آخری لباس ہے اور اُس کا نام انسان ہے۔ (شرح مراۃ العارفین) یہ تمام مراتب کا جامع ہے جو قدم میں قدیم اور حدوث میں حادث ہے اور اس کو آخری تجلی کہا گیا

ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذاتِ حق نے کثرت میں جلوہ گر ہونے کے لئے مرتبہ بمرتبہ ظہور فرمایا اور مرتبۂ انسان پر یہ دور ختم ہوا ۔ ظہور کے اِن مراتب کو صوفیائے کرام نزول کہتے ہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے اور سیر ''اِلَی اللّٰہُ'' کرتا ہوا اِن مراتب کو طے کر کے توحیدِ ذاتِ حق تک پہنچتا ہے تو اِس کو عروج کہتے ہیں۔ سیرِ اِلَی اللّٰہُ کی بھی ایک حد مقرر ہے لیکن توحیدِ حق میں غرق ہو کر سیر ''فِی اللّٰہُ'' کرنا غیر متناہی ہے، اِس کی کوئی حد نہیں۔ جس طرح ذاتِ حق غیر محدود ہے اُسی طرح اُس کی سیر بھی غیر محدود ہے۔ عروجِ انسانی یہ ہے کہ اِنسان دائرۂ وجود کی چاروں قوسوں یعنی ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت کو طے کر جائے۔ اِن چاروں مقامات کے اعمال کا نام شریعت ،طریقت، حقیقت اور معرفت ہے۔ اِن مقامات کو طے کرنے والا اِنسان نبی یا ولی ہوتا ہے اور جو اِنسان اِن تمام کمالات کا مظہرِ اتم ہے اُس کا نام خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ یاد رہے کہ عالمِ ناسوت، عالمِ ملکوت، عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت کا طے کرنا آسان کام نہیں۔ اِس کے لئے ادب چاہیے اور ادب کی کئی قسمیں ہیں مثلاً (۱) ادبِ شریعت یعنی حدودِ شرع کا ادب ولحاظ کرنا۔ (۲) ادبِ خدمت یعنی بندہ اپنے معبود کے ساتھ، محکوم اپنے حاکم کے ساتھ، غلام اپنے آقا کے ساتھ، اولاد اپنے والدین کے ساتھ اور طالب اپنے شیخ کے ساتھ خدمت وادب سے پیش آئے۔ (۳) ادبِ طریقت، یہ طہارتِ دل، حفظِ اوقات، وفائے عہد اور مراعاتِ اسرار کا نام ہے۔ اِسے ادبِ خواص بھی کہتے ہیں۔ (۴) ادبِ معرفت یعنی اپنے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حقوق میں امتیاز کرنا۔ اِس کو ادبِ حق بھی کہتے ہیں اور یہ ادب خصوصیت کے ساتھ اولیا اللہ کا حصہ ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذات یعنی ''احدیت'' سے ''وحدت'' میں، وحدت

سے "وحدیت" میں، وحدیت سے "جبروت" میں، جبروت سے "ملکوت" میں اور ملکوت سے "ناسوت" میں نزول فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر شے میں ظہور فرما کر کائنات کو قائم کیا ہوا ہے۔ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی ہر شے معدوم ہے۔ اِسی کو "وحدۃ الوجود" کہتے ہیں۔

جب ہم اللہ تعالیٰ کے ظہور کے اِن مراتب پر غور کرتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان یاد آتا ہے:۔ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" ترجمہ:۔ "سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔" اور بعد کے مراتب کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا:۔ "اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ مِنْ نُوْرِیْ" ترجمہ:۔ "میں اللہ کے نور سے ہوں اور باقی مخلوق میرے نور سے ہے۔" گویا کوئی چیز بھی نورِ محمدی سے باہر کی نہیں ہے۔ نورِ محمدی اللہ تعالیٰ کا ذاتی نور ہے اور کل اشیا میں اُسی ذاتی نور کا جلوہ ہے۔ یہی حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے اور یہی تعلق ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جس کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے، قولہٗ تعالیٰ:۔ "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" (پارہ ۹، الانفال ۱۷) ترجمہ:۔ "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کنکریوں کی مٹھی آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے۔" گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھینکنا اللہ تعالیٰ کا پھینکنا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰہَ يَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ" (پارہ ۲۶، الفتح ۱۰) ترجمہ:۔ "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں گویا وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عطا فرمائے اور اُنہی ناموں سے آپ کو یاد فرمایا۔ قولہٗ تعالیٰ:۔ "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ" (پارہ ۱۱، یونس ۱۰۸) ترجمہ:۔

" آپ فرما دیں کہ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف حق آیا ہے-" یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اِسمِ حق سے موسوم کیا گیا ہے-اسی طرح قرآن کریم میں آپ کو رؤف، رحیم، شاہد، بشیر، نذیر، کریم، خبیر، فتاح، شکور، علیم، ہادی، مومن، مہیمن، داعی، عظیم اور اسی طرح کے بتیس اسمائے حسنہ سے موسوم کیا گیا ہے- چوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ سے نسبت واتحادِ ذاتی وصفاتی ہے اِس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے ذاتی وصفاتی ناموں سے موسوم کیا ہے-اِس کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معاذ اللہ خدا ہیں، ہرگز نہیں، ایسا کہنا کفر ہے البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں، نہ آپ خدا کے غیر ہیں- اللہ تعالیٰ سے اپنے اِس تعلق کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا ہے:-" مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَ الْحَقَّ " ترجمہ:- "جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً حق کو دیکھا یعنی اللہ کو دیکھا-" احادیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے تعلق کو یوں بیان فرمایا ہے:-(۱) " اَنَا عَرَبٌ بِلَا عَیْنٍ وَّ اَنَا اَحْمَدٌ بِلَامِیْمٍ وَّاَنَا مُحَمَّدٌ بِلَامِیْمِ الْاَوَّلِ " (صراط العارفین صفحہ ۳۴) ترجمہ:- " مَیں ع کے بغیر عرب ہوں، میم کے بغیر احمد ہوں اور میمِ اوّل کے بغیر محمد ہوں-"

(۲)" اَنَا عَلَی الْعَرْشِ اَحَدٌ وَّ اَنَا فِی السَّمَآءِ اَحْمَدٌ وَّ اَنَا فِی الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا فِیْ تَحْتَ الثَّرٰی مَحْمُوْدٌ " (صراط العارفین صفحہ ۳۴) ترجمہ:- " مَیں عرش پر احد ہوں، آسمانوں میں احمد ہوں، زمین پر محمد ہوں اور تحت الثریٰ میں محمود ہوں-"

عام مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ مراتب کے لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں- اُن میں سے ایک حیثیت بشری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:- " قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ " (پارہ ۱۶، الکہف ۱۱۰) ترجمہ:- " اے نبی!

(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عام لوگوں سے فرمادیں کہ مَیں بشریت کے لحاظ سے (معبود نہ ہونے میں) تم جیسا ہوں (لیکن خوب سمجھ لو کہ) میرے پاس وحی آتی ہے۔" (جو تمہارے پاس نہیں آتی۔) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ لباسِ بشریت میں ہیں لیکن مراتب کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مراتب تک کسی کو بھی رسائی حاصل نہیں۔ عام لوگوں کا کھایا پیا نجاست بن جاتا ہے جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھایا پیا نور و خوشبو بن جاتا ہے۔ لوگوں کے کھانے پینے سے بخل وحسد پیدا ہوتا ہے جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کھائے پیئے سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی قوت و برداشت پیدا ہوتی ہے۔ اگر بشری صورت ہی کا نام انسان ہے تو کافر و مسلمان میں صورت کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ بعض لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو محض بشر خیال کرتے ہیں لیکن یاد رہے کہ محض بشر چاند کے ٹکڑے نہیں کر سکتا اور نہ ہی ڈوبے ہوئے سورج کو انگلی کے اشارے سے عصر کے وقت پر لوٹا سکتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری حیثیت مَلَکِی ہے جیسا کہ بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ " اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ " ترجمہ:۔ " مَیں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں کہ مَیں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ " تیسری حیثیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی " حَقِّیْ " ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کنکریاں پھینکنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ کنکریاں اللہ نے پھینکی ہیں اور بیعت لیتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا ہے اور ایک حدیث کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واضح کیا ہے کہ جو شخص مجھے دیکھتا ہے وہ یقیناً حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ ایک اور حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:۔ " لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُ فِیْہِ

مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ " ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک ایسا وقت بھی ہے کہ جس میں کسی مقرب فرشتے اور مرسل نبی کی بھی رسائی نہیں۔" یعنی ایک وقت مجھ پر ایسا بھی آتا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قرب میں اُس مرتبہ پر ہوتا ہوں جہاں کسی مرسل نبی یا مقرب فرشتے کی بھی رسائی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ان تینوں صورتوں کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر آیات وارد ہوئی ہیں۔ یہی حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جو ہر زمانے میں اہل زمانہ کی استعداد و مراتب کے موافق ایک ظاہری صورت اختیار کرتی آئی ہے جس کو نبی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں پر وحدت کی بجائے کثرت کا غلبہ ہوتا ہے وہ اِن صورتوں کو باہم جدا جدا خیال کرتے ہیں اور حقیقتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو تمام اسماء کی جامع ہے سے غیر سمجھ کر ہر ایک صورت کو الگ اسمِ الٰہی کا مظہر قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں پر وحدت کا غلبہ ہوتا ہے وہ اِن سب صورتوں کو ایک جانتے ہیں یعنی سب انبیائے کرام علیہم السلام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مظہر سمجھتے ہیں کیونکہ صرف ایک ہی حقیقتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے جو سارے عالم میں جاری وساری ہے اور اِسی پر سارے عالم کے تمام احکام کا دارومدار ہے۔

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے

شانِ اولیاءؒ

ولی کے معنی ہیں دوست، ساتھی، مددگار، مقرب۔ ولی اللہ اُس شخص کو کہتے ہیں جسے "اللّٰہ" کی دوستی اور قرب ووصال حاصل ہو جو ایمان وتقویٰ کا جامع ہو۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔(1) "اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لا یُخْرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ" (پارہ۳، البقرہ ۲۵۷) ترجمہ:۔ "اَللّٰہُ" مومنوں کا ایسا دوست ہے جو اُنہیں گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لے آتا ہے۔"(2) وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ (پارہ۲۵ الجاثیہ۱۹) ترجمہ:۔ اور "اَللّٰہُ" متقی وپرہیزگار لوگوں کا دوست ہے۔" بزرگانِ دین نے اولیائے "اَللّٰہُ" کے متعلق فرمایا ہے کہ اولیائے "اَللّٰہُ" ہر وقت اطاعتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، کسی وقت بھی ذکرِ "اَللّٰہُ" سے غافل نہیں ہوتے۔ زندگی کے ہر سانس کو ذکرِ "اَللّٰہُ" میں لگائے رکھتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حال میں ذکرِ "اَللّٰہُ" کے شغل میں مصروف رہتے ہیں۔ اُن کی اس خوبی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:۔"اُولِی الْاَلْبَابِ o اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (پارہ۴، آل عمران ۱۹۱) ترجمہ:۔"وہ صاحبِ بصیرت لوگ ہیں جو اُٹھتے بیٹھتے اور کروٹ بدلتے "اَللّٰہُ" کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور زمین وآسمان کی تخلیق کی حکمت میں غور کرتے رہتے ہیں۔ (یہی صاحبِ بصیرت لوگ منزلِ حق کے متلاشی ہیں) وہ جس طرف بھی نظر اُٹھاتے ہیں اُنہیں اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے۔ اُن کے دل انوارِ معرفت سے تاباں رہتے ہیں۔ وہ بولتے ہیں تو اپنے رب کی حمد وثنا بولتے ہیں، سنتے ہیں تو اپنے رب کا کلام سنتے ہیں، چلتے ہیں تو قربِ الٰہی کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں تو ہر چیز میں انوارِ الٰہی کو دیکھتے

ہیں جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں:۔ " مَارَاَیْتُ شَیْءً اِلَّا رَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ "
ترجمہ:۔ "میں کسی چیز کو نہیں دیکھتا مگر اُس میں " اَللّٰہُ " کو دیکھتا ہوں" یعنی مجھے ہر چیز میں اللہ ہی اللہ دکھائی دیتا ہے۔ اُن کی بینائی "اَللّٰہُ " کے نور سے ہوتی ہے اس لئے وہ ہر وقت " اَللّٰہُ " کے جلوے دیکھتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں:۔ " رَاٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ بِنُوْرِ رَبِّیْ " ترجمہ:۔ "میرا دل اپنے رب کے نور سے دیکھتا ہے۔" وہ حضوری حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا کسی چیز کے طالب نہیں ہوتے۔ حرص وہوا کا اُن کے دلوں میں گزر ہی نہیں ہوتا اس لئے دنیا ومافیہا اُن کی نظر میں مچھر کے پر سے بھی حقیر ہے۔ اُن کے دل لوازمِ دنیا سے سرد ہوتے ہیں۔ وہ ہر دو جہان کے بکھیڑوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ وہ اِس قدر مستغنی ہوتے ہیں کہ اُن کی نظر میں سونا چاندی مٹی کی طرح بے وقعت ہوتے ہیں۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ "استغنا میں جب یہ مقام آجائے کہ فقیر کی نگاہ میں سونا اور مٹی کی حیثیت ایک جیسی ہو جائے تو اُس کو مرتبہ " اُولِی الْاَمْرِ " حاصل ہو جاتا ہے۔" ایسے اولی الامر فقیر کی طاعت مومنین پر فرض کر دی گئی ہے، قرآن مجید میں فرمانِ الٰہی ہے:۔ " اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ط وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ " (پارہ ۵، النساء ۵۹) ترجمہ:۔ "پیروی کرو اللہ کی اور پیروی کرو اللہ کے رسول کی اور پیروی کرو اُس کی جو تم میں اولی الامر ہو۔" اِس لئے کہ اس مرتبہ پر فقیر اہلِ حق ہوتا ہے، وہ حق دیکھتا ہے، حق سنتا ہے، حق بولتا ہے، حق لیتا ہے اور حق کا بول بالا چاہتا ہے۔ اُس کے وجود میں عدل ہی عدل ہوتا ہے اور وہ روئے زمین پر عدل قائم کرتا ہے تاکہ مخلوق خدا عدل کے سایے میں معتدل رہے اور مملکتِ خداوندی میں امن رہے۔ ایسے مردانِ حق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ " اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

ج اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ o لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ " (پارہ۱۱ یونس۶۲-۶۴) ترجمہ:- "خبردار! بے شک اولیائے "اللّٰہ" پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان والے بھی ہیں اور پرہیزگار بھی ہیں۔ اُن کے لئے خوشخبری ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔" اُن کے پرہیزگاری کے وصف کو اللہ تعالیٰ نے یوں بھی بیان فرمایا ہے:- " اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ " (پارہ۹ الانفال۳۴) ترجمہ:- "اولیائے "اَللّٰهُ" تو پرہیزگار لوگ ہیں مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" اولیائے "اَللّٰهُ" کے اوصاف بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- " وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا o وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا " (پارہ۱۹، الفرقان۶۳-۶۴) ترجمہ:- "اور رحمٰن (اللہ تعالیٰ) بندوں کا وصف یہ ہے کہ زمین پر چلتے ہیں تو عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ اُن سے کہتے ہیں کہ تم پہ ہمارا اسلام۔ وہ ایسے پاکیزہ فطرت لوگ ہیں جو اپنی راتیں اپنے رب کی بارگاہ میں قیام وسجود میں گزار دیتے ہیں۔" یعنی اہل اللہ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اُن کی چال ڈھال سے انکساری ٹپکتی ہے، اگر کوئی جاہل شخص اُن پر طعنہ زنی کرتا ہے یا اُن کی شان میں گستاخانہ و نازیبا الفاظ بکتا ہے تو اُس سے جھگڑتے نہیں بلکہ اُس کے حق میں یہ دعا کرتے ہیں:- "اللہ تیرا بھلا کرے۔" وہ تو بس قربِ الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں اس لئے اپنی راتیں یادِ حق میں جاگ کر گزارتے ہیں۔ اُن کے حق میں گستاخی و بدتمیزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے جاہل کہہ کر پکارا ہے چاہے وہ معاشرے میں لکھے پڑھے عالم فاضل اور ذی وقار لوگ شمار کئے جاتے ہوں لیکن اگر اُن کے دل میں اولیائے "اَللّٰهُ" کے خلاف بغض و عناد بھرا ہوا ہے اور اپنے قول و فعل سے اولیائے "اَللّٰهُ" میں عیب جوئی

کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ جاہل قرار دیئے جاتے ہیں اور وہ ابوجہل کے ہم نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اولیائے "اَللّٰہ" پر اپنے لطف و کرم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ "تِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ کَانَ تَقِیًّا" (پارہ ۱۶، مریم ۶۳) ترجمہ:۔ "یہی وہ جنت ہے جس کا وارث ہم نے اپنے متقی و پرہیزگار بندوں کو بنایا ہے۔" اس سے قبل سورۃ انفال کی آیت ۳۴ میں بیان ہو چکا ہے کہ متقی و پرہیزگار لوگ ہی اولیائے "اَللّٰہ" ہیں۔ اب یہاں اللہ تعالیٰ اپنے اولیائے کرام کے تصرف و اختیار کا بیان فرما رہا ہے کہ میں نے مملکتِ خداوندی میں اپنے ولیوں کو اتنا اختیار دے رکھا ہے کہ جس چیز میں چاہیں اور جتنا چاہیں تصرف کر ڈالیں حتیٰ کہ جنت بھی اُن کے تصرف میں ہے کہ جسے چاہیں عطا فرما دیں کہ وہ میری طرف سے جنت کے وارث ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن عرشِ الٰہی سے اعلان ہوگا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی کہاں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ الٰہی میں حاضر ہوں گے۔ حکم ہوگا کہ اے ابوبکر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو اللہ کے حکم سے روک دو۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کی چاہو نیکیاں زیادہ کر دو اور جس کی چاہو نیکیاں کم کر دو۔ پھر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ اے عثمان! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پلِ صراط پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو پکڑ کر پل سے پار کر دو اور جس کو چاہو جہنم میں پھینک دو۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حکم ہوگا کہ اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حوضِ کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو حوضِ کوثر سے جام بھر بھر کے پلا دو اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔" (نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔ ''قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ کردے گا اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پیٹھ پر مہریں لگا دی جائیں گی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ جنتی لوگ بڑی خوشی و مسرت کی حالت میں جنت کی طرف چلے جائیں گے اور دوزخی حسرت و یاس بھری نظروں سے اُن کو دیکھ رہے ہوں گے اور پھر جب اولیائے ''اللہ'' کی جماعت دوزخیوں کے پاس سے گزرے گی تو ایک مہر شدہ دوزخی دوڑ کر اللہ کے ایک ولی کے پاس جائے گا اور عرض کرے گا:۔ ''کیا آپ نے مجھے پہچانا ہے؟ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ دنیا میں پانی پلایا تھا۔'' اسی طرح دوزخیوں میں کوئی دوزخی کسی ولی اللہ کو یاد کرائے گا کہ میں نے آپ کو وضو کرایا تھا۔ اِس پر اولیائے ''اللہ'' اُن دوزخیوں کی شفاعت کریں گے اور اُن کی شفاعت سے وہ بخش دیئے جائیں گے اور انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۴ بحوالہ مقاماتِ اولیاءً) سُبْحَانَ اللّٰہِ! کس قدر عنایات ہیں اللہ تعالیٰ کی اپنے مقبول بندوں پر کہ دارالعمل سے گزر کر دارالجزاء میں بھی اُن کو مخلوق خدا کے لئے فیض بخش بنا دیا گیا ہے۔ دنیا تو دنیا ہے آخرت میں بھی جو لوگ اُن کا وسیلہ پکڑیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب سے نجات پا جائیں گے۔ کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جو دنیا میں اپنے دکھوں اور مصائب کے حل کے لئے اولیائے ''اللہ'' کا وسیلہ پکڑے ہوئے ہیں اور اپنی ہر قسم کی دینی و دنیوی مشکل کے حل کے لئے اُن سے رجوع کرتے ہیں کہ یہ عین منشائے الٰہی ہے۔ حضرت ابی سعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس نے ننانوے قتل کیے۔ پھر وہ توبہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ ایک راہب سے ملا اور بتلایا کہ ننانوے

قتل کرنے کے بعد میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا میری توبہ قبول ہونے کا کوئی امکان ہے؟ راہب نے کہا کہ تیری بخشش ناممکن ہے۔ اُس نے راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اُس کے بعد پھر کسی اور سے اُس نے اپنی توبہ کی خواہش ظاہر کی تو اُس نے کہا کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ، وہاں کچھ عابد رہتے ہیں، وہاں جا کر اُس نے ایک عالم سے پوچھا تو اُس نے ایک ولی اللہ کا پتہ بتلایا۔ جب وہ اُس ولی اللہ کی طرف اپنے گناہوں کی بخشش ڈھونڈنے چلا تو راستے میں اُس کی موت واقع ہوگئی۔ اُس پر فرشتوں کے دو گروہ آگئے۔ عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ سو افراد کا قاتل ہے اس لئے ہم اِسے جہنم کی طرف لے جائیں گے اور رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ شخص توبہ کرنے کے لئے ولی اللہ کے آستانے پر جا رہا تھا اس لئے یہ جنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس طرح کرو کہ جہاں سے یہ توبہ کا ارادہ کر کے چلا تھا وہاں سے لے کر مرنے کی جگہ تک کا فاصلہ ناپ لو اور مرنے کی جگہ سے ولی اللہ کے آستانے تک کا فاصلہ ناپ لو۔ اگر اگلا فاصلہ کم ہے تو یہ شخص جنتی ہے اور اگر اگلا فاصلہ زیادہ ہے تو یہ شخص دوزخی ہے۔ فرشتے جب فاصلہ ناپنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمٹ جا۔ پس وہ آگے والی زمین سمٹ گئی اور ولی اللہ کے آستانے کا فاصلہ کم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ کون سا فاصلہ کم ہے تو فرشتوں نے عرض کی کہ اگلا فاصلہ پچھلے فاصلے سے ایک بالشت کم ہے۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے سو انسانوں کے اُس قاتل کو ایک ولی کامل کے صدقے بخش دیا۔ (مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۵۹، مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۳ بحوالہ مقاماتِ اوّلیاً) اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:۔ "اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ" (پارہ ۲۵، الزخرف ۶۷) ترجمہ:۔ "گہرے دوست اُس دن (قیامت کے دن) ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگار لوگوں کے (جو قیامت کے دن بھی لوگوں کی دستگیری فرمائیں گے۔)

مملکتِ الٰہی میں اُن کے تصرف کا ایک واقعہ قرآن نے بیان فرمایا ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کا تخت منگوانا چاہا تو اُن کے ایک اصحابی حضرت آصف بن برخیا نے وہیں بیٹھے بٹھائے پل بھر میں چار سو من وزنی تخت چھ سو میل کے فاصلے سے لا کر حاضر کر دیا۔ اُنہوں نے شہر سبا کا پتہ تک نہیں پوچھا کیونکہ اہل اللہ کی نظر سے کوئی شے مخفی نہیں ہوتی جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ”مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ“ (عین الفقر) ترجمہ:۔ ”جس نے اللہ کو پہچان لیا اُس سے کوئی چیز مخفی نہ رہی۔“ قرآن مجید میں یہ واقعہ یوں بیان فرمایا گیا ہے:۔

”قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ“ (پارہ ۱۹، النمل ۴۰) ترجمہ:۔ ”پھر جس کے پاس کتاب کا علم تھا اُس نے عرض کی کہ میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے آپ کے پاس حاضر کر دوں گا۔ پھر جب آپ نے (سلیمان علیہ السلام نے) تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا ”یہ میرے رب کا فضل ہی ہے۔“

قربِ الٰہی میں اولیائے ”اَللّٰہُ“ کے مختلف درجات ہیں اور ہر ولی اللہ کی پہچان اُس کے اُس درجے سے ہوتی ہے جو اُسے قربِ الٰہی میں حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وہ انتہائی مرتبہ جس سے آگے اور کوئی مرتبہ نہیں ہے، جہاں اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا ”وہ مرتبہ فقر ہے۔“ اِس مرتبے کا فقیر لا یحتاج ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مرتبہ پر فقیر کی یہ حالت بیان فرمائی ہے:۔ ”مقامِ ایشان حریم ذاتِ کبریا واز حق ماسویٰ الحق چیزے نہ طلبید ند و بہ دنیائے دنی و نعیم اُخروی حور و قصور بہشت بکرشمہ نظر نہ دیدند۔“ (رسالہ روحی شریف) ترجمہ:۔ ”یہ فقرا اللہ تعالیٰ کے حرم کے مکین ہیں اور استغنا کے

اُس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں کہ اللہ سے اللہ کے سوا اور کچھ نہیں مانگتے ، نہ وہ کمینی دنیا کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ ہی آخرت کی نعمتوں یعنی حور و قصورِ بہشت کی طرف توجہ کرتے ہیں - وہ اِن چیزوں کی طرف ٹیڑھی نظر سے بھی نہیں دیکھتے۔''

فقر کو عام طور پر مفلسی و ناداری اور فاقہ مستی کے معنوں میں لیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ فقر قربِ الٰہی کی وہ حالت ہے کہ جہاں بندے کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے اور بندہ توحیدِ ذات میں گم ہو کر مقامِ ابتدا پر پہنچ جاتا ہے۔ اِستغراقِ حق کی اِس کیفیت کو فقر کہا گیا ہے۔ اِس مقام پر فقیر مسکین ہوتا ہے جیسا کہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

''اہلِ محبت (فقرا ؒ) مسکین ہوتے ہیں - جانتے ہو مسکین کسے کہتے ہیں؟ مسکین کے معنی ہیں ''ساکن مع اللہ۔'' ساکن مع اللہ کون ہوتا ہے؟ فقیر - فقیر کون ہے؟ ذاکر - ذاکر کسے کہتے ہیں؟ وہ کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- '' اَنَا جَلِیْسٌ مَعَ مَنْ ذَکَرَنِیْ '' یعنی میں اُس شخص کا ہم مجلس ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔'' (عین الفقر)

اِسی کاملیتِ فقر کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے لئے یوں دعا فرمائی ہے:- '' اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنَ '' (عین الفقر) ترجمہ:- '' اِلٰہی ! مجھے زندگی میں بھی مسکین (انتہائی مقرب) بنا کے رکھ - مجھے موت بھی مسکینی کی دے اور میرا حشر بھی مساکین کے زمرے میں کر۔'' یہی وہ مرتبہ فقر ہے جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فخر فرمایا ہے۔ اِلٰہی ! ہمیں فقرائے باللہ اولیائے اللہ کی رفاقت دونوں جہان میں عطا فرما، آمین۔

شانِ اولیاؑ بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:- (1) " اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- " فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" (2) "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَبِہٖ اَفْتَخِرُ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَآءِ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- " فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیاؑ علیہم السلام پر افتخار حاصل ہے۔" (3) "اَلْفَقْرُ کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ اللّٰہِ تَعَالٰی" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- " فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔" (4) " اَلْفَقْرُ لَایَحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ " (رسالہ روحی شریف، عین الفقر) ترجمہ:- " فقر نہ تو اللہ سے کچھ مانگتا ہے اور نہ ہی غیر اللہ سے کچھ غرض رکھتا ہے۔" یعنی فقر وہ مرتبہ ہے کہ جہاں پر انسان ہر قسم کی حاجات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی اُس کے مدِ نظر رہتی ہے اِس لئے ہر حال میں تقدیرِ الٰہی سے موافقت اختیار کیے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے سوا نہ وہ اللہ سے کچھ مانگتا ہے اور نہ اللہ کے غیر سے کچھ مطلب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی منشا و رضا میں مداخلت کو گناہ سمجھتا ہے اِس لئے (قربِ حضور کے علاوہ) کسی بھی قسم کی دعا اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور کا یہی وہ اعلیٰ مقام ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:- " حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ " ترجمہ:- " ابرار لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہ متصور ہوتی ہیں۔" (5) " اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ " (عین الفقر، رسالہ روحی شریف) ترجمہ:- " جب فقر کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی ہوتا ہے۔" یعنی جب کوئی فقر کے انتہائی مرتبہ پر پہنچتا ہے تو وہ ذاتِ حق کا کامل مظہر ہوتا ہے۔ (6) حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:- " یَتَقَرَّبُ

اَلْعَبْدِ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَکُوْنَ عَیْنَیْہِ یَنْظُرُبِیْ وَاُذُنَیْہِ یَسْمَعُ بِیْ وَاَیْدِیْہِ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِیْ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِیْ ...." ترجمہ:- "بندہ زائد عبادت سے میرے قریب آ جاتا ہے یہاں تک کہ مَیں اُس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے، مَیں اُس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے، مَیں اُس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے اور مَیں اُس کی زبان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے بولتا ہے ...." (7) "جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَاالْفَقْرُ قَالَ خَزَانَۃٌ مِّنْ خَزَائِنِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ قَالَ مَاالْفَقْرُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَرَامَۃٌ مِّنْ کَرَامَاتِ اللّٰہِ لَایُعْطِیْہِ اللّٰہُ اِلَّا نَبِیًّا مُّرْسَلًا اَوْ وَلِیًّا مُّخْلِصًا وَّاَجْرُ الْعَبْدِ الْکَرِیْمِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا اور عرض کی:- "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فقر کیا چیز ہے؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- "فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں ایک خزانہ ہے۔" اُس شخص نے دوبارہ عرض کی:- "یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فقر کیا چیز ہے؟" فرمایا:- "فقر اللہ تعالیٰ کی کرامات میں سے ایک کرامت ہے جو سوائے مرسل انبیا اور مخلص اولیا کے اللہ تعالیٰ کسی کو عطا نہیں فرماتا اور ایسے با کرامت بندوں کا اجر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمے ہے۔" (8) "کَلَامُ الْفُقَرَآءِ کَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمَنْ یَّتَھَاوَنَ بِکَلَامِھِمْ فَقَدْ تَھَاوَنَ بِکَلَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَادِی الْفُقَرَآءِ کَفَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِیَّاھُمْ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "فقرا کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو شخص فقرا کے کلام کی اہانت و بے ادبی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی اہانت و بے ادبی کرتا ہے۔ جو شخص فقرا سے عداوت رکھے گا اللہ تعالیٰ فقرا کو اُس کی دشمنی سے بچائے گا۔" (9) "فَضْلُ الْفُقَرَآءِ عَلَی الْاَغْنِیَآءِ کَفَضْلِیْ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقٖ

اَللّٰہِ تَعَالٰی وَالْفَقِیْرُ ھُوَالَّذِیْ لَا یَعْلَمُ النَّاسَ بِجُوْعِہٖ وَمَرْضِہٖ " (کلید التوحید کلاں)

ترجمہ:۔ "فقراء کی فضیلت دنیادار دولتمند پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمام مخلوق پر ہے اور فقیر اُسے کہتے ہیں جو بیماری اور موت کے وقت بھی لوگوں سے انجان و لاتعلق رہے۔" یعنی فقیر وہ ہے جو حالتِ مرض میں بھی اور موت کے وقت بھی لوگوں کی امداد کا طالب نہ ہو بلکہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہے۔" (10) "اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَی الْفُقَرَآءِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مِائَۃِ مَرَّۃٍ فَیَغْفِرُلَھُمْ بِکُلِّ نَظْرٍ سَبْعَ خَطِیْاٰتٍ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔ "بے شک اللہ تعالیٰ فقراء کی طرف ہر روز پانچ سو مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ہر نظر میں سات سات گناہ معاف فرماتا ہے۔" (11) "مَنْ اٰذٰی مُؤْمِنًا فَقِیْرًا بِغَیْرِ حَقٍّ فَکَاَنَّمَا ھَدَمَ الْکَعْبَۃَ وَقَتَلَ اَلْفَ مَلَکٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔ "جو شخص کسی مومن فقیر کو ستاتا ہے وہ ایسا ہے گویا اُس نے خانہ کعبہ کو گرادیا ہے اور ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کردیا ہے۔" (12) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:۔ "یَااَبَاذَرِّ الْفُقَرَآءُ ضِحْکُھُمْ عِبَادَۃٌ وَّ مَزَحُھُمْ تَسْبِیْحٌ وَّنَوْمُھُمْ صَدَقَۃٌ یَنْظُرُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَیْھِمْ کُلَّ یَوْمٍ ثَلٰثَ مِائَۃِ مَرَّۃٍ وَّمَنْ یَّمْشِیْ اِلٰی فَقِیْرٍ سَبْعِیْنَ خُطْوَۃً کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ لِکُلِّ خُطْوَۃٍ سَبْعِیْنَ حِجَّۃً مَّقْبُوْلَۃً وَّمَنْ یُّطْعِمُھُمْ عِنْدَ کَثْرَۃِ الْفَجْعِ کَانَ فِیْ دَوْلَتِہٖ نُوْرٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔ "اے ابی ذر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) فقراء کا ہنسنا عبادت ہے، اُن کا مزاح تسبیح ہے، اُن کی نیند صدقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز فقراء کی طرف تین سو مرتبہ رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جو آدمی ستر قدم چل کر کسی فقیر کے پاس جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے اُس کے نامۂ اعمال میں ستر مقبول حج لکھ دیتا ہے اور جو آدمی فقراء کو گھبراہٹ یا مصیبت کے وقت کھانا

کھلاتا ہے اُس کی دولت میں قیامت کے دن ایک نور چمکے گا۔" (13) " اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاكِيْنَ فَيَقُوْلُ لَهُمْ تَصَفَّحُوْا بِوُجُوْهٍ فَكُلُّ مَنْ اَطْعَمَكُمْ لُقْمَةً اَوْ سَقَاكُمْ شَرْبَةً اَوْ كَسَاكُمْ خِرْقَةً اَوْ رَدَّ عَنْكُمْ غَمَّةً فِيْ دَارِ الدُّنْيَا فَخُذُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَدْخِلُوْاهُمُ الْجَنَّةَ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔" جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ تعالیٰ فقرا اور مساکین کو جمع کر کے اُن سے فرمائے گا کہ اُن لوگوں کو تلاش کرو جنہوں نے تم کو دنیا میں کھانا کھلایا یا پانی پلایا یا کپڑا پہنایا یا انہوں نے تمہاری کوئی اور تکلیف دور کی ہو اُن کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جاؤ۔" (14) " حُبُّ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِيْنَ وَمُجَالَسَتُهُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُتَّقِيْنَ وَالْفِرَارُ مِنْهُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُنَافِقِيْنَ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔" فقرا اور مساکین سے محبت پیغمبروں کے اخلاق میں سے ہے اور اُن کی ہم نشینی متقی اور پرہیزگاروں کے اخلاق میں سے ہے اور اُن کو دُکھ دینا منافقوں کے اخلاق میں سے ہے۔" (15) " لِسَانُ الْفُقَرَآءِ سَيْفُ الرَّحْمٰنِ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:۔" فقرا کی زبان رحمٰن کی تلوار ہے۔" (16) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف فرما رہے ہیں اور ساتھ ساتھ فرماتے جا رہے ہیں " وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَحُرْمَةُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ حُرْمَةً مِّنْكَ " (ابن ماجہ صفحہ ۲۹۰) ترجمہ:۔" اے خانہ کعبہ! مجھے اُس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جان ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک مومن کی عزت و حرمت تیری عزت و حرمت سے زیادہ ہے۔" (17) بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور حضور علیہ الصلوٰۃ

و السلام نے دیکھا کہ وہی شخص جماعت کرا رہا ہے۔ جب لوگ جماعت سے فارغ ہو لئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اِس لئے کہ اِس امام نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تھا اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس شخص سے فرمایا کہ تم نے قبلہ کی طرف تھوک کر اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دُکھ دیا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۷۱) غور فرمائیے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں تو اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخ کرنے والے کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟ کیونکہ ولی اللہ کی شان تو خانہ کعبہ سے افضل ہے، اگر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھ پہنچانا ہے تو ایک ولی اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرنا بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دکھ پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس بے ادبی سے بچائے آمین ثم آمین۔ (18) "لِكُلِّ شَيْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَادْنُوْا مِنْهُمْ لِاَنَّهُمْ جُلَسَآءُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "ہر چیز کی کنجی ہے اور جنت کی کنجی فقراء و مساکین کی محبت ہے، اِن لوگوں کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اِن کا ہم نشین ہوگا۔" (19) "اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ" (عین الفقر) ترجمہ:- "بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔" (20) "سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُ الْفُقَرَآءِ" (عین الفقر) ترجمہ:- "قوم کا سردار فقراء کا خادم ہے۔" (21) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:- "يَا عَائِشَةُ جَالِسِ الْفُقَرَآءَ وَالْمَسَاكِيْنَ فِى الدُّنْيَا تُجَالِسُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ مُسْتَجَابَةٌ وَفِى الْاٰخِرَةِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَتَلْقٰى مَعَهُمْ يَوْمَ

اَلْقِیٰمَۃِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "اے عائشہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) فقرا و مساکین کی مجلس میں بیٹھا کرو تا کہ قیامت میں بھی تم ان کی ہم نشین ہو کیونکہ قیامت میں یہ لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے اور قیامت کے دن تیری ان سے ملاقات ہوگی۔" (22) "لَا تَطْغَوْا فِیْ اَھْلِ التَّصَوُّفِ وَالْخَرْقِ فَاِنَّ اَخْلَاقُھُمْ مِنْ اَخْلَاقِ الْاَنْبِیَآءِ وَلِبَاسُھُمْ لِبَاسُ الْاَتْقِیَآءِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "(اے لوگو!) اہلِ تصوف (درویشوں فقیروں) سے سرکشی اور غرور نہ کرو، ان کے اخلاق پیغمبروں کے سے ہیں اور ان کا لباس تقویٰ و پرہیز گاری ہے۔" یعنی با اخلاق ہونے کے باعث تمہارے برے رویہ پر وہ تو تمہیں کچھ نہ کہیں گے لیکن تم ان سے گستاخی کے باعث اللہ کے غضب کا نشانہ بن جاؤ گے۔" (23) "مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہم مجلس ہونا چاہتا ہے اُسے درویشوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔" (24) "اِرْغَبُوْا فِیْ دُعَآءِ اَھْلِ التَّصَوُّفِ فَاِنَّھُمْ اَصْحَابُ الْجُوْعِ وَالْعَطْشِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ فَیُسْرِعُ اِجَابَتَھُمْ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "اہلِ تصوف (درویشوں) کی دعاؤں کے مشتاق رہو کیونکہ یہ لوگ بھوک و پیاس میں صابر ہوتے ہیں اس لئے ان پر اللہ کی خاص نظر ہوتی ہے اور ان کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔" (25) "اِتَّخِذُوْا یَادِی الْفُقَرَآءِ فَاِنَّ لَھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ دَوْلَۃً" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "لوگو! فقرا کی خدمت کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فقرا ہی حقیقی دولت مند ہیں۔" (26) "اَلْفَقْرُ شَیْنٌ عِنْدَ النَّاسِ وَزَیْنٌ عِنْدَ اللّٰہِ فِی الْقِیٰمَۃِ" (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "لوگوں کی نظر میں فقر کی کوئی قدر نہیں مگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فقر کی بڑی قدر ہوگی۔" (27) "اَفْضَلُ الْاَشْیَآءِ ثَلٰثَۃُ الْعِلْمُ وَالْفَقْرُ وَالزُّھْدُ" (کلید التوحید

کلاں) ترجمہ:- ''تین چیزیں تمام اشیا سے افضل ہیں، علم، فقر اور زہد و تقویٰ۔'' (28) ''سِرَاجُ الْاَغْنِیَآءِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ حُبُّ الْفُقَرَآءِ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''فقرا کی محبت دنیا و آخرت میں مالداروں کے لئے بمنزلہ چراغ ہے۔'' (29) ''اَلْفَقْرُ ذِلَّۃٌ فِی الدُّنْیَا وَعِزَّۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''فقر دنیا میں ذلت دکھائی دیتا ہے مگر یہ آخرت میں عزت والی چیز ہے۔'' (30) ''حُرْمَۃُ الْمُؤْمِنِ الْفَقِیْرِ عِنْدَ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْظَمُ مِنْ سَبْعِ سَمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَالْجِبَالِ وَمَا فِیْھَا وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''مومن فقیر کی عزت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سات آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور جو کچھ اُن میں ہے اور مقرب فرشتوں سے بھی زیادہ ہے۔'' (31) ''اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِلْفُقَرَآءِ وَیَشْفَعُوْنَ لَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلِمَنْ شَفَعَ لَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مَا اَحْسَنَ حَالَہٗ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''بے شک فرشتے فقرا کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور قیامت کے دن فقرا کی شفاعت کریں گے اور جن کی شفاعت فرشتے کریں وہ کتنے خوشحال ہوں گے۔'' (32) ''لِلْجَنَّۃِ ثَمَانِیَۃُ اَبْوَابٍ سَبْعَۃٌ مِّنْھَا لِلْفُقَرَآءِ وَوَاحِدٌ لِّلْاَغْنِیَآءِ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے سات دروازے فقرا کے لئے ہیں اور ایک دروازہ اغنیا کے لئے ہے۔'' (33) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ خَلْقٍ مِّنْ طِیْنِ الْاَرْضِ وَخَلَقَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْفُقَرَآءِ مِنْ طِیْنِ الْجَنَّۃِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلْیُکْرِمُ الْفُقَرَآءَ'' (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور فقرا کو جنت کی مٹی سے پیدا کیا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا حقیقی بندہ بننا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ فقرا کی تعظیم و تکریم کرے۔'' (34) ''اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْظُرُ اِلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ

بِالْعُلَمَآءِ وَالْفُقَرَآءِ فَالْعُلَمَآءُ وَرَثَتِیْ وَالْفُقَرَآءِ اَحِبَّآئِیْ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "بے شک اللہ تعالیٰ اِس اُمت کو علماو فقرا کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ علما میرے وارث ہیں اور فقرا میرے محبوب ہیں۔"(35) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:- "لِلْخَادِمِ فِیْ خِدْمَةِ الْمُؤْمِنِ مِثْلُ اَجْرِ الصَّائِمِ بِالنَّهَارِ وَالْقَائِمِ بِاللَّیْلِ وَمِثْلُ اَجْرِ الْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ وَمِثْلُ اَجْرِ الْحَاجِّ وَمِثْلُ اَجْرِ الْمُبَتِّلِ فَطُوْبٰی لِلْخَادِمِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شَفَاعَتُهٗ فِی النَّاسِ مِثْلُ غَنَمِ رَبِیْعٍ وَّ مُضَرٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ فَاِنْ کَانَ الْخَادِمُ فَاجِرًا قَالَ یَا اَنَسِ خَادِمُ الْاَوْلِیَآءِ اَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ مُجْتَهِدٍ وَّ لِلْخَادِمِ اَجْرُ مَنْ یَخْدِمَهٗ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ " (کلید التوحید کلاں) ترجمہ:- "مومن کامل (ولی اللہ) کے خادم کو صائم الدہر و قائم اللیل عابد کے برابر اجر ملتا ہے جن کی دعا بھی رد نہیں ہوتی۔ نیز خادمِ اولیا کو حاجیوں اور زاہدوں کے برابر اجر ملتا ہے لہٰذا خادمِ اولیا کو قیامت کے دن خوشخبری حاصل ہوگی۔ نیز اُس کی شفاعت گناہگاروں کے متعلق اُتنی ہی قبول ہوگی جتنی کہ قبیلہ ربیع و مضر کی بکریوں کی تعداد ہے۔ حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی:- "یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر خادمِ اولیا گنہگار و بدکار ہو تو بھی اُس کو یہی اجر ملے گا؟" فرمایا:- "اے اَنس (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) خادمِ اولیا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزاروں ریاضت کش عابدوں سے بھی زیادہ افضل ہے۔ نیز خادمِ اولیا کو مخدوم کا اجر ملے گا اور جن لوگوں کے برابر خادمِ اولیا کو ثواب و اجر ملے گا اُن کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔"(36) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابی ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا "یَا اَبَاذَرٍّ تَمْشِیْ وَحْدَکَ

فَاللّٰهُ تَعَالٰی فِی السَّمَآءِ فَرْدٌ وَّاَنْتَ فِی الْاَرْضِ کُنْ فَرْدًاo یَا اَبَاذَرٍّ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ o یَااَبَاذَرًّا تَدْرِیْ مَاغَمِّیْ وَفِکْرِیْ وَلِاَیِّ شَیْءٍ اِشْتِیَاقِیْ o فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِغَمِّکَ وَفِکْرِکَo قَالَ اٰه اٰه اٰه وَاشْتِیَاقِیْ اِلٰی لِقَآءِ اِخْوَانِیْ یَکُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ شَاْنُهُمْ کَشَانِ الْاَنْبِیَآءِ وَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بِمَنْزِلَةِ الشُّهَدَآءِ یَفِرُّوْنَ مِنَ الْاٰبَآءِ وَالْاُمَّهَاتِ وَالْاِخْوَانِ وَالْاِخْوَاتِ وَالْاَبْنَآءِ اِبْتِغَآءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَهُمْ یَتْرُکُوْنَ الْاَمْوَالَ لِلّٰهِ یُبْدِلُوْنَ اَنْفُسَهُمْ بِالتَّوَاضُعِ لَایَرْغَبُوْنَ فِی الشَّهْوٰتِ وَحُصُوْلِ الدُّنْیَا وَیَجْتَمِعُوْنَ فِیْ بُیُوْتِ اللّٰهِ تَعَالٰی مَجْدٌ وَبَیْنَ مِنْ حُبِّ اللّٰهِ تَعَالٰی وَقُلُوْبُهُمْ اِلَی اللّٰهِ وَاَرْوَاحُهُمْ مِنَ اللّٰهِ وَعِلْمُهُمْ لِلّٰهِ اِذَامَرِضَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ هُوَاَفْضَلُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ اَلْفِ سَنَةٍ وَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَااَبَاذَرٍّقَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ اِذَامَاتَ فَهُوَ کَمَنْ مَّاتَ فِی السَّمَآءِ لِکَرَامَتِهِمْ عَلَی اللّٰهِ وَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَا اَبَاذَرٍّقَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ تُؤْذِیْهِ قُمْلَةٌ فِیْ ثِیَابِهٖ فَلَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ اَجْرُ سَبْعِیْنَ حَجَّةً وَّعُمْرَةً وَّکَانَ لَهٗ اَجْرُ عِتْقِ اَرْبَعِیْنَ رَقَبَةً مِّنْ اَوْلَادِ اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ بِاِثْنَیْ عَشَرَاَلْفِ دِیْنَارٍوَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَااَبَاذَرٍّقَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ یَذْکُرُ اَهْلَ الْوُدِّ ثُمَّ یَخْتِمُ یُکْتَبُ لَهٗ بِکُلِّ نَفْسٍ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَااَبَاذَرٍّقَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ یَعْبُدُ اللّٰهَ فِیْ جَبَلِ عَرَفَاتٍ لَّهٗ ثَوَابُ مِثْلِ عُمْرِ نُوْحٍ اَلْفَ سَنَةٍ وَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَااَبَاذَرٍّقَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْهُمْ یُسَبِّحُ سَبْحَةً خَیْرٌ لَّهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنْ اَنْ یَّسِیْرَ مَعَهٗ جِبَالُ الدُّنْیَا ذَهَبًاوَّاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ

یَااَبَاذَرٍ قَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی اَحَدِھِمْ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَظْرِہٖ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَمَنْ نَّظَرَ اِلَیْہِ فَکَاَنَّمَا یَنْظُرُ اِلَی اللّٰہِ وَمَنْ سَتَرَہٗ فَکَاَنَّمَا سَتَرَ اللّٰہَ وَمَنْ اَطْعَمَہٗ فَکَاَنَّمَا اَطْعَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِنْ شِئْتَ اَزِیْدُکَ یَااَبَاذَرٍ قَالَ قُلْتُ بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَلْوَاحِدُ مِنْھُمْ یَجْلِسُ اِلَیْھِمْ قَوْمٌ مُّصِرِّیْنَ مُثْقَلِیْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ یَغْفِرُمَا یَقُوْمُوْنَ مِنْ اَحَدٍ عِنْدَ ھُمْ اِلَّاالْمُخَفَّفِیْنَ فَاعْلَمْ اَرْبَابَ الْقُلُوْبِ یُکَاشِفُوْنَ بِاَسْرَارِ الْمَلَکُوْتِ تَارَۃً عَلٰی سَبِیْلِ الرُّؤْیَاءِ الصَّالِحَۃِ وَتَارَۃً فِی الْیَقْظَۃِ عَلٰی سَبِیْلِ کَشْفِ الْمَعَانِیْ بِمُشَاھِدَۃِ الْاَمْثَلَۃِ کَمَا یَکُوْنُ فِی الْمَنَامِ وَھٰذَا مِنْ اَعْلَی الدَّرَجٰتِ وَھِیَ مِنْ دَرَجٰتِ النُّبُوَّۃِ الْعَالِیَۃِ کَمَا اَنَّ الرُّؤْیَاءِ الصَّالِحَۃِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّ اَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِّنَ النُّبُوَّۃِ فَاِیَّاکَ وَاِنْ کَانَ خَطَاءُکَ یَکُوْنُ مِنَ الْعِلْمِ وَاِنْ کَانَ کُلُّ مَاجَاوَزَحَدَّ قُصُوْرِکَ فَفِیْہِ ھَلَکَ الْمُتَّخِذُ بِعَیْنٍ وَّالْجَھْلُ خَیْرٌ مِّنْ عَقْلٍ یَّدْعُوْنَ بِہٖ اِلَی الْاِنْکَارِ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمُوْرِ الْاَوْلِیَآءَ اللّٰہِ وَمَنْ اَنْکَرَ ذٰلِکَ لِلْاَوْلِیَآءِ لَزِمَہٗ اِنْکَارُ الْاَنْبِیَآءِ وَکَانَ خَارِجًا مِّنَ الدِّیْنِ کُلِّہٖ ‘‘ ترجمہ:- ’’اے ابوذرؓ! اکیلے چلا کرو، اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اکیلا ہے، تم زمین میں اکیلے رہو- اے ابوذرؓ! بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے- اے ابوذرؓ! کیا تجھے معلوم ہے کہ میں کس غم وفکر میں محو رہتا ہوں اور کس چیز کا مشتاق ہوں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے غم وفکر سے آگاہ فرمائیں- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: آہ! آہ! آہ! مجھے اپنے اُن بھائیوں سے ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد آئیں گے، وہ انبیأ کی سی شان کے مالک ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں اُن کا مرتبہ شہدأ کا ہے، وہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے والدین، بھائی بہنوں اور اولاد سے جدائی اختیار

کریں گے، اپنے مال واسباب سے دست بردار ہو جائیں گے، اپنے آپ کو تواضع وانکساری سے سنواریں گے۔ ہوائے نفس وحصولِ دنیا کی طرف راغب نہ ہوں گے۔ وہ محبتِ الٰہی میں غرق ہو کر مسجدوں میں جمع ہوں گے اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے، اُن کی ارواح منجانب اللہ ہوں گی، اُن کا علم اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوگا، اُن میں سے جب کوئی بیمار ہوگا تو اُس کی بیماری بارگاہِ الٰہی میں ہزار سالہ عبادت سے افضل ہوگی۔ اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو اُن کی شان میں مَیں کچھ اور بیان کروں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی فوت ہوگا تو ایسا ہوگا کہ گویا آسمان والوں میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے کیونکہ اُن کی عزت افزائی اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔ اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو مَیں اُن کی شان میں مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اگر کوئی جوں اُن کے کپڑوں میں گھس کر اُنہیں کاٹے گی تو اُس تکلیف کے بدلے اللہ تعالیٰ اُنہیں ستر حج اور ستر عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چالیس غلام آزاد کرنے کا اُنہیں ثواب ملے گا اور وہ غلام بھی اِتنے قیمتی کہ اُن میں سے ہر ایک غلام کی قیمت بارہ ہزار دینار ہو۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کی شان مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی محبت سے ذکر اللہ کرے گا تو اُس کی ہر سانس کے بدلے دس لاکھ درجات لکھے جائیں گے۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کے بارے میں کچھ اور بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی کوہِ عرفات میں دو رکعات نماز ادا کرے گا تو اُس کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک ہزار سالہ عمر کا ثواب لکھا جائے گا۔ اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو مَیں اُن کے بارے میں

مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جب کوئی اُن میں سے اسمِ اللہ ذات کی تسبیح کرے گا تو قیامت کے دن وہ تسبیح بارگاہِ الٰہی میں اِس بات سے افضل ہوگی کہ دنیا کے پہاڑ سونا چاندی بن کر اُس کے ساتھ چلا کریں۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو میں اُن کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جس نے عقیدت بھری نظروں سے اُن کی طرف دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات بیت اللہ کی طرف دیکھنے سے بھی زیادہ پسند ہوگی، جس نے عقیدت سے اُن کو دیکھا تو گویا اُس نے اللہ کو دیکھا، جس نے اُنہیں لباس پہنایا تو گویا اُس نے اللہ کو لباس پہنایا اور جس نے اُنہیں کھانا کھلایا تو گویا اُس نے اللہ کو کھانا کھلایا۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو میں اُن کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! وہ گنہگار جو گناہ کرنے پر بضد بھی ہو اور بے حد گنہگار بھی ہو، اگر اُن کی محفل میں آ کر بیٹھے گا تو اُٹھنے سے پہلے اُس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہلِ دل کبھی کبھی سچے خوابوں کی صورت میں اسرارِ ملکوت کا مشاہدہ و مکاشفہ کرتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی بیداری کی حالت میں بھی اُن پر مشاہدہ کی صورت میں معانی منکشف ہوتے رہتے ہیں اور یہ حالت اعلیٰ درجات میں سے ہے اور یہ درجاتِ نبوت میں سے ہیں۔ بے شک سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔ پس تم اُن کے معاملے میں ڈرنا، اگر تم اِس بارے میں غلطی کرو گے تو تمہارے قصور کی حد تجاوز کر جائے گی اور تم ہلاکت میں جا پڑو گے۔ اُس عقل سے جہالت بہتر ہے جو اُن کے انکار کی طرف راغب کرے کیونکہ اولیا اللہ کے امور سے جس نے انکار کیا اُس نے گویا انبیا کا انکار کیا اور وہ مکمل طور پر دین سے نکل گیا۔''

شانِ اولیاؒ بزبانِ اولیاؒ

شاہبازِ لامکانی، محبوبِ سبحانی، غوثِ صمدانی محی الدین شاہ محمد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:- (1) " اَلْفَقِیْرُ الَّذِیْ لَهٗ اَمْرٌ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ كُنْ فَیَكُوْنَ " (شمائل الاتقیا صفحہ ۱۷) ترجمہ:- ''فقیر وہ ہے جسے ہر چیز میں "كُنْ فَیَكُوْنَ" کا مرتبہ حاصل ہو۔''یعنی جب وہ کسی کام کے لیے ''کُن'' (ہوجا) کہہ دے تو وہ کام ہو جائے۔(2) اللہ تعالیٰ کی بعض کتابوں میں فرمانِ الٰہی ہے:- ''اے ابنِ آدم! مَیں اللہ ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے ۔مَیں جب کسی کام کے لیے " کُنْ "فرمادیتا ہوں تو وہ کام ہو جاتا ہے۔ تُو میرا فرمانبردار بن جائے تو تجھے ایسا مقام عطا فرمادوں گا کہ تُو بھی جب کسی کام کے لیے "کُنْ" کہہ دے گا تو وہ کام فوراً ہو جائے گا۔'' (فتوح الغیب مقالہ ۴۶ صفحہ ۱۰۹) (3) ''اے بندے! جب تُو مقامِ فنا میں پہنچے گا تو تجھ پر تکوین (امرِکن کی اجازت) وارد کی جائے گی یعنی فنائیت کے بعد موجود کرنا اور کائنات پیدا کرنا تیرے سپرد کیا جائے گا اور عالم میں تصرف کرنے کی طاقت تجھے عطا کی جائے گی جس کی بدولت کرامت اور خرقِ عادت کے طور پر تُو جہان میں تصرف کرے گا۔ '' (شرح فتوح الغیب صفحہ ۹۹-۱۰۰)

(4) ''عارفوں نے یقین کی آنکھ سے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ سب چیزیں تقسیم فرما کر فارغ ہو چکا ہے اس لیے وہ حیا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں مانگتے۔ مطالبے کو چھوڑ کر وہ ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اُن کی عادت گمنامی ، خاموشی، حسنِ ادب اور ترکِ اعتراض ہے۔ عارف وہ ہے جو اپنے مقصد کی ناکامی کو اللہ جل شانہٗ کا مقصد سمجھے۔(فتح الربانی مجلس ۴۸)

سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- (1)''ولی اللہ وہ

ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک رحمتِ الٰہی میں لپٹا ہوا ہو۔'' (کلید التوحید کلاں) (۲)''عارف وہ ہے جو دل و جان سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اور سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اختیار کرے۔(کلید التوحید کلاں) (۳)'' فقر بہشت ہے اور بہشت دیدارِ الٰہی اور دل جمعی کا مقام ہے۔ وہاں دنیا و اہلِ دنیا کی بُو تک نہیں جاتی۔ فقر اور معرفتِ الٰہی میں بہار ہے۔ فقر کی نگاہ میں دنیوی زیب و زینت حقیر و خوار ہے۔ فقر اللہ تعالیٰ کے نام پر جان قربان کرتا ہے اور نفس کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ ازل سے ابد تک اُس کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں۔ فقر کو حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہے۔ فقیر کی زبان منہ میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح کہ میان میں تلوار۔ اگر وہ تلوار سونت لی جائے تو فقیر کا قہر اللہ تعالیٰ کے قہر کی صورت اختیار کر کے تمام جہان کو قتل کر دیتا ہے کیونکہ فقراُ کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے۔ ازل کی سیاہی اُن کی زبان پر ہے۔ جو شخص فقرائے فنا فی اللہ کا منکر ہے وہ دونوں جہان میں خوار و پریشان ہے۔'' (کلید التوحید کلاں) (۴)'' فقر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کی عزت بخشی ہے۔'' (کلید التوحید کلاں) (۵)'' فقر کو اہلِ دنیا اور سونے چاندی (مال و دولت) سے شرم آتی ہے۔'' (کلید التوحید کلاں) (۶)'' فقیر خواہ فقر و فاقہ سے جان بلب ہو جائے وہ دنیا داروں کی طرف نہیں دیکھتا، خواہ وہ اپنے خلوت خانے میں بھوکوں مر جائے اہلِ دنیا کے دروازے پر نہیں جاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے اہلِ دنیا کے دروازے پر جائے تو اُسے کو جمعیت بخشتا ہے اور اُسے مقامِ ظلمت سے نکال کر مقامِ خوف میں لے آتا ہے۔ فقیر کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ فقیر حکیم ہوتا ہے اور حکیم اُسے کہتے ہیں جو علم میں عامل ہو۔ عالم اُسے کہتے ہیں جو نیک اعمال اختیار کرے اور برائی کو چھوڑ دے۔ نیک حق ہے اور بد باطل ہے۔ پس فقیر حق ہے اور دنیا باطل ہے۔'' (کلید التوحید کلاں) (۷)

''واضح ہو کہ عرش کے اوپر سے لے کر تحت الثریٰ تک یکے بعد دیگرے تہتر کروڑ تراسی لاکھ اکیس (73,83,00021) مقامات ہیں جن میں انتہائی مقام کا نام ''سرّ الامی'' ہے۔ ان سب سے پرے لامکان ہے جس کی تشبیہ چھ طرفین اور کون ومکان ہے، یہ تمام مقامات مع لامکان فقیر کی نگاہ میں مچھر کے پر کے برابر ہیں۔'' (کلید التوحید کلاں) (۸) ''فقراء کا دشمن اللہ تعالیٰ سے بے بہرہ اور شفاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محروم ہے۔ فقیر خدا تو نہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ جو مطلب چاہتے ہو فقیر سے مانگ لو۔'' (کلید التوحید کلاں) (۹) ''تصورِ اسم اللہ ذات کی دائمی ریاضت وجود کو بالکل پاک کر دیتی ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور کی تپش دوزخ کی آگ سے زیادہ تیز ہے، اتنی تیز کہ آتش اسم اللہ ذات کا صرف ایک ذرہ دوزخ میں ڈالا گیا ہے۔ اگر فقیر فنافی اللہ جلالیت کی نگاہ سے دیکھ لے تو مشرق سے مغرب تک سب کچھ خاکستر ہو جائے۔ ہزار آفرین ہے اُس وجود پر جو اسم اللہ ذات کی آگ کو برداشت کرتا ہے مگر خلقت کو نہیں ستاتا۔ جو شخص کسی دینی یا دنیوی کام کے لئے چالیس سال متواتر چلہ کشی کرتا ہے اُس سے بہتر ہے کہ اسم اللہ ذات کا تصور ایک گھڑی کر لے کیونکہ صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات کی توجہ سے ہر مشکل حل ہو سکتی ہے۔ وہ ایک دم میں روحانیوں سے ملاقات کر سکتا ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچ سکتا ہے۔ ایسے شخص کو استخارہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ وہ اپنے ناخن کی پشت پر دونوں جہان کا نظارہ کرتا ہے۔'' (کلید التوحید کلاں) (۱۰) ''جو شخص کسی کامل، صاحبِ شریعت، صاحبِ باطن فقیر کو خالی، بے برکت اور بے حکمت سمجھے وہ احمق ونادان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے تمام روئے زمین مشرق ومغرب تک اُن درویشوں کے سپرد ہے جن کے باطن آباد وصاف ہیں۔ فقیر کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ حکمتِ الٰہی سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ

فقیر خود بھی تو حکمتِ الٰہیہ ہوتا ہے۔ فقرا کی زبان سیفِ الٰہی (اللہ کی تلوار) ہوتی ہے اور اُسی فقیر کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہو سکتی ہے جو ہمیشہ ذکر فکر اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا ہے اور لا یحتاج ہو کر معرفتِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ میں مستغرق ہو ۔وہ کسی سے سوال نہیں کرتا۔ اگر کسی سے کچھ لیتا ہے تو اُس سے دس گنا اللہ تعالیٰ سے دلوا دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔''اَلْفَقِیْرُ لَا طَامِعُ لَامَانِعُ وَلَاجَامِعُ'' ترجمہ:۔''فقیر طامع ہوتا ہے نہ مانع اور نہ ہی جامع ہوتا ہے۔''فقیرِ کامل صاحبِ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شناخت یہ ہے کہ جو بات اُس کی زبان سے نکلتی ہے وہ توحید و معرفتِ الٰہیہ کی ہوتی ہے اور فقہ و قرآن و حدیث کے موافق ہوتی ہے۔ اللہ بس ما سوی اللہ ہوس۔'' (کلید التوحید کلاں)

حضرت یحیٰی بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔''ولی اللہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی سرزمین میں اُس کا خوشبودار پھول ہے۔ صدیق لوگ اُس پھول کو سونگھتے ہیں۔ اُس کی خوشبو اُن کے دلوں میں اثر کرتی ہے تو اُن کی عبادت اُن کے اخلاق کے فرق اور درجۂ فنا کے مطابق بڑھ جاتی ہے کیونکہ جتنا زیادہ قرب ہو اتنا زیادہ مرتبۂ فنا حاصل ہوتا ہے۔ پس ولی اللہ وہ ہے جو اپنے حال میں فانی ہو اور مشاہدۂ حق میں اُسے بقا حاصل ہو، نہ اُسے اپنی ذات میں کچھ اختیار ہو اور نہ ہی اُسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے ساتھ قرار ہو۔ ایسا شخص کرامات کے ساتھ تائید کیا جاتا ہے اور اُن سے علیحدہ رکھا جاتا ہے کیونکہ کرامت ایک ایسی چیز ہے جس کا ظاہر کرنا اہل اللہ کے نزدیک کفر ہے۔''

مرصاد میں آیا ہے:۔''اصحابِ کرامات سب کے سب محجوب ہیں یعنی اظہارِ کرامات کے سبب معرفتِ الٰہی سے محروم ہیں۔ کرامت مردانِ خدا کے لیے خونِ حیض کی مثل ہے جسے چھپانا ضروری ہے ولی اللہ کے لئے ہزار مقامات ہیں اور سب سے پہلے بابِ کرامات ہے، جو اِس سے گزر گیا

اُس نے باقی مقامات بھی پا لئے ورنہ محروم رہ گیا۔" (سر الاسرار از حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے بے پردہ روحِ قرآنی

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرہ "لَا یَحْزَنُوْن" کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولیٰ مجھے صاحبِ جنوں کر

آمین ثم آمین

WWW.ALFAQR.NET

تنبیہ!

فرمانِ الٰہی ہے:- " اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ لا اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ " (پارہ ۱۱، یونس ۷، ۸) ترجمہ:- " بے شک جو لوگ ہمارے دیدار و وصال کی خواہش نہیں کرتے اور دنیا کی زندگی کو پسند کر کے اُس پر مطمئن ہو گئے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو بیٹھے، اُنہیں اُن کی کمائی سمیت جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:- " مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلدُّنْیَا فَھُوَ کَافِرٌ وَّمَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْحُجَّۃِ فَھُوَ مُنَافِقٌ وَّمَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْمَوْلٰی فَھُوَ مُسْلِمٌ " ترجمہ:- " جس نے حصولِ دنیا کی خاطر علم حاصل کیا وہ کافر ہے اور جس نے حجت بازی کے لئے علم حاصل کیا وہ منافق ہے اور جس نے رضائے الٰہی کے لئے علم حاصل کیا وہ مسلمان ہے۔" (بحوالہ عین الفقر)

یہ کافری تو نہیں کافری سے کم بھی نہیں ۔۔۔ کہ مردِ حق ہو گرفتارِ حاضر و موجود
اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا ۔۔۔ کہ تیرے زمان و مکان اور بھی ہیں

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا شیخ محمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- " جس دل میں دنیا کی محبت ہے وہ محجوب ہے اللہ سے اور جس دل میں آخرت کی محبت ہے وہ محجوب ہے اللہ تعالیٰ کے قرب سے۔ جس قدر تیرے دل میں دنیا کی محبت بڑھتی جائے گی اُسی قدر تیرے دل میں آخرت کی محبت گھٹتی جائے گی اور جس قدر تیرے دل میں آخرت کی محبت بڑھتی جائے گی اُسی قدر تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی

محبت گھٹتی جائے گی۔'' (فتح الربانی مجلس ۱۰)

اختتام پذیر ہوئی یہ کتاب صراط الصالحین جلد اوّل بعون اللہ تبارک وتعالیٰ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَ نُوْرِ عَرْشِہٖ وَ زِیْنَۃِ فَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ وَ اَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

WWW.ALFAQR.NET